الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ و علی الک و اصحابک یا حبیب اللہ ﷺ

علم صرف کی بہترین کتاب جس میں صرف کے قاعدوں کی علتیں بیان کی گئی ہیں۔

صرف کے دلچسپ سوالات

مع

شَفِیْقُ الْمِصْبَاح شَرح مَرَاحُ الْاَرْوَاح

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...وزن کے لئے "ف،ع،ل" کو کیوں خاص کیا گیا؟

☆... فعل ماضی کے ۱۴ صیغے ہی کیوں آتے ہیں؟

☆... فعل ماضی مبنی ہے حالانکہ اس کے آخر میں حرکت ہے؟

☆... فعل مضارع معرب کیوں ہوتا ہے؟

☆... فعل مضارع بنانے کے لئے حروف اتین کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟

☆... فعل امر کو فعل مضارع سے ہی کیوں بناتے ہیں؟

☆... ثلاثی مجرد کے اسم فاعل میں الف کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟

☆...اسم مفعول بنانے میں میم کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟

☆... صیغوں کی تعلیل کرنے کے آسان ۱۶ قاعدے

☆...نون تثنیہ اور تنوین میں فرق

☆...ان چیزوں کا بیان جن سے ثقل لازم آتا ہے

☆...ان چیزوں کا بیان جن سے خفت پیدا ہوتی ہے

مصنف

الشیخ احمد بن علی بن مسعود (عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَدُوْد)

شارح

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

کتاب	:	صرف کے دلچسپ سوالات
شرح	:	مع شفیق المصباح شرح مراح الارواح
مصنف	:	الشیخ احمد بن علی بن مسعود (علیہ رحمۃ اللہ الودود)
شارح	:	مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
کمپوزنگ	:	مولانا محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
صفحات	:	368
تعداد	:	1100

رابطہ نمبر 8808693818 91+

فہرست

شارح کا تعارف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانئ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِیٰ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

مولانا نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کرکے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی، ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے

لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام ”**شَفِیْقُ الْمِصْبَاح**“ تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

شارح کی اصلاحی کتب

1☆...ما فعل اللہ بک (حصہ اول) 2☆...ما فعل اللہ بک (حصہ دوم) 3☆...ما فعل اللہ بک (حصہ سوم) 4☆...میری سنت میری امت　5☆...کیا حال ہے ؟ 6☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول موضوع عقائد کی حکمتیں 7☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ دوم موضوع پانچ نمازوں کی حکمتیں 8☆...قرآنی سورتوں کے مضامین 9☆...سب سے پہلے سب سے آخر 10☆...موت کے وقت 11☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات 12☆...خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی (حصہ اول) 13☆...خطبات مصطفائی و خطبات

شفیقی (حصہ دوم)14☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی (حصہ سوم)15 ☆... تدریس کے26طریقے16☆... قصور کس کا ہے؟

شارح کی درسی کتب

1☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح2☆... شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ3☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)4☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)5☆... اَلشَّفِیُق شرُح تیسیر مصطلح الحدیث6☆... شارق الفلاح شرح نور الایضاح7☆... القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر8☆... عرفان الاثار شرح معانی الاثار9☆... صرف کے دلچسپ سوالات10☆... تسلیم التوقیت11☆... نصاب مسائلِ نماز12☆... آسان فرض علوم

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ وعلی الک و اصحابک یا حبیب اللہ ﷺ

خُطْبَةُ الْکِتَابِ

درودِ پاک کی فضیلت

عَنْ رُوَیْفِعِ بن ثَابِتٍ، أَنّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ قَالَ: اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی مُحَمَّدٍ وَأَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفَعْتُ لَهُ۔

حضرت رویفع بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے یہ کہا: "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (معجم کبیر ج۵ ص۲۵ حدیث ۴۴۸۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

قَالَ الْمُفْتَقِرُ اِلَی اللّٰہِ الْوَدُوْدِ اَحْمَدُ بْنُ عَلِیِّ بْنِ مَسْعُوْدٍ غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ وَ لِوَالِدَیْهِ وَ اَحْسَنَ اِلَیْهِمَا وَ اِلَیْهِ۔ اِعْلَمْ اَنَّ عِلْمَ الصَّرْفِ اُمُّ الْعُلُوْمِ وَ النَّحْوِ اَبُوْهَا۔

ترجمہ: ایسے بندے نے عرض کی جو بہت محبت کرنے والے اللہ کا محتاج ہے (اور وہ محتاج بندہ) احمد بن علی بن مسعود ہے، اللہ اس کی اور اس کے والدین کی بخشش فرمائے، اور والدین

کے ساتھ اور اس کے ساتھ احسان فرمائے۔ جان لیجئے کہ یقیناً صرف کا علم علوم کی ماں ہے اور نحو کا علم علوم کا باپ ہے۔

وَ يَقْوٰى فِي الدِّرَايَاتِ دَارُوْهَا وَ يَطْغٰى فِي الرِّوَايَاتِ عَارُوْهَا۔ وَجَمَعْتُ فِيْهِ كِتَاباً مَوْسُوْماً بِمَرَاحِ الْاَرْوَاحِ۔

ترجمہ: اور ان دونوں علم کو جاننے والے جان پہچان اور سوجھ بوجھ میں قوی استعداد والے بن جاتے ہیں، اور ان دونوں علم سے عار محسوس (محنت نہ) کرنے والے روایات میں غلو کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور میں نے اس کتاب میں جس کا نام مراح الارواح رکھا گیا ہے ان چیزوں کو جمع کر دیا ہے۔

وَ هُوَ لِلصَّبِيِّ جِنَاحُ النَّجَاحِ وَ رَاحُ رَحْرَاحٍ۔ وَفِي مِعْدَتِهٖ حِيْنَ رَاحَ مِثْلُ تُفَّاحٍ اَوْ رَاحٍ۔ وَ بِاللّٰهِ اَعْتَصِمُ عَمَّا يَصِمُ وَ بِهٖ اَسْتَعِيْنُ وَ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ الْمُعِيْنُ۔

ترجمہ: اور وہ چھوٹے بچے کے لیے کامیابی کا بازو ہے اور وسیع و عریض اور آرام کا راستہ ہے (منزلِ مقصود تک پہنچنے کے لیے)۔ اور اس کے معدے میں اس وقت سیب یا مشروب کی طرح راحت و سکون پہونچانے والی ہے۔ اور میں اللہ ہی کی رسی پکڑتا ہوں اس چیز سے جو عیب دار کرنے والی ہے۔ اور اسی سے ہی مدد مانگتا ہوں اور وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔

سوال: مصنف کا "**غُفْرَان**" میں اپنے آپ کو مقدم کرنے اور والدین کو مؤخر کرنے نیز "**اِحْسَان**" میں والدین کو مقدم کرنے اور اپنے آپ کو مؤخر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: مصنف کا **"غُفْرَان"** میں اپنے آپ کو مقدم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ مستجاب الداوات ہو جائیں تا کہ دوسرے کے حق میں کی جانے والی دعا جلد قبول ہو سکے۔ کیونکہ مغفرت یافتہ شخص کی دعا جلد قبول ہوتی ہے۔ اور دوسری حکمت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی پیروی ہو جائے جیسے کہ سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۱ میں دعائے ابراہیمی مذکور ہے:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ۔

ترجمہ کنزالایمان: اے ہمارے رب میری اور میرے والدین کی مغفرت فرما۔

اور **"اِحْسَان"** میں والدین کو مقدم کرنے میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۸۳ میں حکم ارشاد فرمایا:

اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۗ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

اور اس آیت کے تحت صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیرِ خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمانے کے بعد والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی خدمت بہت ضروری ہے والدین کے ساتھ بھلائی کے یہ معنی ہے کہ ایسی کوئی بات نہ کہے اور ایسا کوئی کام نہ کرے جس سے انہیں ایذا ہو اور اپنے بدن ومال سے ان کی خدمت میں دریغ نہ کرے جب انہیں ضرورت ہو ان کے پاس حاضر رہے مسئلہ: اگر والدین اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو

چھوڑ دے ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔ مسئلہ: واجبات والدین کے حکم سے ترک نہیں کیے جاسکتے والدین کے ساتھ احسان کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں یہ ہیں کہ تہ دل سے ان کے ساتھ محبت رکھے رفتار و گفتار میں نشست و برخاست میں ادب لازم جانے ان کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے ان کو راضی کرنے کی سعی کرتا رہے اپنے نفیس مال کو ان سے نہ بچائے ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری کرے ان کے لئے فاتحہ صدقات تلاوت قرآن سے ایصال ثواب کرے اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرے، ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر وہ گناہوں کے عادی ہوں یا کسی بدمذہبی میں گرفتار ہوں تو ان کو بہ نرمی اصلاح و تقوٰی اور عقیدہ حقہ کی طرف لانے کی کوشش کرتا رہے"۔ (خزائن العرفان، پ۱، سورۃ البقرہ، آیت ۸۳)

اور پارہ ۲۶ سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر ۱۵ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسٰنَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔

پس اس حکمِ قرآنی پر عمل کرتے ہوئے "**اِحْسَان**" میں والدین کو مقدم رکھا۔

سوال: درایات میں قوی ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: **دِرَايَات** دِرَايَةٌ کی جمع ہے اور **دِرَايَةٌ** مصدر ہے از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ بمعنی جاننا، سمجھ بوجھ رکھنا، پس علمِ صرف کا جاننے والا علومِ عربیہ کے جاننے اور سمجھ بوجھ میں ماہر و مضبوط ہو جاتا ہے۔

سوال: روایات میں غلو کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: **رِوَایَات** رِوَایَۃٌ کی جمع ہے اور **رِوَایَۃٌ** مصدر ہے از باب ضَرَبَ یَضْرِبُ بمعنی نقل کرنا، بیان کرنا، پس علمِ صرف کا نہ جاننے والا علومِ عربیہ کے قواعد کو بیان کرنے میں غلو کرتا اور حد سے بڑھ جاتا ہے۔

سوال: یہ کتاب معدے میں مشروب کے مثل راحت پہنچانے والی کس طرح ہے؟ اس کی وضاحت کیجئے۔

جواب: ادراکات و لذات کو جمع کرنے والی قوت کا نام معدہ ہے، پس جب بچہ اس کتاب کو پڑھے گا اور اس کتاب کے معانی اس کے ذہن میں مستقر ہو جائیں گے تو وہ بچہ اس کتاب کے ذریعہ علمِ صرف کے قواعد کو جاننے میں قوی ہو جائے گا جیسے کہ انسان سیب کھانے سے قوی ہو جاتا ہے۔ اور اس کتاب اور سیب کے درمیان وجہِ تشبیہ منفعت ہے۔

اِعْلَمْ اَسْعَدَكَ اللهُ تَعَالٰی اَنَّ الصَّرَّافَ یَحْتَاجُ فِی مَعْرِفَةِ الْاَوْزَانِ اِلٰی سَبْعَةِ اَبْوَابٍ: الصَحِیْحُ۔ وَ الْمُضَاعَفُ، وَ الْمَهْمُوْزُ، وَ الْمِثَالُ، وَ الْاَجْوَفُ۔ وَ النَّاقِصُ وَ اللَّفِیْفُ۔

ترجمہ: جان لو کہ (اللہ تجھے خوش بخت کرے) یقیناً صرف کے علم میں مہارت رکھنے والا (صرفی) اوزان کی پہچان کرنے کے معاملہ میں سات ابواب یعنی (۱) صحیح (۲) مضاعف (۳) مہموز (۴) مثال (۵) اجوف (۶) ناقص (۷) لفیف۔

وَ اِشْتِقَاقِ تِسْعَةِ اَشْیَاءِ مِنْ كُلِّ مَصْدَرٍ۔ وَ هِیَ الْمَاضِی وَ الْمُضَارِعُ وَ الْاَمْرُ وَ النَّهْیُ وَ اِسْمِ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ وَ الْمَكَانُ وَ الزَّمَانُ وَ الْاٰلَةُ۔ فَكَسَرْتُهُ عَلٰی سَبْعَةِ اَبْوَابٍ۔

ترجمہ: **اور ہر مصدر سے نو چیزوں کے اشتقاق کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ اور وہ نو چیزیں یہ ہیں (۱)ماضی(۲)مضارع (۳)امر (۴)نھی(۵)اسمِ فاعل (۶)اسمِ مفعول(۷)اسمِ مکان(۸)اسمِ زمان(۹)اسمِ آلہ۔ پس میں نے اس کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا ہے۔**

سوال: صرفی حضرات حصولِ معرفتِ اوزان میں کتنے اور کون کون سے ابواب کے محتاج ہوتے ہیں؟ اور کیوں محتاج ہوتے ہیں؟

جواب: صرفی حضرات حصولِ معرفتِ اوزان میں سات ابواب کے محتاج ہوتے ہیں۔**(۱)**۔۔۔ صحیح۔**(۲)**۔۔۔ مضاعف۔**(۳)**۔۔۔ مہموز۔**(۴)**۔۔۔ مثال۔**(۵)**۔۔۔ اجوف **(۶)**۔۔۔ ناقص۔**(۷)**۔۔۔ لفیف۔

ان سات ابواب کے محتاج اس لئے ہوتے ہیں کہ ہر کلمہ تین حال سے خالی نہیں:

(۱)۔۔۔ شکلِ اوّل: کلمہ کے ترتیبِ حروف میں حرفِ علت ہو گا۔

(۲)۔۔۔ شکلِ ثانی: یا ملحق بحرفِ علت ہو گا۔

(۳)۔۔۔ شکلِ ثالث: یا ان دونوں میں سے کوئی بھی نہ ہو گا۔

پس شکل ثالث **"صَحِیْح"** ہے جیسے **"ضَرَبَ"**۔

اور اگر شکلِ اول ہو تو اس کی دو حالتیں ہوں گی: **(۱)**۔۔۔ حرفِ علت بسبیل انفراد ہو گا۔**(۲)**۔۔۔ یا حرفِ علت بسبیل اجتماع۔

پس اول منقسم ہو گا تین قسموں کی جانب اس لئے کہ اگر حرفِ علت فاء کلمہ کے مقابلہ میں ہو تو وہ **"مِثَال"** ہے جیسے **"وَعَدَ"**۔ اور اگر عین کلمہ کے مقابلہ میں ہو تو وہ **"اَجْوَف"** ہے جیسے **"قَالَ"**۔ اور اگر لام کلمہ کے مقابلہ میں ہو تو وہ **"نَاقِص"** ہے جیسے **"اَبیٰ"**۔

اور اگر حرف علت بسبیل اجتماع ہو تو **"لَفِیْف"** ہو گا جیسے **"وَقیٰ۔ طَوٰی"**۔

اور اگر شکل ثانی ہو تو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں: **(۱)**۔۔۔بطریقہ انفراد ہو گا۔ **(۲)**۔۔۔یابطریقہ اجتماع ہو گا۔

پس اول **"مَھْمُوْز"** ہے جیسے **"اَمَرَ۔ سَئَلَ۔ قَرَءَ"**۔ اور ثانی **"مُضَاعَف"** ہے جیسے **"مَدَّ"**۔

سوال: ہر مصدر سے کتنی چیزیں نکلتی ہیں؟

جواب: ہر مصدر سے نہیں بلکہ ان مصادر سے جن سے اشیاء مشتق ہوتی ہیں۔ مصادر سے نو چیزیں نکلتی ہیں اس کی دلیلِ حصر یہ ہے کہ مصدر سے نکلنے والا فعل ہو گا یا اسم ہو گا اگر فعل ہو تو دو حال سے خالی نہیں: **(۱)**۔۔۔خبریہ ہو گا۔ یا **(۲)**۔۔۔انشائیہ ہو گا۔

(۱)۔۔۔اگر خبریہ ہو تو اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو گا یا نہ ہو گا۔ اگر نہ ہو تو وہ **"فعلِ ماضی"** ہے اور اگر ہو تو وہ **"فعل مضارع"** ہے۔

(۲)۔۔۔اور اگر انشائیہ ہو تو یہ بھی دو حال سے خالی نہیں: (۱)۔۔۔طلب فعل پر دلالت کرے گا۔ یا (۲)۔۔۔ترک فعل پر دلالت کرے گا۔

پس پہلا **"فعلِ امر"** ہو گا اور دوسرا **"فعلِ نہی"** ہو گا۔

اور اگر اسم ہو تو وہ پانچ حالتوں سے خالی نہیں:

(۱)۔۔۔یا تو دلالت کرے گا ایسی ذات پر جس کے ساتھ فعل قائم ہو تو وہ **"اسمِ فاعل"** ہے۔

(۲)۔۔۔یا ایسی ذات پر دلالت کرے گا جس پر فعل واقع ہوا ہو تو وہ **"اسمِ مفعول"** ہے۔

(۳)۔۔۔یا ایسی ذات پر دلالت کرے گا جس میں فعل واقع ہوا ہو گا پس اگر وہ مکان ہے تو وہ **"اسمِ مکان"** ہو گا۔

(۴)۔۔۔اور اگر زمان ہو تو وہ **"اسمِ زمان"** ہو گا۔

(۵)۔۔۔اور اگر ایسی ذات پر دلالت کرے جس کے سبب فعل واقع ہوا ہو تو وہ **"اسمِ آلہ"** ہو گا۔

سوال: مصنف کی عبارت "**اِسْمَیِ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ**" میں **اِسْمَیِ** منصوب یا مجرور کیوں ہے جبکہ اس سے پہلے ماضی، مضارع، امر اور نہی "**ھِیَ**" کی خبر کی بنا پر مرفوع ہیں لہذا اس کو بھی مرفوع ہونا چاہئے تھا؟

جواب: "**اِسْمَیِ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ**" میں **اِسْمَیِ** درست نہیں ہے یہ بھی دیگر خبروں کی طرح مرفوع ہے، جیسا کہ مراح الارواح کی عربی شرح بنام "**دیکنقوز**" میں متن کی عبارت یوں ہے: "**اِسْمُ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ**"۔ اور الفلاح شرح مراح الارواح میں "**اِسْمُ الْفَاعِلِ وَ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ**" مذکور ہے۔

نوٹ: جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ اوزان کی معرفت میں سات چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے لہذا ہم اپنی کتاب کو بھی سات ابواب میں منقسم کریں گے۔

اَلْبَابُ الْاَوَّلُ فِی الصَّحِیْحِ

صحیح کے بیان

الصَّحِیْحُ ھُوَ الَّذِی لَیْسَ فِی مُقَابَلَةِ الْفَاءِ وَ الْعَیْنِ وَ اللَّامِ حَرْفُ عِلَّةٍ وَ تَضْعِیْفٍ وَ ھَمْزَةٍ۔ نَحْوُ الضَّرْبُ۔

ترجمہ: صحیح وہ لفظ ہے جس کے فاء، عین اور لام کلمے کے مقابلہ میں کوئی حرفِ علت، تضعیف (دو حرف ہم جنس) اور ہمزہ نہ ہو۔ جیسے "الضَّرْبُ" (مارنا)۔

فَاِنْ قِیْلَ: لِمَ اُخْتُصَّ الْفَاءُ وَ الْعَیْنُ وَ اللَّامُ لِلْوَزْنِ؟ قُلْنَا: حَتّٰی یَکُوْنَ فِیْهِ مِنْ حُرُوْفِ الشَّفَةِ وَ الْوَسْطِ وَ الْحَلْقِ شَیْءٌ۔

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ فاء، عین اور لام کو وزن کے لئے کیوں خاص کیا گیا ہے؟ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے تاکہ اس (وزن) میں حروفِ شفوی، وسطی اور حلقی میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ شامل ہو جائے۔

فَقُلْنَا: الضَّرْبُ مَصْدَرٌ یَتَوَلَّدُ مِنْهُ الْاَشْیَاءُ التِّسْعَةُ۔

ترجمہ: پس ہم کہتے ہیں کہ "الضَّرْبُ" ایسا مصدر ہے کہ اس سے نو چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

وَ ھُوَ أَصْلٌ فِی الْاِشْتِقَاقِ عِنْدَ الْبِصْرِیِّیْنَ۔ لِأَنَّ مَفْھُوْمَهٗ وَاحِدٌ وَ مَفْھُوْمَ الْفِعْلِ مُتَعَدِّدٌ۔ لِدَلَالَتِهٖ عَلَی الْحَدَثِ وَ الزَّمَانِ۔ وَ الْوَاحِدُ قَبْلَ الْمُتَعَدِّدِ۔ وَ اِذَا کَانَ أَصْلاً لِلْأَفْعَالِ یَکُوْنُ أَصْلاً لِمُتَعَلِّقَاتِهَا أَیْضاً۔

ترجمہ: اور بصریوں کے نزدیک اشتقاق میں مصدر اصل ہے۔اس لئے کہ مصدر کا مفہوم ایک ہوتا ہے اور فعل کا مفہوم اس کے حدوث وزمان پر دلالت کرنے کی وجہ سے متعدد ہوتا ہے۔اور واحد متعدد سے پہلے ہوتا ہے۔ اور جب مصدر افعال کے لئے اصل ہوا تو مصدر فعل کے متعلقات کے لئے بھی اصل ہوگا۔

وَ لِأَنَّهُ اِسْمٌ وَالْاِسْمُ مُسْتَغْنٍ عَنِ الْفِعْلِ۔ وَ يُقَالُ لَهٗ مَصْدَرٌ۔ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَشْيَاءَ تَصْدُرُ عَنْهُ۔

ترجمہ: اور مصدر اسی وجہ سے اسم ہے۔اور اسم ہمیشہ فعل سے مستغنی (بے نیاز) ہوتا ہے۔ اور مصدر کو مصدر کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ چیزیں (افعال و متعلقاتِ افعال) مصدر سے ہی صادر ہوتی ہیں۔

سوال: صرفیوں کے نزدیک صحیح کی تعریف کیا ہے؟

جواب: صحیح وہ کلمہ ہے جس کے فاء عین اور لام کلمہ کے مقابلہ میں حرف علت نہ ہو اور دو حرف ایک جنس کے نہ ہوں اور ہمزہ بھی نہ ہو جیسے: "اَلضَّرْبُ"۔

سوال: وزن کے لیے فاء، عین اور لام کو کیوں خاص کیا گیا ہے؟

جواب: وزن کے لیے فاء، عین اور لام کو اس لیے خاص کیا گیا ہے کہ بعض حروف کا مخرج ہونٹ ہے اور بعض کا وسط اور بعض کا حلق پس فاء حروف شفویہ میں سے لے لیا گیا اور عین حروف حلقیہ میں سے اور لام حروف وسطیہ میں سے تاکہ وزن میں تینوں مخرج کے حروف جمع ہو جائیں۔

سوال: مصدر سے کتنی چیزیں پیدا ہوتی ہیں؟

جواب: مصدر سے نو چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

(۱)۔۔۔ماضی۔**(۲)**۔۔۔مضارع۔**(۳)**۔۔۔امر۔**(۴)**۔۔۔نہی۔**(۵)**۔۔۔اسمِ فاعل۔

(۶)۔۔۔اسمِ مفعول۔**(۷)**۔۔۔اسمِ مکان۔**(۸)**۔۔۔اسمِ زمان۔**(۹)**۔۔۔اسمِ آلہ۔

سوال: اشتقاق میں اصل کیا ہوتا ہے مصدر یا فعل؟

جواب: ان دونوں کے اصل ہونے میں بصریوں اور کوفیوں کے درمیان اختلاف ہے۔

سوال: بصریوں کے نزدیک مصدر اصل ہے یا فعل؟ دلائل کے ساتھ بیان کریں۔

جواب: بصریوں کے نزدیک مشتق ہونے میں مصدر اصل ہے اور فعل اس کی فرع ہے۔

(۱)۔۔۔پہلی دلیل: اس لیے کہ مصدر کا معنی ایک ہوتا ہے اور فعل کا معنی، معنی حدوثی اور زمانہ پر دلالت کرنے کی وجہ سے متعدد ہوتا ہے۔ اور واحد متعدد سے پہلے ہوتا ہے اور جو پہلے ہو وہی تو اصل ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔دوسری دلیل: فعل کے مفہوم تین ہوتے ہیں (۱) حدوثی معنی (۲) زمانہ (۳) نسبتِ فاعلی۔ جب کہ مصدر کا مفہوم ایک ہوتا ہے اور وہ حدث ہے۔ پس واحد مفرد ہوتا ہے اور متعدد مرکب ہوتا ہے اور مفرد مرکب سے پہلے ہوتا ہے جس کو سابق کہتے ہیں اور مرکب بعد میں

ہوتا ہے اسی لیے اسے لاحق کہتے ہیں۔اور سابق کو اصل بنانا لاحق کو اصل بنانے سے اولیٰ ہے۔اس لیے کہ سبق اصل کے خاصہ میں سے ہے۔

(۳)۔۔۔تیسری دلیل: اور مصدر اس لیے بھی اصل ہو گا کہ مصدر اسم ہے اور اسم فعل سے بے نیاز ہوتا ہے، جب کہ فعل اپنے وجود میں مصدر کا محتاج ہوتا ہے۔ نیز اپنی پہچان بر قرار رکھنے اور اپنا معنی دینے میں فاعل کا بھی محتاج ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔چوتھی دلیل: اور مصدر کو مصدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے مذکورہ سات اشیاء صادر ہوتی ہیں اور انہیں میں سے فعل بھی ہے۔

نوٹ: جب اتنی بات سمجھ میں آگئی تو یہ بھی جان لیں کہ جب مصدر افعال کے لیے اصل ہوا تو مصدر افعال کے متعلقات کے لیے بھی اصل ہو گا۔

وَ الْاِشْتِقَاقُ هُوَ اَنْ تَجِدَ بَيْنَ اللَّفْظَيْنِ تَنَاسُباً فِی اللَّفْظِ وَ الْمَعْنٰی۔وَ هُوَ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَنْوَاعٍ۔

ترجمہ: اور اشتقاق یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان لفظ اور معنی میں تناسب پایا جائے۔اور اشتقاق تین قسموں پر ہے۔

صَغِيْرٌ:وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ بَيْنَهُمَا تَنَاسُبٌ فِی الْحُرُوْفِ وَ التَّرْتِيْبِ، نَحْوُ: ضَرَبَ مِنَ الضَّرْبِ۔

ترجمہ: (۱)۔۔۔اشتقاقِ صغیر: وہ اشتقاق ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان حروف و ترتیب میں تناسب موجود ہو۔ جیسے ضَرَبَ الضَّرْبُ سے مشتق ہے۔

وَ کَبِیْرٌ: وَ ھُوَ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَھُمَا تَنَاسُبٌ فِی اللَّفْظِ دُوْنَ التَّرْتِیْبِ، نَحْوُ: جَبَذَ مِنَ الْجَذْبِ۔

ترجمہ:(۲)۔۔۔اشتقاقِ کبیر: وہ اشتقاق ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان صرف لفظ (حرف) میں تناسب موجود ہو، نہ کہ ترتیب میں۔ جیسے جَبَذَ الجَذْبُ سے مشتق ہے۔ جبذ اور جذب دونوں کا معنی کھینچنا ہے۔

وَ اَکْبَرُ: وَ ھُوَ اَنْ یَکُوْنَ بَیْنَھُمَا تَنَاسُبٌ فِی الْمَخْرَجِ دُوْنَ الْحُرُوْفِ وَ التَّرْتِیْبِ، نَحْوُ نَعَقَ مِنَ النَّھْقِ۔

ترجمہ: (۳)۔۔۔اشتقاقِ اکبر: وہ اشتقاق ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان صرف مخرج میں تناسب موجود ہو، نہ کہ حروف و ترتیب میں۔ جیسے نَعِقَ النّھْقُ سے مشتق ہے۔(یعنی ان دونوں کلموں کے حرفِ عین اور ہاء میں صرف مخرج کے اعتبار سے مناسبت ہے۔ اور حروف و ترتیب میں مناسبت موجود نہیں ہے۔ نعق کا معنی کوّے کا کاؤں کاؤں کرنا ہے اور النھق کا معنی گدھے کا رینکنا ہے، پس دونوں میں بلند آواز سے بولنا ہے)۔

وَ الْمُرَادُ مِنَ الْاِشْتِقَاقِ الْمَذْکُوْرِ ھَاھُنَا اِشْتِقَاقٌ صَغِیْرٌ۔

ترجمہ: اور یہاں ذکر کئے ہوئے اشتقاق سے اشتقاقِ صغیر مراد ہے۔

سوال: اشتقاق کی تعریف کیا ہے؟

جواب: دو متغائر لفظوں کے درمیان لفظ اور معنی میں جو مناسبت ہوتی ہے اسی مناسبت کو اشتقاق کہتے ہیں۔ اور اشتقاق (باب افتعال) کا مادہ ”شَقٌّ“ ہے، بمعنی ٹکڑے کرنا اور

شغاف کرنا، نیز اشتقاق سے مراد ایک لفظ سے دوسرے لفظ کو نکالنا ہے، جیسے مصدر سے ماضی، مضارع، امر، نہی، اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ بنتے یعنی نکلتے ہیں۔

سوال: اشتقاق کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: اشتقاق کی تین قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔اِشْتِقَاق صَغِیْر۔ **(۲)**۔۔۔اِشْتِقَاق کَبِیْر۔ **(۳)**۔۔۔اِشْتِقَاق اَکْبَر۔

سوال: اِشْتِقَاق صَغِیْر کی تعریف مع مثال کیا ہے؟ اور اس کو اِشْتِقَاق صَغِیْر کیوں کہتے ہیں؟

جواب: (۱)۔۔۔**اِشْتِقَاق صَغِیْر:** اگر دو لفظوں کے درمیان حروف اور ترتیب میں مناسبت پائی جائے تو وہ اشتقاق صغیر ہے، جیسے "**ضَرَبَ**" (فعل ماضی) اور "**الضَّرْبُ**" (مصدر) یہ دو لفظ ہیں اور ان دونوں کے درمیان مناسبت حروف میں پائی جاتی ہے کہ ض، ر، ب، دونوں میں ہیں، اور دونوں میں ترتیب بھی برقرار ہے۔ نیز معنی میں بھی مناسبت پائی جارہی ہے کہ دونوں کے معنی میں مارنے کا معنی پایا جارہا ہے۔

اور اس کو اشتقاقِ صغیر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی عدم مناسبت نہیں ہے بلکہ مناسبت تامہ ہے، اب یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تب تو اس قسم کا نام صغیر نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ اشتقاق تام ہونا چاہئے تھا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کو اشتقاق تام نہیں کہہ سکتے کہ اشتقاق تام کا نام دینے کی صورت میں ضرب اور الضرب کا معنی پورے طور سے ایک ہونا لازم آئے گا جبکہ یہاں معنی میں ذرا سا عدم مناسبت ہے اور وہ یہ کہ "**ضَرَبَ**"

کے معنی میں مارنے کا معنی اور زمانہ دونوں پایا جاتا ہے جبکہ **"اَلضَّرْبُ"** کے معنی میں صرف مارنے کا معنی پایا جاتا ہے نہ کہ زمانہ، کہ یہ اسم ہے اور اسم میں زمانہ نہیں ہوتا۔

سوال: اِشْتِقَاق کَبِیْر کی تعریف مع مثال کیا ہے؟

جواب: (۲)۔۔۔**اِشْتِقَاق کَبِیْر**: اگر دو لفظوں کے درمیان صرف لفظ یعنی حروف میں مناسبت پائی جائے تو وہ اشتقاقِ کبیر ہے، جیسے **"جَبَذَ"** (فعل ماضی) اور **"اَلْجَذْبُ"** (مصدر) یہ دونوں لفظ ہیں اور ان دونوں میں صرف حروف میں مناسبت پائی جارہی ہے کہ دونوں میں ج، ب، ذ، ہے لیکن ترتیب میں مناسبت نہیں ہے۔

سوال: اِشْتِقَاق اَکْبَر کی تعریف مع مثال کیا ہے؟

جواب: (۳)۔۔۔**اِشْتِقَاق اَکْبَر**: اگر دو متغائر لفظوں کے درمیان مخرج میں مناسبت پائی جائے تو وہ اشتقاقِ اکبر ہے، جیسے **"نَعَقَ"** (فعل ماضی) اور **"النَّهْقُ"** (مصدر) یہ دو لفظ ہیں اور ان دونوں کے درمیان مناسبت صرف مخرج کے اعتبار سے ہے نہ کہ حروف و ترتیب کے اعتبار سے، کہ پہلے میں ن، ع، ق، ہے اور دوسرے میں ن، ھ، ق، ہے، پس بیچ والا حرف (ع) اور (ھ) ہے اور یہ دونوں مخرج کے اعتبار سے حروف حلقیہ میں سے ہیں، پس مخرج میں مناسبت تو ہے لیکن حروف اور ترتیب میں نہیں ہے۔

سوال: اشتقاق کی اقسام ثلاثہ کو دلیل حصر کے اعتبار سے کیسے بیان کریں گے؟

جواب: اشتقاق کی اقسام ثلاثہ کو دلیل حصر کے اعتبار سے یوں بیان کریں گے:

کہ مشتق اور مشتق منہ دو حال سے خالی نہیں: (۱)۔۔۔یا تو مشتق کے حروف مشتق منہ کے حروف کی جنس سے باعتبار ذات ہوں گے۔ (۲)۔۔۔یا باعتبار مخرج ہوں گے۔

اگر باعتبار مخرج ہوں تو وہ **"اشتقاق اکبر"** ہے۔

اور اگر باعتبار ذات ہوں تو یہ دو حال سے خالی نہیں: (۱)۔۔۔یا تو مشتق کے حروف مشتق منہ کے حروف کی ترتیب پر ہوں گے۔ یا(۲)۔۔۔خلاف ترتیب ہوں گے۔

پس اول **"اشتقاق صغیر"** ہے اور ثانی **"اشتقاق کبیر"** ہے۔

سوال: علم صرف میں اشتقاق کی کون سی قسم مراد ہوتی ہے؟

جواب: علم صرف میں جو مشتق اور مشتق منہ کے درمیان اشتقاق پایا جاتا ہے وہ اشتقاقِ صغیر ہوتا ہے۔ **"اَلضَّرْبُ "**مصدر مشتق منہ ہے اور **"ضَرَبَ، یَضْرِبُ، اِضْرِبْ، لَاتَضْرِبْ، ضَارِبٌ، مَضْرُوْبٌ، مِضْرَبٌ، مَضْرِبٌ"** وغیرہ مشتق ہیں اور ان کے درمیان حروف و ترتیب دونوں میں مناسبت پائی جاتی ہے۔

وَ قَالَ الْکُوْفِیُّوْنَ: یَنْبَغِیْ اَنْ یَکُوْنَ الْفِعْلُ اَصْلاً، لِاَنَّ اِعْلَالَہٗ مَدَارٌ لِاِعْلَالِ الْمَصْدَرِ وُجُوْداً وَعَدَماً۔

ترجمہ: اور کوفیوں نے کہا کہ فعل کا اصل ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فعل کی تعلیل مصدر کی تعلیل کے لئے وجود و عدم کے اعتبار سے مدار (یعنی سبب) ہے۔

اَمَّا وُجُوداً فَفِی یَعِدُ عِدَةً وَ قَامَ قِیَاماً وَ اَمَّا عَدَماً فَفِی یَوْجَلُ وَجْلاً وَ قَاوَمَ قِوَاماً۔ وَ مَدَارِیَّتُهُ تَدُلُّ عَلٰی اَصَالَتِهٖ۔ وَ اَیْضاً یُؤَکَّدُ الْفِعْلُ بِهٖ، نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْباً، وَ هُوَ بِمَنْزِلَةِ ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ، وَ الْمُؤَکَّدُ اَصْلٌ مِنَ الْمُؤَکِّدِ۔

ترجمہ: بہر حال اعلال وجوداً کی مثال یَعِدُ، عِدَةً اور قَامَ، قِیَاماً میں موجود ہے۔ اور رہا اعلال عدماً کی مثال تو وہ یَوْجَلُ، وَجْلاً اور قَاوَ، مَرقِوَاماً میں موجود ہے۔ اور اعلال میں فعل کا مدار ہونا فعل کے اصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نیز مصدر کے ذریعہ فعل کی تاکید بھی لائی جاتی ہے۔ جیسے ضَرَبْتُ ضَرْباً۔ اور یہ ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ کی منزل میں ہے۔ اور مُؤَکَّد، مُؤَکِّد سے اصل ہوتا ہے۔ (یعنی جس کی تاکید لائی جائے وہ اصل ہوتا ہے اور جس کے ذریعہ سے تاکید لائی جائے وہ اصل نہیں ہوتا ہے)۔

وَ یُقَالُ لَهُ مَصْدَرٌ، لِکَوْنِهٖ مَصْدُوراً عَنِ الْفِعْلِ کَمَا قَالُوا: مَشْرَبٌ عَذْبٌ وَ مَرْکَبٌ فَارِهٌ اَیْ مَشْرُوْبٌ وَ مَرْکُوبٌ۔

ترجمہ: اور مصدر کو مصدر اس لئے کہتے ہیں کہ مصدر فعل سے ہی صادر ہوتا ہے۔ جیسے کہ لوگوں نے کہا مَشْرَبٌ عَذْبٌ اور مَرْکَبٌ فَارِهٌ یعنی مَشْرُوْبٌ عَذْبٌ (میٹھا پانی) اور مَرْکُوبٌ فَارِهٌ (چالاک گھوڑا)۔

سوال: کوفیوں کے نزدیک کیا اصل ہے مصدر یا فعل؟ مع دلائل بیان کریں۔

جواب: حضرات کوفین کہتے ہیں کہ فعل کا اصل ہونا اور مصدر کا فرع ہونا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱)۔۔۔پہلی دلیل: اس لیے کہ مصدر کی تعلیل کا دارومدار فعل کی تعلیل پر وجوداً اور عدماً موقوف ہوتا ہے۔

وجوداً سے مراد یہ ہے کہ اگر فعل میں تعلیل ہوئی ہے تو لامحالہ مصدر میں بھی تعلیل ہوگی۔ جیسے "**یَعِدُ**" اور "**قَامَ**" ان دونوں فعلوں میں تعلیل ہوئی ہے تو ان کے مصدر "**عِدَةٌ**" اور "**قِیَامٌ**" میں بھی تعلیل ہوئی ہے۔

اور عدماً سے مراد یہ ہے کہ اگر فعل میں تعلیل نہیں ہوئی ہے تو مصدر میں بھی تعلیل نہیں ہوگی۔ جیسے "**یَوْجَلُ**" اور "**قَاوَمَ**" ان دونوں فعلوں میں تعلیل نہیں ہوئی ہے تو ان کے مصدر "**وَجْلٌ**" اور "**قِوَامٌ**" میں بھی تعلیل نہیں ہوئی ہے۔

پس اعلال میں فعل کا مدار و سبب ہونا فعل کے اصل ہونے اور مصدر کے فرع ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ اگر مصدر اصل ہوتا تو اعلال میں فعل کے تابع نہ ہوتا، اس لیے کہ اصل فرع کی اتباع نہیں کرتا۔

(۲)۔۔۔دوسری دلیل: مصدر کے ذریعہ فعل کی تاکید لائی جاتی ہے جیسے "**ضَرَبْتُ ضَرْباً**" جو کہ "**ضَرَبْتُ ضَرَبْتُ**" کی منزل ہے، پس فعل **مُؤَکَّدٌ** ہوا اور مصدر **مُؤَکِّد**، اور مُؤَکَّدٌ، مُؤَکِّدٌ سے اصل ہوتا ہے، کیونکہ دوسرے "**ضَرَبْتُ**" کی تاکید "**ضَرْباً**" سے لائی گئی ہے اور **ضَرْباً** مصدر ہے جو کہ تاکید ہے اور **ضَرَبْتُ** مُؤَکَّدٌ ہوا کہ اس کی تاکید لائی گئی ہے۔ پس تاکید اپنے مُؤَکَّد کی فرع ہوتی ہے اور مُؤَکَّد اس تاکید کا متبوع، اور متبوع اصل ہوتا ہے اور تابع فرع۔

(۳)۔۔۔ تیسری دلیل: مصدر کو مصدر کہنے کی وجہ **"مَصْدُوْرٌعَنِ الْفِعْل"** ہونے کی وجہ سے ہے یعنی فعل سے صادر ہونے کی وجہ سے نہ کہ اس وجہ سے جس کو بصریین نے بیان کیا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے **"مَشْرَبٌ عَذْبٌ"** جو کہ **"مَشْرُوْبٌ عَذْبٌ"** کے معنی میں ہے یعنی میٹھا پانی۔ پس یہاں پر **مَشْرَبٌ** جو کہ مصدرِ میمی ہے وہ اسم مفعول **"مَشْرُوْبٌ"** کے معنی میں ہے نہ کہ اسم ظرف کے معنی میں۔ جیسا کہ بصریین نے کہا کہ مصدر کو مصدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے اشیاء صادر ہوتی ہیں، لہذا یہ مصدر ہے بمعنی صادر ہونے کی جگہ و محل۔ اب اگر ہم بصریین کی بات مان لیں تو **"مَشْرَبٌ عَذْبٌ"** کا معنی ہو گا پینے کا میٹھا محل، اور محل پیالہ یا گلاس ہوتا ہے اور پیالہ یا گلاس میٹھا نہیں ہوتا بلکہ مشروب میٹھا ہوتا ہے جو پیالہ یا گلاس میں ڈال کر پیا جاتا ہے، پس یہ بات عیاں ہو گئی کہ **"مَشْرَبٌ"** بمعنی **"مَشْرُوْبٌ"** ہے اور **"مَشْرُوْبٌ"** اسم مفعول ہے اور اسم مفعول فعل مضارع سے بنتا ہے، لہذا اس طریقہ پر مصدر فعل کا فرع ہو گیا کہ مصدر فعل کے متعلقات کے معنی میں ہے اور خود فعل اصل ہو گیا۔

اسی طرح **"مَرْكَبٌ فَارِهٌ"** **"مَرْكُوْبٌ فَارِهٌ"** کے معنی میں ہے یعنی چالاک گھوڑا، اس لیے کہ **"مَرْكَبٌ"** کو ظرف کے معنی میں لیں تو وہ زین ہے اور زین چالاک نہیں ہوتی اور اگر **"مَرْكَبٌ"** کو **"مَرْكُوْبٌ"** کے معنی میں لیں تو وہ گھوڑا ہے اور گھوڑا چلاک ہوتا ہے لہذا معنی بھی درست ہو گیا، اور **"مَرْكُوْبٌ"** اسم مفعول ہے جو کہ فعل سے بنتا ہے اور جو شے جس سے بنتی ہے وہ اس کے لیے اصل ہوتی ہے اور وہ شے جو بنی ہے فرع ہوتی ہے۔ لہذا فعل اصل اور اسم مفعول

اس کی فرع اور جو اسم مفعول کے معنی میں ہو وہ بھی لا محالہ فعل کی فرع ہو گی، پس مصدر اسم مفعول کے معنی میں ہونے کی وجہ سے فعل کی فرع ہے۔

بصریین کی جانب سے کوفیین کے دلائل کا رد

قُلْنَا فِی جَوَابِهِمْ: اِعْلَالُ الْمَصْدَرِ لِلْمُشَاكَلَةِ لَا لِلْمَدَارِيَّةِ كَحَذْفِ الْوَاوِ فِی تَعِدُ وَ الْهَمْزَةِ فِی تُكْرِمُ۔

ترجمہ: ہم (یعنی بصریین) کوفیین کے جواب میں کہتے ہیں کہ مصدر کا اعلال مداریت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ مشاکلت کی وجہ سے ہے۔ جیسے کہ تَعِدُ میں واؤ کا حذف ہونا، اور تُكْرِمُ میں ہمزہ کا حذف ہونا۔

وَ الْمُؤَكِّدِيَّةُ لَا تَدُلُّ عَلَى الْاَصَالَةِ فِی الْاِشْتِقَاقِ بَلْ فِی الْاِعْرَابِ كَمَا فِی جَاءَنِی زَيْدٌ زَيْدٌ۔ وَ قَوْلُهُمْ: مَشْرَبٌ عَذْبٌ وَ مَرْكَبٌ فَارِهٌ مِنْ بَابِ جَرَى النَّهْرُ وَ سَالَ الْمِيْزَابُ۔

ترجمہ: اور مؤکدیت اشتقاق میں اصل ہونے پر دلالت نہیں کرتا بلکہ مؤکدیت اعراب میں اصل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے کہ جَاءَنِی زَيْدٌ زَيْدٌ میں (کہ دوسرے زید کا اعراب مؤکدیت کی بناء پر پہلے زید کے اعراب کے مثل ہے)۔ اور کوفیین کا قول مَشْرَبٌ عَذْبٌ اور مَرْكَبٌ فَارِهٌ یہ جَرَى النَّهْرُ اور سَالَ الْمِيْزَابُ کے باب سے ہے۔ یعنی مجاز کے قبیل سے ہے۔

سوال: "مراح الارواح" کے مصنف نے کن کے قول کو اختیار کیا ہے؟

جواب: "مراح الارواح" کے مصنف نے بصریین کے قول کو اختیار کیا ہے اور انہیں کے قول کو ترجیح دی ہے اسی وجہ سے "**قُلْنَا فِی جَوَابِهِمْ**" کہہ کر کوفیین کی دلیلوں کا رد فرمایا ہے۔

کوفیین کی پہلی دلیل کارد

سوال: "**مراح الارواح**" کے مصنف نے کوفیین کی پہلی دلیل کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: "**مراح الارواح**" کے مصنف نے کوفیین کی پہلی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ "کوفیین نے فعل کے اصل ہونے پر جو اعلال والی دلیل دی ہے وہ درست نہیں ہے کیونکہ فعل کی تعلیل کی وجہ سے مصدر میں جو تعلیل ہوتی ہے وہ مشاکلۃ یعنی ہم شکل ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ مدار و سبب ہونے کی وجہ سے۔ جیسے کہ "**تَعِدُ**" میں واؤ کو حذف کرنا "**یَعِدُ**" میں واؤ کے حذف کرنے کی وجہ سے ہوا ہے تاکہ دونوں صیغے ہم شکل ہو جائیں، حالانکہ "**تَعِدُ**" میں واؤ کو حذف کرنے کی وہ علت موجود نہیں ہے جس علت کی بناء پر "**یَعِدُ**" سے واؤ کو حذف کیا گیا ہے، اور وہ علت یہ ہے کہ جو واؤ علامتِ مضارع یائے مفتوح اور کسرہ کے درمیان واقع ہو وہ حذف ہو جاتی ہے، پس یہ علت "**یَعِدُ**" میں تو موجود ہے کیونکہ اسکی اصل "**یَوْعِدُ**" ہے، لیکن "**تَعِدُ**" میں موجود نہیں ہے کیونکہ اس کی اصل "**تَوْعِدُ**" ہے (یعنی اس میں علامتِ مضارع تائے مفتوح ہے نہ کہ یائے مفتوح)، لیکن پھر بھی "**تَوْعِدُ**" سے واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے تاکہ یہ صیغہ "**یَعِدُ**" کے ہم شکل ہو جائے۔

اور ایسے ہی "**تُکْرِمُ**" سے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے "**اُکْرِمُ**" کی وجہ سے تاکہ "**تُکْرِمُ**" کا وزن "**اُکْرِمُ**" کے ہم شکل ہو جائے۔ حالانکہ جس علت کے تحت "**اُکْرِمُ**" سے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے وہ علت "**تُکْرِمُ**" میں موجود نہیں ہے، اور وہ علت دو ہمزوں کا ایک جگہ جمع ہونا ہے۔ پس دو ہمزہ مضارع کے واحد متکلم میں تو جمع ہو گئے تھے کیونکہ "**اُکْرِمُ**" کی اصل "**اُأَکْرِمُ**" ہے

لیکن "**تُكْرِمُ**" میں دو ہمزہ جمع نہیں ہوئے تھے کیونکہ "**تُكْرِمُ**" کی اصل "**تُأَكْرِمُ**" ہے، مگر پھر بھی "**تُكْرِمُ**" سے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے تاکہ "**تُكْرِمُ**" کا وزن "**أُكْرِمُ**" کے ہم شکل ہو جائے۔ پس یہ اعلال مشاکلت کے طور پر ہوتی ہے نہ کہ مداریت کے طور پر۔

نیز بسا اوقات فعل میں تو تعلیل ہوتی ہے مگر اس کے مصدر میں تعلیل نہیں ہوتی ہے جیسے کہ "**رَمٰی**" میں تو تعلیل ہوئی ہے مگر "**رَمْيٌ**" میں نہیں ہوئی ہے حالانکہ یہ مصدر ہے، پس اگر کوفیین کا قول درست ہوتا تو "**رَمْيٌ**" میں بھی تعلیل ہونی چاہئے کہ اس کے فعل میں تعلیل ہوئی ہے، یوں ہی "**اِعْشَوْشَبَ**" میں تعلیل ہوئی ہے مگر "**اِعْشِيْشَابٌ**" میں تعلیل نہیں ہوئی ہے۔ پس اس رو سے کوفیوں کی یہ دلیل درست نہیں ہے۔

کوفیین کی دوسری دلیل کا رد

سوال: "مراح الارواح" کے مصنف نے کوفیین کی دوسری دلیل کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: "مراح الارواح" کے مصنف نے کوفیین کی دوسری دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ "کوفیین نے فعل کے اصل ہونے پر جو "**مُؤَكَّد**" اور "**مُؤَكِّد**" والی دلیل پیش کی ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ مؤکدیت اشتقاق میں فعل کے اصل ہونے پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ مؤکدیت اعراب میں فعل کے اصل ہونے پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ جو اعراب "مُؤَكَّد" کا ہوتا ہے وہی اعراب "**مُؤَكِّد**" کا ہوتا ہے جیسے "**جَاءَنِیْ زَيْدٌ زَيْدٌ**"۔ پس پہلا **زَيْدٌ** مؤکَّد ہے اور دوسرا **زَيْدٌ** اس کی تاکید ہے اور یہ اپنے مؤکَّد کی وجہ سے مرفوع ہے"۔

اور دوسری بات یہ کہ کوفیین نے کہا تھا کہ مصدر مؤکِّد ہوتا ہے حالانکہ مصدر صرف مفعولِ مطلق کی صورت میں مؤکِّد بنتا ہے ہمیشہ نہیں۔ جیسے کہ "**جَآءَنِی زَیْدٌ زَیْدٌ**" میں، کہ دوسرا **زَیْدٌ** مؤکِّد ہے مگر مصدر نہیں ہے بلکہ وہ اسم جامد ہے۔ پس پتا چلا کہ کوفیین کی یہ دلیل بھی مضبوط نہیں ہے۔

کوفیین کی تیسری دلیل کا رد

سوال: "**مراح الارواح**" کے مصنف نے کوفیین کی تیسری دلیل کا کیا جواب دیا ہے؟

جواب: "**مراح الارواح**" کے مصنف نے کوفیین کی تیسری دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ "کوفیین نے جو فعل کے اصل ہونے پر "**مَشْرَبٌ عَذْبٌ**" اور "**مَرْکَبٌ فَارِهٌ**" والی دلیل دی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اہل عرب "**مَشْرَبٌ عَذْبٌ**" اور "**مَرْکَبٌ فَارِهٌ**" مجازاً کہتے ہیں، جس طرح "**جَرَی النَّهْرُ**" (نہر جاری ہے) اور "**سَالَ الْمِیْزَابُ**" (میزاب بہہ پڑا) کو مجازاً کہتے ہیں۔ حالانکہ نہر جاری نہیں ہوتی بلکہ پانی جاری ہوتا ہے، اسی طرح میزاب یعنی پرنالہ نہیں بہتا بلکہ پانی بہتا ہے، کیونکہ نہر زمین کے دونوں کنارے کی گہرائی کو کہتے ہیں اور میزاب مختلف دھات سے بنے ہوئے پرنالے کو کہتے ہیں۔ پس جس طرح یہاں پر جاری ہونے اور بہنے کی نسبت مجازاً نہر اور میزاب کی طرف کی گئی ہے اسی طرح **عَذْبٌ** (یعنی میٹھے) کی نسبت **مَشْرَبٌ** (یعنی پیالے) کی طرف اور **فَارِهٌ** (یعنی چالاک) کی نسبت **مَرْکَبٌ** (یعنی زین) کی طرف کی گئی ہے۔ پس کوفیین کی یہ دلیل بھی قابل استدلال نہیں"۔

وَ مَصْدَرُ الثُّلَاثِیِّ کَثِیْرٌ، وَ ھُوَ عِنْدَ سِیْبَوَیْہٖ یَرْتَقِیْ اِلَی اِثْنَیْنِ وَ ثَلَاثِیْنَ بَاباً۔ نَحْوُ: قَتْلٌ وَ فِسْقٌ وَ شُغْلٌ وَ رَحْمَۃٌ وَ نِشْدَۃٌ وَ کُدْرَۃٌ وَ دَعْوٰی وَ ذِکْرٰی وَ بُشْرٰی وَ لَیَّانٌ وَ حِرْمَانٌ وَ غُفْرَانٌ وَ نَزَوَانٌ وَ طَلَبٌ وَ خَنِقٌ وَ صِغَرٌ وَ ھُدًی وَ غَلَبَۃٌ وَ سَرِقَۃٌ وَ ذَھَابٌ وَ صِرَافٌ وَ سُؤَالٌ وَ مَدْخَلٌ وَ مَرْجِعٌ وَ مِسْعَاۃٌ وَ مَحْمِدَۃٌ وَزَھَادَۃٌ وَ دِرَایَۃٌ وَ دُخُوْلٌ وَ قَبُوْلٌ وَ وَجِیْفٌ وَ صُھُوْبَۃٌ۔

ترجمہ: **اور ثلاثی (مجرد) کے اوزان کثیر ہیں۔ اور وہ سیبویہ کے نزدیک ۳۲ باب تک جاتے ہیں۔ (ان تمام مصادر کے معانی آگے بیان کئے جائیں گے)۔**

سوال: ثلاثی مجرد کے مصادر کے کتنے اوزان ہیں؟

جواب: ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان غیر قیاسی ہیں جس کی وجہ سے ان کی تعداد کثیر ہے، لیکن علمائے صرف نے ان کی تعداد شمار کی ہے مگر اختلاف بہت ہے، سیبویہ کے قول کے مطابق ۳۲ اوزان ہیں جبکہ مصنف علم الصیغہ نے ۴۴۔ اوزان نقل فرمائے ہیں۔

وزن	مصدر	باب	معنی	وزن	مصدر	باب	معنی
فَعْلٌ	قَتْلٌ	ن	قتل کرنا	فِعْلٌ	فِسْقٌ	ن	نافرمانی کرنا
فُعْلٌ	شُغْلٌ	ف	کام میں مصروف ہونا	فَعْلَۃٌ	رَحْمَۃٌ	س	مہربانی کرنا
فِعْلَۃٌ	نِشْدَۃٌ	ن۔س	تلاش کرنا	فُعْلَۃٌ	کُدْرَۃٌ	ن۔س	گدلا ہونا

وزن	مصدر	باب	معنی	وزن	مصدر	باب	معنی
فَعْلٰی	دَعْوٰی	ن	بلانا	فِعْلٰی	ذِكْرٰی	ن	یاد کرنا
فُعْلٰی	بُشْرٰی	ن	خوش خبری دینا	فَعْلَانٌ	لَيَّانٌ	س-ض	نرم ہونا
فِعْلَانٌ	حِرْمَانٌ	ض	محروم ہونا	فُعْلَانٌ	غُفْرَانٌ	ض	بخشنا
فَعْلَانٌ	نَزْوَانٌ	ن	جفتی کرنا	فَعَلٌ	طَلَبٌ	ن	ڈھونڈنا
فَعِلٌ	خَنِقٌ	ك	گلا گھونٹنا	فِعَلٌ	صِغَرٌ	ك	چھوٹا ہونا
فُعَلٌ	هُدًی	ض	راہ نمائی کرنا	فَعَلَةٌ	غَلَبَةٌ	ض	غالب آنا
فَعِلَةٌ	سَرِقَةٌ	ض	چوری کرنا	فَعَالٌ	ذَهَابٌ	ف	جانا
فِعَالٌ	صِرَافٌ	ض	پھیرنا	فُعَالٌ	سُؤَالٌ	ف	مانگنا
مَفْعَلٌ	مَدْخَلٌ	ن	داخل ہونا	مَفْعِلٌ	مَرْجِعٌ	ض	واپس آنا
مِفْعِلَةٌ	مِسْعَاةٌ	ف	کوشش کرنا	مَفْعِلَةٌ	مَحْمِدَةٌ	س	تعریف کرنا
فَعَالَةٌ	زَهَادَةٌ	س	پرہیز گار ہونا	فِعَالَةٌ	دِرَايَةٌ	ض	جاننا
فُعُوْلٌ	دُخُوْلٌ	ن	اندر آنا	فَعُوْلٌ	قَبُوْلٌ	س	قبول کرنا
فَعِيْلٌ	وَجِيْفٌ	ك	دل دھل جانا	فُعُوْلَةٌ	صُهُوْبَةٌ	ك	بالوں کا سرخ ہونا

وَ يَجِيءُ عَلٰى اِسْمَيِ الْفَاعِلِ وَ مَفْعُوْلِ، نَحْوُ: قُمْتُ قَائِماً وَ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ، (القلم:٦)۔ وَيَجِيءُ لِلْمُبَالَغَةِ، نَحْوُ التَّهْدَارُ وَ التَّلْعَابُ وَ الْحِثِّيْثٰى وَ الدِّلِّيْلٰى۔

ترجمہ: اور ثلاثی (مجرد) کا مصدر اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے وزن پر بھی آتا ہے۔ جیسے قُمْتُ قَائِماً میں قَائِماً۔ اور اللہ تعالیٰ کے قول بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ میں الْمَفْتُوْنُ۔ اور مصدر مبالغہ کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے التَّهْدَارُ اور التَّلْعَابُ اور الْحِثِّيْثٰى اور الدِّلِّيْلٰى۔

وَ مَصْدَرُ غَیْرِ الثُّلَاثِیْ یَجِیْءُ عَلٰی سُنَنٍ وَاحِدٍ اِلَّا فِیْ کَلَّمَ کِلَّاماً وَفِیْ قَاتَلَ قِتَّالاً وَ قِیْتَالاً وَ فِیْ تَحَمَّلَ تِحِمَّالاً وَفِیْ زَلْزَلَ زِلْزَالاً۔

ترجمہ: اور غیر ثلاثی (مجرد) کا مصدر ایک ہی طریقہ (وزن) پر آتا ہے۔ سوائے کَلَّمَ کِلَّاماً اور قَاتَلَ قِتَّالاً اور قِیْتَالاً اور تَحَمَّلَ تِحِمَّالاً اور زَلْزَلَ زِلْزَالاً کے۔

سوال: کیا ثلاثی مجرد کے مصادر ان ۳۲ اوزان کے علاوہ بھی کسی وزن پر آتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ان ۳۲ اوزان کے علاوہ بھی کئی وزن پر ثلاثی مجرد کے مصادر آتے ہیں، جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول کے وزن پر "**قُمْتُ قَائِماً**" میں "**قَائِماً**" مصدر ہے، اور اللہ تعالی کے قول: "**بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْن**" میں "**مَفْتُوْنٌ**" مصدر ہے۔ اور مبالغہ کے لیے "**تَفْعَالٌ**" کے وزن پر آتا ہے جیسے "**تَهْدَارٌ**" (شراب میں زیادہ ابال آنا) اور "**تَلْعَابٌ**" (بہت کھیلنا) نیز "**فِعِّیْلٰی**" کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے "**حِثِّیْثٰی**" (بہت ابھارنا) اور "**دِلِّیْلٰی**" (بہت راہ نمائی کرنا)۔

سوال: غیر ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان کتنے ہیں؟

جواب: غیر ثلاثی مجرد کے مصادر کے اوزان صرف ایک وزن پر آتا ہے۔

مگر باب تَفْعِیْلٌ کا مصدر چار اوزان پر آتا ہے جیسے:

(۱)۔۔۔تَفْعِیْلٌ تَصْرِیْفٌ		(۲)۔۔۔تَفْعِلَةٌ تَصْلِیَةٌ

(۳)۔۔۔فَعَالٌ کَلَامٌ		(۴)۔۔۔فِعَّالٌ کِلَّامٌ۔

اور باب مُفَاعَلَةٌ کے تین وزن آتے ہیں جیسے:

(۱)۔۔۔مُفَاعَلَةٌ مُقَاتَلَةٌ　(۲)۔۔۔فِعَّالٌ قِتَّالٌ　(۳)۔۔۔فِيْعَالٌ قِيْتَالٌ۔

اور باب تَفَعُّلٌ کے دو وزن آتے ہیں جیسے:

(۱)۔۔۔تَفَعُّلٌ تَقَبُّلٌ　(۲)۔۔۔تِفِعَّالٌ تِحِمَّالٌ۔

اور رباعی مجرد کا باب دو وزن پر آتا ہے جیسے:

(۱)۔۔۔فَعْلَلَةٌ بَعْثَرَةٌ　(۲)۔۔۔فِعْلَالٌ زِلْزَالٌ۔

نوٹ: ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد، رباعی مزید فیہ اور ملحقات کے مصادر ان باب کے وزن پر ہی آتے ہیں، سوائے تَفْعِيْلٌ، مُفَاعَلَةٌ، تَفَعُّلٌ، فَعْلَلَةٌ کے۔

وَ الْاَفْعَالُ الَّتِی تَشْتَقُّ مِنَ الْمَصْدَرِ وَ هِیَ خَمْسَةٌ وَّ ثَلَاثُوْنَ بَاباً: سِتَّةٌ لِلثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ، نَحْوُ: ضَرَبَ يَضْرِبُ، وَ قَتَلَ يَقْتُلُ، وَ عَلِمَ يَعْلَمُ، وَ فَتَحَ يَفْتَحُ، وَ كَرُمَ يَكْرُمُ، وَ حَسِبَ يَحْسِبُ۔

ترجمہ: اور وہ افعال (خواہ ثلاثی ہوں یا ان کے علاوہ) جو مصدر سے **مشتق** ہوتے ہیں وہ کل ۳۵ باب ہیں۔ ان میں سے چھ ثلاثی مجرد کے ہیں۔ جیسے (۱) ضَرَبَ يَضْرِبُ (۲) قَتَلَ يَقْتُلُ (۳) عَلِمَ يَعْلَمُ (۴) فَتَحَ يَفْتَحُ (۵) كَرُمَ يَكْرُمُ (۶) حَسِبَ يَحْسِبُ۔

وَ يُسَمَّى الثَّلَاثَةُ الْاُوْلُ دَعَائِمَ الْاَبْوَابِ، لِاِخْتِلَافِ حَرَكَاتِهِنَّ فِی الْمَاضِی وَ الْمُسْتَقْبِلِ وَ كَثْرَتِهِنَّ۔ وَ فَتَحَ يَفْتَحُ لَا يُدْخَلُ فِی الدَّعَائِمِ، لِاِنْعِدَامِ اِخْتِلَافِ الْحَرَكَاتِ وَ اِنْعِدَامِ مَجِيْئِهٖ بِغَيْرِ حَرْفِ الْحَلْقِ۔

ترجمہ: اور پہلے تین ابواب کا نام ماضی اور مضارع میں ان کی حرکات کے مختلف ہونے (بدلنے) اور ان کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے ابواب کی اصل (جڑ) رکھا جاتا ہے۔ اور فَتَحَ یَفْتَحُ ماضی اور مضارع میں حرکات کے مختلف نہ ہونے، اور اس کے بغیر حرفِ حلقی کے نہ آنے کی وجہ سے دعائم الابواب میں شامل نہیں ہے۔

وَ اَمَّا رَکَنَ یَرْکَنُ وَ اَبٰی یَاْبٰی فَمِنَ اللُّغَاتِ الْمُتَدَاخِلَةِ وَ الشَّوَاذِّ۔

ترجمہ: اور رہا رَکَنَ یَرْکَنُ اور اَبٰی یَاْبٰی لغاتِ متداخلہ اور شواذ میں سے ہیں۔

سوال: وہ افعال جو مصدر سے مشتق ہوتے ہیں ان کے کتنے ابواب آتے ہیں؟

جواب: جو افعال مصدر سے مشتق ہوتے ہیں ان کے ۳۵ ابواب آتے ہیں۔

سوال: ثلاثی مجرد کے کتنے ابواب ہیں؟ نیز دعائم الابواب کون سے ہیں اور کیوں ہیں؟

جواب: ثلاثی مجرد کے چھ ابواب آتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ضَرَبَ یَضْرِبُ (۲)۔۔۔نَصَرَ یَنْصُرُ (۳)۔۔۔عَلِمَ یَعْلَمُ ان تینوں کو اصول الابواب اور دعائم الابواب کہتے ہیں، کیونکہ ان تینوں ابواب میں ماضی اور مضارع کے اندر حرکات مختلف ہوتے ہیں اور یہ ابواب کثرت کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۴)۔۔۔فَتَحَ یَفْتَحُ (۵)۔۔۔کَرُمَ یَکْرُمُ (۶)۔۔۔حَسِبَ یَحْسِبُ۔

سوال: فَتَحَ یَفْتَحُ۔ کَرُمَ یَکْرُمُ۔ حَسِبَ یَحْسِبُ۔ کو دعائم الابواب میں کیوں نہیں داخل کیا گیا؟

جواب: "**فَتَحَ يَفْتَحُ**" دعائم الابواب میں داخل نہیں ہے کیونکہ ماضی اور مضارع میں اس کی حرکات مختلف نہیں ہوتی ہیں، نیز یہ حرف حلقی کے بغیر آتا بھی نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے اس باب سے زیادہ مصادر نہیں آتے اور قلیل المصدر ہونے والا باب اصول الابواب نہیں ہوتا۔

اور "**كَرُمَ يَكْرُمُ**" بھی دعائم الابواب میں داخل نہیں ہے، کیونکہ یہ صرف طبائع اور نَعُوت سے ہی آتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو بھی فعل اس باب سے آتا ہے اس میں یا تو طبیعت کا معنی ہو گا یا کسی خوبی وصفت کا معنی پایا جائے گا، اور کسی ایک یا دو معنی پر منحصر ہونے والا باب اصول الابواب نہیں ہوتا۔

اور "**حَسِبَ يَحْسِبُ**" اپنے قلتِ استعمال کی وجہ سے دعائم الابواب میں داخل نہیں ہے، کیونکہ قلتِ استعمال دعائم الابواب ہونے کے سبب کے مخالف ہے۔

سوال: لغات متداخلہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: لغات متداخلہ اسے کہتے ہیں جس میں دو لغت داخل ہوں، جیسے ایک لغت کے اعتبار سے "رَكَنَ يَرْكَنُ" باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے آتا ہے اور دوسری لغت کے اعتبار سے باب عَلِمَ يَعْلَمُ سے آتا ہے۔ پس رَكَنَ يَرْكَنُ کا ماضی باب نَصَرَ يَنْصُرُ سے لیا گیا اور مضارع باب عَلِمَ يَعْلَمُ سے لیا گیا اور یوں رَكَنَ يَرْكَنُ بنا دیا گیا ہے۔ نیز یہ شواذ میں سے بھی ہے اور یہی حال اَبیٰ يَأبیٰ کا ہے

وَ اَمَّا بَقٰی یَبْقٰی وَ فَنٰی یَفْنٰی وَ قَلٰی یَقْلٰی فَلُغَاتُ بَنِی طَیِّیٍ قَدْ فَرُّوْا مِنَ الْکَسْرَۃِ اِلَی الْفَتْحَۃِ۔

ترجمہ: اور بَقٰی یَبْقٰی اور فَنٰی یَفْنٰی اور قَلٰی یَقْلٰی پس یہ بنو طی کی لغت میں ہیں اور یہ لوگ کسرہ سے فتحہ کی طرف گئے ہیں۔

وَ کَرُمَ یَکْرُمُ لَا یُدْخَلُ فِی الدَّعَائِمِ، لِاَنَّہٗ لَا یَجِیْءُ اِلَّا مِنَ الطَّبَائِعِ وَ النُّعُوْتِ۔ وَ حَسِبَ یَحْسِبُ لَا یُدْخَلُ فِی الدَّعَائِمِ، لِقِلَّتِہٖ۔

ترجمہ: اور کَرُمَ یَکْرُمُ دعائم الابواب میں داخل نہیں ہے کیونکہ یہ طبائع اور صفات کے علاوہ کسی دوسرے سے نہیں آتا ہے۔ اور حَسِبَ یَحْسِبُ اپنے قلتِ استعمال کی وجہ سے دعائم الابواب میں داخل نہیں ہے۔

وَ قَدْ جَاءَ فَعُلَ یَفْعَلُ عَلٰی لُغَۃٍ مَنْ قَالَ: کُدْتَّ تَکَادُ وَ ھِیَ شَاذَّۃٌ کَفَضِلَ یَفْضُلُ وَ دِمْتَ تَدُوْمُ۔

ترجمہ: اور فَعُلَ یَفْعَلُ اس شخص کی لغت پر آیا ہے جس نے کہا کُدْتَّ تَکَادُ۔ اور یہ شاذ ہے۔ جیسے فَضِلَ یَفْضُلُ اور دِمْتَ تَدُوْمُ۔

سوال: آپ کا قول کہ باب "**فَتَحَ یَفْتَحُ**" میں حرف حلقی ضرور آتا ہے، صحیح نہیں ہے کیونکہ "رَکَنَ یَرْکَنُ، اَبٰی یَابٰی، بَقٰی یَبْقٰی، فَنٰی یَفْنٰی، قَلٰی یَقْلٰی" میں حرف حلقی نہیں آیا مگر پھر بھی یہ تمام "**فَتَحَ یَفْتَحُ**" سے آتے ہیں، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ **رَکَنَ یَرْکَنُ** لغات متداخلہ میں سے ہے، اور **اَبیٰ یَابیٰ** باعتبارِ قلتِ استعمال شواذ میں سے ہے، اور **بَقیٰ یَبْقیٰ، فَنیٰ یَفْنیٰ، قَلیٰ یَقْلیٰ** صرف بنو طی کی لغات میں "**فَتَحَ یَفْتَحُ**" سے آتے ہیں، ورنہ عرب کے دیگر قبائل کی لغات میں یہ "**فَتَحَ یَفْتَحُ**" سے نہیں آتے ہیں، بلکہ **ضَرَبَ یَضْرِبُ** سے آتے ہیں۔ اور بنو طی ان کو "**فَتَحَ یَفْتَحُ**" سے اس لیے لاتے ہیں کہ یہ لوگ یاء سے پہلے کسرہ کو اجتماعِ کسرات کی وجہ سے ثقیل سمجھتے ہیں، اور یہ لوگ کسرہ سے فتحہ کی طرف خروج کرنے میں تخفیف محسوس کرتے ہیں اسی وجہ سے ان لوگوں نے عین کلمہ کے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا ہے جس کی وجہ سے **یَابیٰ، یَبْقیٰ، یَفْنیٰ، یَقْلیٰ** ہو گیا ہے۔

سوال: "**وَقَدْ جَاءَ فَعُلَ یَفْعَلُ عَلیٰ لُغَۃِ مَنْ قَالَ: کُدْتُّ تَکَادُ وَھِیَ شَاذَّۃٌ کَفَضِلَ یَفْضُلُ وَدِمْتَ تَدُوْمُ**" اس عبارت سے مصنف کیا بتانا چاہتے ہیں؟

جواب: مصنف اس عبارت سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثلاثی مجرد سے چھ ابواب کے علاوہ اور دو باب آتے ہیں اور وہ **فَعُلَ یَفْعَلُ** جیسے **کَادَ یَکُوْدُ** ہے جس کی اصل **کَوُدَ یَکْوَدُ** ہے اور **فَعِلَ یَفْعُلُ** جیسے **فَضِلَ یَفْضُلُ** اور **دِمْتَ تَدُوْمُ** ہے، اور **دِمْتَ** کی اصل **دَوِمْتَ** ہے اور **تَدُوْمُ** کی اصل **تَدْوُمُ** ہے لیکن ہم نے ان کو ثلاثی مجرد کے ابواب میں شمار نہیں کیا اس لئے کہ **کَادَ یَکُوْدُ** والا باب شاذ ہے اور ایسے ہی **فَضِلَ یَفْضُلُ** والا بھی شاذ ہے۔

سوال: **کُدْتُّ** جو اصل میں **کَوُدْتَ** ہے تو اس میں تعلیل کا کوئی قاعدہ ہی نہیں پایا جا رہا پھر بھی تعلیل کی گئی نیز فاء کلمہ کو ضمہ بھی دیا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جی آپ صحیح فرمارہے ہیں کہ اس میں تعلیل کی کوئی وجہ موجود نہیں مگر پھر بھی تعلیل کی گئی ہے، اسی لئے یہ باب شاذ ہے، اور رہی بات فاء کلمہ کو ضمہ دینے کی تو وہ اس لئے تاکہ یہ ضمہ واؤ کے مضموم ہونے پر دلالت کرے۔ پس **كَوُدْتَ** میں واؤ کی حرکت ما قبل کو دیا تو **كُوْدْتَ** ہوا پھر اجتماعِ ساکنین کی بنا پر واؤ کو حذف کر دیا اور اتحادِ مخرج کی وجہ سے دال کو تاء سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا تو **كُدْتَّ** ہو گیا۔ اور **يَكَادُ** کی تعلیل تو ظاہر ہے کہ **يُقَالُ** والے قاعدے کے مطابق **يَكَادُ** ہوا ہے۔

سوال: **دِمْتَ** جو اصل میں **دَوِمْتَ** ہے تو اس میں تعلیل کا کوئی قاعدہ ہی نہیں پایا جارہا پھر بھی تعلیل کی گئی نیز فاء کلمہ کو کسرہ بھی دیا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جی آپ صحیح فرمارہے ہیں کہ اس میں تعلیل کی کوئی وجہ موجود نہیں مگر پھر بھی تعلیل کی گئی ہے، اسی لئے یہ باب شاذ ہے، اور رہی بات فاء کلمہ کو کسرہ دینے کی تو وہ اس لئے تاکہ یہ کسرہ واؤ کے مکسور ہونے پر دلالت کرے۔ پس **دَوِمْتَ** میں واؤ کی حرکت نقل کر کے ما قبل کو دیا تو **دِوْمْتَ** ہوا، پھر اصل میں واؤ کے ما قبل فتحہ ہونے کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا تو **دِامْتَ** ہوا پھر اجتماعِ ساکنین کی بنا پر الف کو حذف کر دیا تو **دِمْتَ** ہو گیا۔ اور **تَدُوْمُ** کی تعلیل تو ظاہر ہے کہ **يَقُوْلُ** والے قاعدے سے **يَدُوْمُ** ہوا ہے۔

وَ اِثْنَا عَشَرَ لِمُنْشَعِبَةِ الثُّلَاثِيْ، نَحْوُ: اَكْرَمَ اِكْرَاماً وَ قَطَّعَ وَ قَاتَلَ وَ تَفَضَّلَ وَ تَضَارَبَ وَ اِنْصَرَفَ وَ اِحْتَقَرَ وَ اِسْتَخْرَجَ وَ اِخْشَوْشَنَ وَ اِجْلَوَّذَ وَ اِحْمَارَّ وَ اِحْمَرَّ، اَصْلُهُمَا اِحْمَارَرَ وَ

اِحْمَرَرَ،فَاُدْغِمَا لِلْجِنْسِیَّۃِ،وَ یَدُلُّ عَلَیْہِ اِرْعَوٰی وَ ھُوَ مِنْ بَابِ اِفْعَلَّ وَ لَا یُدْغَمُ لِاِنْعِدَامِ الْجِنْسِیَّۃِ۔

ترجمہ:اور ثلاثی مزید فیہ کے بارہ ابواب ہیں:جیسے:(۱)۔اَکْرَمَ(۲)۔قَطَّعَ (۳)۔قَاتَلَ (۴)۔تَفَضَّلَ (۵)۔تَضَارَبَ (۶)۔اِنْصَرَفَ (۷)۔اِحْتَقَرَ (۸)۔اِسْتَخْرَجَ (۹)۔اِخْشَوْشَنَ (۱۰)۔اِجْلِوَّذَ(۱۱)۔اِحْمَارَّ (۱۲)۔اِحْمَرَّ۔اِحْمَارَّ اور اِحْمَرَّ کی اصل اِحْمَارَرَ اور اِحْمَرَرَ ہے پس ہم جنس ہونے کی وجہ سے دونوں حروف کا آپس میں ادغام کر دیا گیا ہے۔

وَ وَاحِدٌ لِلرُّبَاعِی، نَحْوُ: دَحْرَجَ، وَ ثَلَاثَۃٌ لِمُنْشَعِبَۃِ الرُّبَاعِی، نَحْوُ: اِحْرَنْجَمَ وَ اِقْشَعَرَّوَ تَدَحْرَجَ۔وَ سِتَّۃٌ لِمُلْحَقِ دَحْرَجَ،نَحْوُ:شَمْلَلَ وَ حَوْقَلَ وَ بَیْطَرَ وَ جَھْوَرَ وَ قَلْسٰی وَ قَلْنَسَ۔

ترجمہ:اور رباعی(مجرد) کا صرف ایک باب آتا ہے جیسے: دَحْرَجَ۔اور رباعی مزید فیہ کے تین باب آتے ہیں جیسے: (۱)۔اِحْرَنْجَمَ(۲)۔اِقْشَعَرَّ (۳)۔تَدَحْرَجَ۔ اور چھ ابواب ملحق برباعی مجرد(دَحْرَجَ) کے آتے ہیں جیسے: (۱)۔ شَمْلَلَ(۲)۔حَوْقَلَ (۳)۔بَیْطَرَ (۴)۔جَھْوَرَ (۵)۔قَلْسٰی(۶)۔قَلْنَسَ۔

سوال: ثلاثی مزید فیہ کے کتنے ابواب آتے ہیں؟

جواب: ثلاثی مزید فیہ کے بارہ ابواب آتے ہیں۔

(۱)۔۔۔اِفْعَالٌ جیسے اِکْرَامٌ (۲)۔۔۔تَفْعِیْلٌ جیسے تَصْرِیْفٌ (۳)۔۔۔مُفَاعَلَۃٌ جیسے مُقَاتَلَۃٌ

(۴)۔۔۔تَفَعُّلٌ جیسے تَقَبُّلٌ (۵)۔۔۔تَفَاعُلٌ جیسے تَقَابُلٌ (۶)۔۔۔اِنْفِعَالٌ جیسے اِنْفِطَارٌ (۷)۔۔۔اِفْتِعَالٌ جیسے اِجْتِنَابٌ (۸)۔۔۔اِسْتِفْعَالٌ جیسے اِسْتِنْصَارٌ (۹)۔۔۔اِفْعِيْعَالٌ جیسے اِخْشِيْشَانٌ (۱۰)۔۔۔ اِفْعِوَّالٌ جیسے اِجْلِوَّاذٌ (۱۱)۔۔۔ اِفْعِيْلَالٌ جیسے اِحْمِيْرَارٌ (۱۲)۔۔۔اِفْعِلَالٌ جیسے اِحْمِرَارٌ۔

سوال: **اِحْمَارَّ** اور **اِحْمَرَّ** کی اصل کیا ہے؟ نیز **اِرْعَوٰی** جو کہ اصل میں **اِرْعَوَوَ** تھا دونوں واؤ کے ایک جنس ہونے کی وجہ سے واؤ کا واؤ میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: **اِحْمَارَّ** اصل میں **اِحْمَارَرَ** تھا، اور **اِحْمَرَّ** اصل میں **اِحْمَرَرَ** تھا، پس دونوں راء کے ایک جنس ہونے کی وجہ سے راء کو راء میں ادغام کر دیا تو **اِحْمَارَّ** اور **اِحْمَرَّ** ہو گیا۔ اور **اِرْعَوٰی** اصل میں **اِرْعَوَوَ** تھا باب **اِفْعِلَالٌ** سے، پس آخری والی واؤ چوتھی جگہ واقع ہونے کی وجہ سے یاء سے بدل گئی تو **اِرْعَوَیَ** ہوا، پس واؤ اور یاء کے درمیان عدم جنسیت کی وجہ سے واؤ کو یاء سے یا یاء کو واؤ سے بدل کر ادغام نہیں کیا گیا ہے، مگر یاء ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے یاء الف ہو گئی تو **اِرْعَوٰی** ہو گیا۔

سوال: رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ کے کتنے اور کون کون سے ابواب ہیں؟

جواب: رباعی مجرد کا ایک باب ہے: (۱)۔۔۔فَعْلَلَةٌ جیسے بَعْثَرَةٌ۔

اور رباعی مزید فیہ کے تین ابواب ہیں: (۱)۔۔۔ اِفْعِنْلَالٌ جیسے اِحْرِنْجَامٌ (۲)۔۔۔اِفْعِلَّالٌ جیسے اِقْشِعْرَارٌ (۳)۔۔۔ تَفَعْلُلٌ جیسے تَدَحْرُجٌ۔

سوال: رباعی مجرد کا صرف ایک باب ہی کیوں آتا ہے؟

جواب: رباعی مجرد کا ایک باب آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب رباعی میں حروف کی کثرت ہوئی تو ان کو حرکات بھی دینے کی ضرورت پڑی، اب یہ سوال پیدا ہوا کہ ان حروف کو کون سی حرکات دی جائے؟ نیز حروف کی کثرت کی وجہ سے اس وزن میں ثقل بھی پیدا ہو گیا، اب اگر حرکت ضمہ یا کسرہ کی دیں تو مزید ثقل پیدا ہو گا، لہذا ان حروفِ زوائد کو خفت کی وجہ سے فتحہ کی حرکت دی گئی تو **بَعَثَرَ** ہو گیا اور عرب کے کلام میں چار حرکات پے درپے نہیں آتیں لہذا دوسرے حرف کو ساکن کر دیا تو **بَعْثَرَ** ہو گیا۔ اب رباعی مجرد کے اور باب لانے کے لیے اختلافِ حرکات درکار تھیں، اور مختلف حرکات ثقل کی وجہ سے آ بھی نہیں سکتی تھیں، لہذا اس وجہ سے رباعی مجرد کا صرف ایک باب لایا گیا۔

سوال: رباعی مزید فیہ کے تین باب ہی کیوں آتے ہیں؟

جواب: تخفیف کو طلب کرتے ہوئے رباعی مزید فیہ کے صرف تین باب ہی وضع کئے گئے ہیں، اور رباعی مجرد پر ان باب میں یا تو ایک حرف کی زیادتی کی گئی ہے۔ جیسے **تَدَحْرَجَ**۔ یا دو حرف کی زیادتی کی گئی ہے جیسے **اِحْرَنْجَمَ** اور **اِقْشَعَرَّ**، پس پہلے والے میں ہمزہ اور نون کی زیادتی کی گئی ہے اور دوسرے والے میں ہمزہ اور لام کلمہ کی تکرار کی زیادتی کی گئی ہے۔

اب اگر مزید ابواب لاتے تو تین یا چار حرف کا اضافہ کرنا پڑتا جو کہ وزن میں مزید ثقل پیدا کرتا، لہذا صرف ایک اور دو حرف کی زیادتی پر اکتفاء کیا گیا تاکہ وزن میں ثقل کی زیادتی نہ ہونے پائے۔

سوال: مُلْحَقْ بِدَحْرَجَ کے کتنے ابواب آتے ہیں؟

جواب: مُلْحَقْ بِدَحْرَجَ کے کل چھ ابواب آتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ش	وزن	مصدر	ماضی	علامت	معنی
۱	فَعْلَلَةٌ	شَمْلَلَةٌ	شَمْلَلَ	آخر میں لام کلمہ کی تکرار کی زیادتی۔	سیر کرنے کی تیزی کرنا
۲	فَوْعَلَةٌ	حَوْقَلَةٌ	حَوْقَلَ	فاء اور عین کلمہ کے درمیان واؤ کی زیادتی۔	بوڑھا ہونا
۳	فَيْعَلَةٌ	بَيْطَرَةٌ	بَيْطَرَ	فاء اور عین کلمہ کے درمیان یاء کی زیادتی۔	جانور کا علاج کرنا
۴	فَعْوَلَةٌ	جَهْوَرَةٌ	جَهْوَرَ	عین اور لام کلمہ کے درمیان واؤ کی زیادتی۔	ظاہر کرنا
۵	فَعْلَاةٌ	قَلْسَاةٌ	قَلْسىٰ	آخر میں یاء کی زیادتی پھر ما قبل فتحہ کی وجہ سے الف ہو گئی۔	قے کرنا
۶	فَعْنَلَةٌ	قَلْنَسَةٌ	قَلْنَسَ	عین اور لام کے درمیان نون کی زیادتی۔	ٹوپی پہننا

سوال: "**نصاب الصرف**" کے صفحہ نمبر ۲۷۵ میں مرکبات کے بیان کے قاعدہ نمبر ۳ کے تحت لکھا ہے کہ "اگر معتل اور مضاعف کے قواعد آپس میں ٹکرائیں تو مضاعف کو ترجیح حاصل ہو گی جیسے: **مِوْدَدٌ** اسمِ آلہ میں قاعدۂ معتل کا تقاضا یہ ہے کہ واؤ کو یاء سے بدل دیا جائے اور قاعدۂ مضاعف کا تقاضا ہے کہ پہلی دال کی حرکت واؤ کو دے کر ان دونوں کا ادغام کیا جائے، پس قاعدۂ مضاعف کو ترجیح دیتے ہوئے یہ **مِوَدٌّ** کر دیا گیا"۔ پس اسی طرح **اِدْعَوَوَ** میں معتل اور مضاعف کے قاعدے کا ٹکراؤ ہوا لہذا مذکورہ قاعدہ کے مطابق مضاعف کو ترجیح دیتے ہوئے **اِدْعَوَّ** ہونا چاہئے تھا نہ کہ **اِدْعَوٰی**۔

جواب:(۱)۔۔۔ **اس سوال کا پہلا جواب** یہ ہے کہ مذکورہ قاعدہ اُس جگہ ہے جہاں معتل اور مضاعف کے قاعدہ کا محل الگ الگ ہو جیسے کہ **مِوْدَدٌ** میں ہے کہ معتل کے قاعدہ کا محل **(مِوْ)** اور مضاعف کے قاعدہ کا محل **(دَدٌ)** ہے۔اور اگر دونوں کے قاعدوں کا محل ایک ہو جیسے **اِدْعَوَوَ** میں تو ایسی جگہ معتل کے قاعدہ کو ترجیح ہوتی ہے۔

(۲)۔۔۔اور دوسرا جواب وہ ہے جس کو صاحب **"شرح دیکنقوز"** لکھتے ہیں کہ "اعلال، ادغام سے پہلے ہے اس لئے کہ اعلال کا سبب اعلال کو واجب کرتا ہے یعنی جب جب اعلال کا سبب پایا جائے گا تب تب اعلال کیا جائے گا، جبکہ ادغام کا سبب ادغام کو واجب نہیں کرتا یعنی ایسا نہیں ہے کہ جب جب سببِ ادغام پایا جائے تب تب ادغام کیا جائے بلکہ ادغام کرنا جائز ہوتا ہے جیسے کہ **حَيِيَ** میں سببِ ادغام ہے مگر پھر بھی ادغام نہیں کیا گیا، اور اسی طرح اس کے مضارع **يَحْيِيُ** میں، بلکہ **حَيِيَ** کے مضارع میں معتل کے قاعدہ کے مطابق آخری یاء کو ما قبل فتحہ ہونے کی وجہ سے الف کرکے **يَحْيَا** پڑھتے ہیں، پس اگر ہر جگہ مضاعف کو ترجیح ہوتی تو ضرور ان امثلہ میں ادغام کیا جاتا حالانکہ ادغام نہیں کیا گیا"۔**فَلَا اِعْتِرَاضَ عَلَيْهِ**۔ (دیکنقوز شرح مراح الارواح ص۱۲)

وَ خَمْسَةٌ لِمُلْحَقِ تَدَحْرَجَ، نَحْوُ: تَجَلْبَبَ وَ تَجَوْرَبَ وَ تَشَيْطَنَ وَ تَرَهْوَقَ وَ تَمَسْكَنَ۔

ترجمہ:اور **پانچ ابواب ملحق برباعی مزید فیہ (تدحرج) کے آتے ہیں جیسے:(۱)۔۔۔تَجَلْبَبَ (۲)۔۔۔تَجَوْرَبَ (۳)۔۔۔تَشَيْطَنَ (۴)۔۔۔تَرَهْوَقَ (۵)۔۔۔تَمَسْكَنَ۔**

وَ اِثْنَانِ لِمُلْحَقِ اِحْرَنْجَمَ، نَحْوُ: اِقْعَنْسَسَ وَ اِسْلَنْقٰى۔ وَمِصْدَاقُ الْاِلْحَاقِ اِتِّحَادُ الْمَصْدَرَيْنِ۔

ترجمہ: اور دو باب ملحق باحرنجم کے آتے ہیں جیسے: (۱)۔۔۔اِقْعَنْسَسَ (۲)۔۔۔اِسْلَنْقیٰ۔ اور الحاق کا مصداق دو مصدروں کا متحد ہونا ہے۔

سوال: مُلْحَقْ بِتَدَحْرَجَ کے کتنے ابواب آتے ہیں؟

جواب: مُلْحَقْ بِتَدَحْرَجَ کے کل پانچ ابواب ہیں:

ش	وزن	مصدر	ماضی	علامت	معنی
۱	تَفَعْلُلٌ	تَجَلْبُبٌ	تَجَلْبَبَ	شروع میں تاء اور آخر میں لام کلمہ کی تکرار کی زیادتی۔	چادر اوڑھنا
۲	تَفَوْعُلٌ	تَجَوْرُبٌ	تَجَوْرَبَ	شروع میں تاء اور فاء اور عین کے درمیان واؤ کی زیادتی۔	جراب پہننا
۳	تَفَيْعُلٌ	تَشَيْطُنٌ	تَشَيْطَنَ	شروع میں تاء اور فاء اور عین کے درمیان یاء کی زیادتی۔	شیطانی فعل کرنا
۴	تَفَعْوُلٌ	تَرَهْوُكٌ	تَرَهْوَكَ	شروع میں تاء اور عین اور لام کے درمیان واؤ کی زیادتی۔	سست ہونا
۵	تَمَفْعُلٌ	تَمَسْكُنٌ	تَمَسْكَنَ	شروع میں تاء اور میم کی زیادتی۔	مسکین ہونا

سوال: مُلْحَقْ بِاِحْرَنْجَمَ کے کتنے ابواب آتے ہیں؟

جواب: مُلْحَقْ بِاِحْرَنْجَمَ کے صرف دو باب آتے ہیں:

ش	وزن	مصدر	ماضی	علامت	معنی

۱	اِفْعِنْلَالٌ	اِقْعِنْسَاسٌ	اِقْعَنْسَسَ	شروع میں ہمزہ، اور عین اور لام کے درمیان نون، اور لام کلمہ کی تکرار کی زیادتی۔	سینہ نکلنا
۲	اِفْعِنْلَاءٌ	اِسْلِنْقَاءٌ	اِسْلَنْقیٰ	شروع میں ہمزہ، اور عین اور لام کے درمیان نون، اور آخر میں یاء کی زیادتی۔	چت لیٹنا

سوال: ''الحاق کا مصداق دو مصدروں کا متحد ہونا ہے'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: الحاق کا مصداق ملحق اور ملحق بہ کے مصدر کا متحد ہونا ہے، یعنی ملحق اور ملحق بہ کا مصدر ایک ہی وزن پر ہوں جیسے **شَمْلَلَ** کا مصدر **شَمْلَلَةٌ** ہے اور یہ اپنے ملحق بہ **بَعْثَرَ** کے مصدر **بَعْثَرَةٌ** کے وزن پر ہے۔ اسی طرح تمام ملحق اور ملحق بہ کے مصادر کا متحد ہونا ضروری ہے۔ اور مصدر کے علاوہ کا متحد ہونا شرط نہیں ہے۔ کیونکہ مصدر اصل ہوتا ہے اس لیے اس کے متحد ہونے کی شرط لگائی گئی ہے۔ اور مصدر کے علاوہ ماضی، مضارع، امر، نہی، اور دیگر مشتقات اصل نہیں ہوتے اس لیے ان کے متحد ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی۔ نیز یہ بات بھی ہے کہ جب مصدر اصل ہے اور اس میں اتحاد ہو تو بقیہ میں بھی اتحاد ہو گا۔

فَصْلٌ فِی الْمَاضِی

فعل ماضی کا بیان

وَھُوَ یَجِیْءُ عَلٰی اَرْبَعَۃَ عَشَرَ وَجْھاً،نَحْوُ: ضَرَبَ اِلٰی ضَرَبْنَا۔اِنَّمَا بُنِیَ الْمَاضِی لِفَوَاتِ مُوْجِبِ الْاِعْرَابِ فِیْہِ۔

ترجمہ:اور فعلِ ماضی چودہ صورتوں(یعنی صیغوں) پر آتا ہے جیسے ضَرَبَ سے ضَرَبْنَا تک۔(یعنی کل چودہ صیغے آتے ہیں)۔اور فعلِ ماضی کو موجبِ اعراب کے فوت ہونے کی وجہ سے مبنی کیا گیا ہے۔

وَعَلَی الْحَرَکَۃِ، لِمُشَابَھَتِہِ الْاِسْمِ وَفِی وُقُوْعِہٖ صِفَۃً لِلنَّکِرَۃِ،نَحْوُ: مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ وَضَارِبٍ۔وَعَلَی الْفَتْحِ لِاَنَّہٗ اَخُو السُّکُوْنِ،لِاَنَّ الْفَتْحَۃَ جُزْءُ الْاَلِفِ۔

ترجمہ:اور فعلِ ماضی کا اسمِ فاعل سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے حرکت پر مبنی کیا گیا ہے اور (مشابہت اس طور سے ہے کہ جس طرح اسمِ فاعل نکرہ کی صفت واقع ہوتا ہے اسی طرح) فعلِ ماضی نکرہ کی صفت واقع (ہوتا ہے)ہونے میں جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ وَضَارِبٍ۔اور فعلِ ماضی کو فتحہ پر مبنی کیا گیا ہے اس لئے کہ فتحہ سکون کا بھائی ہے۔اور اس لئے بھی کہ فتحہ الف کا جزء ہے۔

سوال: فعل ماضی کے کتنے صیغے آتے ہیں؟

جواب: فعل ماضی کے کل چودہ صیغے آتے ہیں:

(۱)۔۔۔ضَرَبَ۔	(۲)۔۔۔ضَرَبَا۔	(۳)۔۔۔ضَرَبُوْا۔
(۴)۔۔۔ضَرَبَتْ۔	(۵)۔۔۔ضَرَبَتَا۔	(۶)۔۔۔ضَرَبْنَ۔
(۷)۔۔۔ضَرَبْتَ۔	(۸)۔۔۔ضَرَبْتُمَا۔	(۹)۔۔۔ضَرَبْتُمْ۔
(۱۰)۔۔۔ضَرَبْتِ۔	(۱۱)۔۔۔ضَرَبْتُمَا۔	(۱۲)۔۔۔ضَرَبْتُنَّ۔
(۱۳)۔۔۔ضَرَبْتُ۔	(۱۴)۔۔۔ضَرَبْنَا۔	

سوال: فعل ماضی کے چودہ ہی صیغے کیوں آتے ہیں حالانکہ قاعدہ کے اعتبار سے اٹھارہ صیغے آنے چاہیئے؟ نیز متکلم کے دوہی صیغے کیوں آتے ہیں؟

جواب: فعل ماضی کے صیغوں کے بارے میں قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس کے اٹھارہ صیغے آئیں، چھ غائب کے، چھ حاضر کے، چھ متکلم کے، لیکن استعمال میں صرف چودہ صیغے ہی آتے ہیں۔

(۱)۔۔۔اس کا ایک جواب یہ ہے کہ فعل ماضی کے صیغے سماعی ہیں اور اہل عرب صرف چودہ صیغے ہی استعمال کرتے ہیں۔

(۲)۔۔۔اور دوسرا جواب یہ ہے کہ چھ صیغے غائب کے، اور چھ صیغے حاضر کے، یہ ہوئے بارہ، اور رہا متکلم تو اس کے صرف دو صیغے آتے ہیں، ایک واحد متکلم مذکر و مؤنث، اور دوسرا تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم۔ تکلم کے صرف دو صیغے آنے کی وجہ یہ ہے کہ متکلم کی آواز سے پہچان ہو جاتی ہے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث، لہذا واحد مذکر و مؤنث کے لئے ایک صیغہ رکھا گیا۔ اور تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث کے لیے ایک صیغہ رکھا گیا، کیونکہ تکلم و رویت (یعنی بات کرنے اور دیکھنے)

سے پتا چل جاتا ہے کہ بولنے والے دو ہیں یا دو سے زیادہ، مذکر ہیں یا مؤنث۔ پس جب پہچان دو صیغوں سے ہو جاتی ہے تو مزید صیغے لانے کی حاجت نہیں رہی، کیونکہ صیغے پہچان کے لئے ہی لائے جاتے ہیں۔

سوال: پھر تو متکلم کی طرح غائب و مخاطب کے بھی دو دو صیغے لانے چاہیئے تھے؟

جواب: ہم نے کہا کہ صیغے پہچان کے لئے لائے جاتے ہیں، جس طرح تکلم میں مذکر و مؤنث، تثنیہ و جمع کی پہچان ہو جاتی ہے اس طرح غائب و مخاطب میں نہیں ہو پاتی، کیونکہ پہچان کا آلہ آواز ہے اور بحالتِ تکلم آواز کا صدور متکلم سے ہوتا ہے نہ کہ غائب اور مخاطب سے، کہ غائب تو غائب ہی ہے اور رہا مخاطب تو وہ سامع ہے اور سامع خاموش رہتا ہے نیز کبھی کبھی سامع پردہ کے پیچھے بھی ہوتا جس کی بنا کر پہچان نہیں ہو پاتی اور کبھی دور ہونے کی وجہ سے پہچان نہیں ہو پاتی۔

پس غائب و مخاطب میں عدمِ معرفت کی بناء پر چھ چھ صیغے آتے ہیں اور متکلم میں وجودِ معرفت کی بناء پر صرف دو صیغے آتے ہیں۔ اس طرح یہ کل چودہ صیغے ہوئے۔

سوال: ماضی مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب: ماضی کا مبنی ہونا اس لئے ہے کہ اس میں موجبِ اعراب (یعنی اعراب کو واجب کرنے والی کوئی چیز) نہیں پائے جاتے ہیں، اور موجبِ اعراب وہ ہے جن کی وجہ سے اعراب آتے ہیں، اور وہ تین ہیں: (۱)۔۔۔ فاعلیت (۲)۔۔۔ مفعولیت (۳)۔۔۔ اضافت۔ اور یہ تینوں فعلِ ماضی میں نہیں پائے جاتے کیونکہ ماضی فعل ہے اور فعل میں یہ صفات نہیں ہوتیں

بلکہ فعل کی وجہ سے اسماء میں یہ صفات پیدا ہوتی ہیں کہ وہ اسم کبھی فاعل کبھی مفعولِ صریحی اور کبھی بواسطہ حرفِ جر مفعولِ غیر صریحی واقع ہوتا ہے۔

سوال: جب فعلِ ماضی موجبِ اعراب کے فوت ہو جانے کی وجہ سے مبنی ہے تو پھر ماضی کا آخری حرف ساکن ہونا چاہیئے تھا کیونکہ مبنی کی اصل سکون ہے لیکن ماضی کے آخر میں فتحہ آتا ہے اور فتحہ اعراب کی ایک قسم ہے، لہذا جب ماضی میں موجبِ اعراب فوت ہے تو فتحہ کا اعراب کیوں آیا ہے؟

جواب: یقیناً فتحہ اعراب کی ایک قسم ہے کیونکہ اعراب فتحہ، کسرہ، ضمہ کو کہتے ہیں، اور یہ بات بھی یقیناً درست ہے کہ مبنی کی اصل سکون ہے، لہذا ماضی کے آخر کو مبنی ہونے کی بناء پر ساکن ہونا چاہیے تھا مگر ایسا نہیں، حالانکہ اعراب سکون کی ضد ہے نیز اعراب کی اصل حرکت ہے اور حرکت سکون کی ضد ہے۔

ان وجوہات کے ہوتے ہوئے، فعل ماضی اسم فاعل سے ادنی مشابہت رکھتا ہے کہ جس طرح اسم فاعل نکرہ کی صفت بنتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ، ایسے ہی فعلِ ماضی بھی نکرہ کی صفت بنتا ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَرَبَ، اور اسمِ فاعل معرب ہوتا ہے لہذا اس مشابہت کی بناء پر فعلِ ماضی کے آخر میں اعراب آتا ہے۔

سوال: اگر اسمِ فاعل سے مشابہت کی بناء پر فعلِ ماضی کے آخر میں اعراب آتا ہے تو فتحہ ہی کو کیوں خاص کیا گیا ضمہ یا کسرہ کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب: فتحہ کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ سکون کا بھائی ہے، **فعلِ ماضی** کے آخر کو مبنی ہونے کی وجہ سے ساکن ہونا چاہیئے تھا لیکن اسمِ فاعل سے مشابہت کی بناء پر ساکن نہ رہ سکا، پس **فعلِ ماضی** میں مشابہت کی بناء پر اعراب بھی آنا تھا، اور مبنی ہونے کی بناء پر ساکن بھی ہونا تھا، پس دونوں کی رعایت کرتے ہوئے **فعلِ ماضی** کے آخر کو وہ اعراب دیا جو دونوں کے تقاضے کو پورا کرے، اور وہ فتحہ ہے، کہ فتحہ دینے کی وجہ سے اعراب بھی آگیا اور فتحہ کے سکون کا بھائی ہونے کی وجہ سے سکون سے قریب بھی ہو گیا۔ جب کہ ضمہ اور کسرہ سکون کے اخوات میں سے نہیں ہیں۔

پس جب مشابہتِ اسمِ فاعل کی وجہ سے **فعلِ ماضی** کا مبنی علی السکون ہونا **ممتنع** ہوا تو فعلِ ماضی کو اس چیز پر مبنی کیا گیا جو سکون کے قریب ہے اور وہ فتحہ ہے۔ تاکہ دونوں کی رعایت **ملحوظِ** خاطر رہے۔

سوال: فتحہ سکون کا بھائی کیسے ہے؟

جواب: اس لیے کہ الف ہمیشہ سکون پر مبنی ہوتا ہے اور الف دو فتحہ کے مرکب کو کہتے ہیں، لہذا فتحہ الف کا جزء ہوا اور جو چیز کل کو عارض ہوتی ہے وہ جزء کو بھی عارض ہوتی ہے، اس بناء پر فتحہ سکون کے اخوات میں سے ہوا۔

وَ لَمْ يُعْرَبْ، لِاَنَّ اِسْمَ الْفَاعِلِ لَمْ يَأْخُذْ مِنْهُ الْعَمَلَ بِخِلَافِ الْمُضَارِعِ، لِاَنَّ اِسْمَ الْفَاعِلِ اَخَذَ مِنْهُ الْعَمَلَ۔

ترجمہ: اور فعلِ ماضی کو معرب نہیں بنایا گیا ہے اس لئے کہ اسمِ فاعل فعلِ ماضی سے عمل نہیں لیتا بر خلاف فعلِ مضارع کے کہ فعلِ مضارع کو معرب بنایا گیا ہے کیونکہ اسمِ فاعل فعلِ مضارع سے عمل لیتا ہے۔

فَاُعْطِیَ الْاِعْرَابُ لَہٗ عِوَضاً عَنْہُ اَوْ لِکَثْرَۃِ مُشَابَھَتِہٖ یَعْنِیْ یُعْرَبُ الْمُضَارِعُ،لِکَثْرَۃِ مُشَابَھَتِہٖ لَہٗ۔

ترجمہ: پس عمل لینے کے عوض میں فعلِ مضارع کو وہ اعراب دیا گیا جو اسمِ فاعل کا اعراب ہے۔یا اسمِ فاعل کے ساتھ کثرتِ مشابہت کی وجہ سے فعلِ مضارع کو اسمِ فاعل والا اعراب دیا گیا ہے۔

وَ بُنِیَ الْمَاضِیْ عَلَی الْحَرَکَۃِ لِقِلَّۃِ مُشَابَھَتِہٖ لَہٗ۔وَ بُنِیَ الْاَمْرُ عَلَی السُّکُوْنِ لِعَدَمِ مُشَابَھَتِہٖ لِلْاِسْمِ۔

ترجمہ: اور فعلِ ماضی کو اسمِ فاعل کے ساتھ قلتِ مشابہت کی وجہ سے حرکت پر مبنی کیا گیا ہے۔اور فعلِ امر کو اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے سکون پر مبنی کیا گیا ہے۔

سوال: جب فعلِ ماضی اسمِ فاعل سے مشابہت رکھتا ہے تو جس طرح اسمِ فاعل معرب ہوتا ہے اسی طرح فعلِ ماضی کو بھی معرب بنا دینا چاہیئے تھا؟

جواب: فعلِ ماضی کا معرب ہونے کے لئے اسمِ فاعل سے مشابہتِ تامہ رکھنا ضروری ہے حالانکہ فعلِ ماضی اسمِ فاعل سے مشابہتِ ادنی رکھتا ہے اور وہ اسمِ فاعل کی طرح نکرہ کی صفت واقع ہوتا ہے، جبکہ مشابہتِ تامہ کے لیے چند شرائط کا ہونا ضروری ہے، اور وہ یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ حرکات و سکنات میں اسمِ فاعل کے ہم وزن ہونا۔

(۲)۔۔۔ حال و استقبال کے درمیان شائع ہونا۔

(۳)۔۔۔ لام، سین، سوف میں سے کسی کے ذریعے حال و استقبال میں سے کسی کے ساتھ خاص ہونا۔

(۴)۔۔۔ اسمِ فاعل کا اس فعل سے عمل لینا۔

(۵)۔۔۔ اسمِ فاعل کی جگہ اس کے وقوع کا صحیح ہونا۔

پس فعلِ ماضی میں مذکورہ تمام شرائط میں سے صرف ایک (یعنی پانچویں) شرط پائی جاتی ہے جس کی بناء پر فعلِ ماضی کو اسمِ فاعل سے مشابہتِ تامہ حاصل نہ ہونے کی وجہ سے مکمل معرب نہیں کیا گیا بلکہ فتحہ دے کر اعراب کی نشانی باقی رکھی گئی ہے اور فتحہ دے کر مبنی کر دیا گیا ہے۔

سوال: پھر فعلِ مضارع کو کیوں معرب قرار دیا گیا ہے؟

جواب: فعلِ مضارع کو معرب قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ فعلِ مضارع اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہتِ تامہ رکھتا ہے۔ کیونکہ فعلِ مضارع میں مشابہتِ تامہ کی تمام شرائط بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں جیسے:

(۱)۔۔۔ فعلِ مضارع حرکات و سکنات میں اسمِ فاعل کے ہم وزن ہوتا ہے۔ جیسے یَضْرِبُ ضَارِبٌ۔

(۲)۔۔۔ جس طرح اسمِ فاعل حال و استقبال کے درمیان شائع ہوتا ہے اسی طرح **فعلِ** مضارع بھی حال و استقبال کے درمیان شائع ہوتا ہے۔

(۳)۔۔۔ جس طرح اسمِ فاعل لام کے ذریعہ خاص ہوتا ہے ایسے ہی **فعلِ** مضارع لام، سین، سوف کے ذریعہ حال و استقبال میں سے کسی ایک کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔ اسمِ فاعل فعلِ مضارع سے عمل بھی لیتا ہے جبکہ حال و استقبال کے معنی میں ہو تو اپنے فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دیتا ہے، جیسے زَیْدٌ ضَارِبٌ غُلَامُہُ عَمْرواً اَلْاٰنَ اَوْ غَداً۔

(۵)۔۔۔ اسمِ فاعل کی طرح فعلِ مضارع بھی نکرہ کی صفت واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ اَوْ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ یَضْرِبُ۔

سوال: فعلِ امر کو مبنی علی السکون کیوں رکھا گیا حالانکہ فعلِ امر حرکات و سکنات میں اسمِ فاعل کے حالتِ وقف میں مشابہ ہوتا ہے؟

جواب: فعلِ امر حرکات و سکنات میں اسمِ فاعل کے حالتِ وقف میں مشابہ صرف لفظ میں ہوتا ہے اور صرف لفظ میں مشابہ ہونا معرب بننے کے لیے کافی نہیں ہے۔

نیز فعلِ امر کا آخر ہمیشہ مبنی علی السکون ہوتا ہے بر خلاف اسمِ فاعل کے کہ اسمِ فاعل کا آخر معرب علی الحرکت ہوتا ہے، پس فعلِ امر و اسمِ فاعل کے درمیان حرکات و سکنات میں مشابہت نہ پائے جانے کی وجہ سے فعلِ امر مبنی علی السکون ہو گا۔ نیز اسمِ فاعل خبر کے قبیل سے ہے جبکہ فعلِ امر انشاء کے قبیل سے ہے۔ لہذا اس طور سے بھی دونوں کے مابین مشابہت نہیں پائی جاتی

وَزِیْدَتِ الْاَلِفُ وَالْوَاوُ وَالنُّوْنُ فِی آخِرِہٖ حَتّٰی یَدُلُّنَ عَلٰی ھُمَا، ھُمُوْا، وَھُنَّ۔

ترجمہ: اور الف اور واؤ اور نون کو فعلِ ماضی کے آخر میں زیادہ کیا گیا ہے تاکہ یہ ھُمَا، ھُمُوْا، اور ھُنَّ پر دلالت کریں۔

وَضُمَّ الْبَاءُ فِی "ضَرَبُوْا" لِاَجْلِ الْوَاوِ وَبِخِلَافِ "رَمَوْا" لِاَنَّ الْمِیْمَ لَیْسَتْ بِمَا قَبْلَھَا۔

ترجمہ: اور ضَرَبُوْا میں باء کو ضمہ واؤ کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ بر خلاف رَمَوْا کے، اس لئے کہ رَمَوْا میں میم واؤ کا ما قبل نہیں ہے۔

وَضُمَّ فِی "رَضُوْا" وَاِنْ لَمْ یَکُنِ الضَّادُّ بِمَا قَبْلَھَا حَتّٰی لَایَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْکَسْرَۃِ اِلٰی الضَّمَّۃِ۔

ترجمہ: اور رَضُوْا میں ضاد کو ضمہ دیا گیا ہے اگرچہ ضاد واؤ کا ما قبل نہیں ہے تاکہ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم نہ آئے۔

وَکُتِبَ الْاَلِفُ فِی ضَرَبُوْا لِلْفَرْقِ بَیْنَ وَاوِ الْعَطْفِ وَوَاوِ الْجَمْعِ فِی مِثْلِ حَضَرَ وَقَتَلَ۔

ترجمہ: اور ضَرَبُوْا میں الف حَضَرَ وَقَتَلَ کی مثل میں واوِ عطف اور واوِ جمع کے درمیان فرق کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔

وَقِیْلَ لِلْفَرْقِ بَیْنَ وَاوِ الْجَمْعِ وَوَاوِ الْوَاحِدِ فِی مِثْلِ لَنْ یَّدْعُوَ وَلَنْ یَّدْعُوْا۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ لَنْ یَّدْعُوَ اور لَنْ یَّدْعُوْا کے مثل میں واوِ جمع اور واوِ واحد کے درمیان فرق کرنے کے لئے الف لکھا گیا ہے۔

سوال: فعلِ ماضی کے تثنیہ مذکر غائب میں الف اور جمع مذکر غائب میں واؤ اور جمع مؤنث غائب و حاضر میں نون کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: فعلِ ماضی کے تثنیہ کے صیغے میں الف کی زیادتی اس لئے کی جاتی ہے تاکہ الف **هُمَا** ضمیرِ تثنیہ پر دلالت کرے جیسے: **ضَرَبَا۔ ضَرَبَتَا۔ ضَرَبْتُمَا**۔

اور جمع مذکر غائب کے صیغہ میں واؤ کو زیادہ کیا گیا تاکہ وہ واؤ **هُمْ** ضمیرِ جمع پر دلالت کرے جیسے: **ضَرَبُوْا**۔

اور جمع مؤنث غائب و حاضر کے صیغہ میں نون کو زیادہ کیا گیا تاکہ وہ **هُنَّ** اور **اَنْتُنَّ** ضمیرِ جمع مؤنث غائب و حاضر پر دلالت کرے جیسے: **ضَرَبْنَ** اور **ضَرَبْتُنَّ**۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ جمع مذکر غائب "**ضَرَبُوْا**" میں لام کلمہ (یعنی باء) کو ضمہ کیوں دیا گیا حالانکہ فعلِ ماضی مبنی علی الفتح ہوتا ہے؟

جواب: یقیناً فعلِ ماضی مبنی علی الفتح ہوتا ہے مگر پھر بھی فعلِ ماضی کے صیغہ جمع مذکر غائب میں لام کلمہ (یعنی باء) کو ضمہ دیا گیا ہے وہ واوِ جمع کی وجہ سے ہے کہ واؤ اپنے ماقبل ضمہ چاہتا ہے جیسے: **ضَرَبُوْا**۔

سوال: اگر "**ضَرَبُوْا**" میں لام کلمہ (یعنی باء) کو ضمہ واؤ کی وجہ سے دیا گیا ہے تو "**رَمَوْا**" میں میم کو ضمہ کیوں نہیں دیا گیا؟

جواب: "**رَمَوْا**" میں میم کو ضمہ اس لئے نہیں دیا گیا کہ میم واؤ کا ماقبل نہیں ہے بلکہ واؤ کا ماقبل یاء ہے، کیونکہ "**رَمَوْا**" کی اصل **رَمَيُوْا** ہے، پس یاء متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ

سے یاء الف ہو گئی تو **رَمَاوُا** ہوا، پھر الف اور واؤ کے درمیان التقاء ساکنین ہوا جس کی بناء پر الف گر گئی تو "**رَمَوْا**" ہو گیا۔

سوال: "**رَضُوْا**" میں بھی تو ضاد واؤ کا ما قبل نہیں ہے مگر پھر بھی ضاد کو ضمہ دیا گیا ہے، ایسا کیوں؟

جواب: "**رَضُوْا**" میں اگرچہ ضاد واؤ کا ما قبل نہیں ہے کیونکہ اس کی اصل **رَضِيُوا** ہے، مگر پھر بھی ضاد کو ضمہ دیا گیا ہے، اس کی یہ وجہ ہے کہ اگر ضاد کو ضمہ نہ دیتے تو **رَضِوْا** ہوتا کیونکہ **رَضِيُوْا** سے یاء (یاء پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے ضمہ گر گیا، پھر یاء اور واؤ کے درمیان التقائے ساکنین ہوا تو یاء) گر گئی، تو **رَضِوْا** بچا۔ اب اس صورت میں کسرۂ تحقیقیہ (یعنی زیر) سے ضمہ تقدیریہ (یعنی واؤ) کی جانب خروج لازم آرہا ہے اور یہ اہلِ عرب کے نزدیک ناپسندیدہ اور ثقل کا باعث ہے، لہذا اس ثقل کو دور کرنے کے لیے ضاد کو ضمہ دے دیا گیا، کیونکہ نیچے سے اوپر چڑھنے میں آدمی تھک جاتا ہے بخلاف اوپر سے نیچے اترنے کے۔

نوٹ: کسرہ کو کسرِہ تحقیقیہ، اور یاء کو کسرِہ تقدیریہ، اور ضمہ کو ضمہِ تحقیقیہ اور واؤ کو ضمہِ تقدیریہ کہتے ہیں۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ جمع مذکر غائب **ضَرَبُوْا** میں واؤ کے بعد الف کیوں لکھتے ہیں؟

جواب: **ضَرَبُوْا** میں واؤ کے بعد الف اس لئے لکھتے ہیں تاکہ واوِ جمع اور واوِ عطف کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ جیسے حَضَرَ وَ قَتَلَ اور حَضَرُوْا قَتَلَ۔ پس پہلی مثال میں واؤ واوِ عطف ہے

اور دوسری مثال میں واؤ واوِ جمع ہے پس واوِ جمع کے بعد الف کا اضافہ کیا گیا ہے تاکہ دونوں میں فرق ہو سکے۔

اور بعض بصریین کہتے ہیں کہ واوِ جمع کے بعد الف کو اس لیے لکھا جاتا ہے تاکہ واوِ جمع اور واوِ واحد کے درمیان فرق ہو جائے، جیسے لَنْ یَّدْعُوَ (واحد کا صیغہ) اور لَنْ یَّدْعُوْا (جمع کا صیغہ)۔ پس اگر جمع کے صیغہ میں واؤ کے بعد الف نہ لکھتے تو عدمِ اعراب کے وقت یہ واحد کے صیغہ سے بحالتِ نصب ملتبس ہو جاتا۔

وَ جُعِلَتِ التَّاءُ عَلَامَةً لِلْمُؤَنَّثِ فِی ضَرَبَتْ لِاَنَّ التَّاءَ مِنَ الْمَخْرَجِ الثَّانِیْ وَ الْمُؤَنَّثَ اَیْضاً ثَانٍ فِی التَّخْلِیْقِ۔

ترجمہ: اور ضَرَبَتْ میں تاء کو مؤنث کی علامت بنائی گئی ہے اس لئے کہ تاء مخرجِ ثانی میں سے ہے اور مؤنث بھی تخلیق میں ثانی ہے۔

وَ هٰذِهِ التَّاءُ لَیْسَتْ بِضَمِیْرٍ کَمَا یَجِیْءُ۔ وَ اُسْکِنَتِ الْبَاءُ فِیْ مِثْلِ ضَرَبْنَ وَ ضَرَبْتَ حَتّٰی لَا یَجْتَمِعَ اَرْبَعُ حَرَکَاتٍ مُتَوَالِیَاتٍ فِیْمَا هُوَ کَالْکَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ۔

ترجمہ: اور یہ تاء مؤنث کی ضمیر نہیں ہے۔ جیسے کہ ان شاء اللہ آگے آئے گا۔ اور ضَرَبْنَ اور ضَرَبْتَ کی مثال میں باء کو ساکن کیا گیا ہے تاکہ پے در پے چار حرکات اُس جگہ میں جو ایک ہی کلمہ کے حکم میں ہے جمع نہ ہوں۔

وَمِنْ ثَمَّ لَا یَجُوْزُ الْعَطْفُ عَلٰی ضَمِیْرِہٖ بِغَیْرِ التَّاکِیْدِ فَلَا یُقَالُ ضَرَبْتَ وَ زَیْدٌ بَلْ یُقَالُ ضَرَبْتَ اَنْتَ وَ زَیْدٌ۔

ترجمہ: اور اِسی وجہ سے اِس کی ضمیر پر بغیر تاکید کے عطف کرنا جائز نہیں ہے۔ پس ضَرَبْتَ وَ زَیْدٌ نہیں کہا جائے گا، بلکہ ضَرَبْتَ اَنْتَ وَ زَیْدٌ کہا جائے گا۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ واحد مؤنث غائب **ضَرَبَتْ** میں تاء کو علامتِ تانیث کیوں بنایا گیا ہے؟

جواب: فعلِ ماضی کے صیغہ واحد مؤنث غائب **ضَرَبَتْ** میں تاء کو علامتِ تانیث اس لیے بنایا گیا ہے کہ تاء مخرجِ ثانی میں سے ہے یعنی تاء وسطِ فم سے ادا ہوتی ہے اور مؤنث بھی تخلیق میں ثانی ہے کہ اللہ تعالی نے پہلے "حضرتِ آدم" علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر آپ کی مبارک پسلی سے "حضرتِ حوا" رضی اللہ عنہا کو پیدا فرمایا جیسا کہ فرمانِ باری ہے خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدٍ وَ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا (النساء.۱) پس تاء کی زیادتی کر کے مذکر و مؤنث کے درمیان فرق بھی ہو گیا اور تاء مخرجِ ثانی اور مؤنث خلقِ ثانی کے درمیان مناسبت کی وجہ سے مؤنث کے صیغہ میں تاء کی زیادتی کر دی گئی ہے۔

سوال: اگر یہ زیادتی مذکر کے صیغہ میں کرتے اور مؤنث کے صیغہ کو اصل پر رکھتے تو تب بھی فرق ہو جاتا، لہذا ایسا کیوں نہ کیا گیا؟

جواب: اہلِ عرب زیادتی فرع میں کرتے ہیں اصل میں نہیں، پس مذکر اصل ہے اس لیے اس میں کسی حرف کی زیادتی نہیں کی گئی ہے اور مؤنث مذکر کی فرع ہے لہذا اس میں زیادتی کر دی گئی ہے۔

سوال: **ضَرَبَتْ** کی تاء کو علامتِ تانیث بنایا گیا ہے اس کو ضمیر کیوں نہیں بنایا گیا؟

جواب: کیونکہ جب اس کے بعد فاعل اسمِ ظاہر آتا ہے تو یہ تاء حذف نہیں ہوتی مثلاً **ضَرَبَتْ ھِنْدٌ** پس اگر **ضَرَبَتْ** میں تاء فاعل کی ضمیر ہوتی تو فاعل کے ظاہر ہونے کے وقت حذف ہو جاتی ورنہ تو ایک فعل کے دو فاعل بغیر عطف کے آنا لازم آتا جو کہ درست نہیں ہے کہ دو فاعل ہمیشہ عطف کے ساتھ ہی آتے ہیں بغیر عطف کے نہیں آسکتے۔

سوال: **ضَرَبَتْ** میں تاءِ تانیث ساکن کیوں ہے؟

جواب: اس لیے کہ تاء حرف ہے اور حرف مبنی ہوتا ہے اور مبنی کی اصل ساکن ہونا ہے لہذا تاء اپنے اصل کے اعتبار سے ساکن ہے، نیز حرکت دینے کی کوئی وجہ بھی موجود نہیں ہے کہ اسے حرکت دی جائے۔

سوال: "**ضَرَبْنَ۔ ضَرَبْتَ۔ ضَرَبْتُمَا۔ ضَرَبْتُمْ۔ ضَرَبْتِ۔ ضَرَبْتُمَا۔ ضَرَبْتُنَّ۔ ضَرَبْتُ۔ ضَرَبْنَا**" ان تمام صیغوں میں باء کو ساکن کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: اس لیے کہ نَ۔ تَ۔ تُمَا۔ تُمْ۔ تِ۔ تُمَا۔ تُنَّ۔ تُ۔ نَا۔ فاعل کی ضمیریں ہیں اور فاعل اپنے فعل کا جزء ہوتا ہے اس لیے **ضَرَبْنَ** اصل میں دو کلمہ ہے (فعل اور ضمیرِ فاعل) لیکن جب فاعل کا اتصال فعل کے ساتھ شدید ہوا تو ضمیر اپنے فعل کے ساتھ شدتِ اتصال کی

بناء پر فعل کا جز بن گیا، لہذا اب **ضَرَبْنَ** اور اس جیسے دیگر صیغے کلمہ ٔ واحدہ کی طرح ہو گئے، جب اتنی بات سمجھ میں آ گئی تو اگر باء کو ساکن نہ کرتے تو ایک کلمہ میں پے در پے چار حرکات لازم آتے جیسے **ضَرَبَنَ** اور پے در پے ایک کلمہ میں چار حرکات کا آنا ثقل کا باعث ہے، لہذا اس ثقل کو دور کرنے کے لیے باء کو ساکن کر دیا گیا ہے۔

سوال: **ضَرَبْنَ** اور اس جیسے دیگر صیغوں میں کسی اسم کا عطف بغیر تاکید کے کیوں جائز نہیں ہے؟

جواب: کیونکہ **ضَرَبْنَ** اور اس جیسے دیگر صیغوں کا آخری حرف فاعل کی ضمیر ہے اور ضمیر فعل کا جز ہے اور جس اسم کا عطف کرنے جا رہے ہیں وہ ایک کلمہ ٔ کل ہے، لہذا عطف کرنے کی صورت میں کل کا عطف جز پر ہو گا جو کہ ناجائز ہے۔ جیسے **ضَرَبْتَ وَ زَيْدٌ** پس زید ایک اسمِ کل ہے جس کا عطف **تَ** ضمیرِ فاعل پر ہے جو کہ فعل کا جز ہے جس کی وجہ سے کل کا عطف جز پر لازم آ رہا ہے کیونکہ زید کا عطف نہ تو **ضَرَبَ** پر ہو سکتا ہے اور نہ پورے **ضَرَبْتَ** پر، ورنہ تو اسم کا عطف فعل پر لازم آتا حالانکہ فعل کا عطف فعل پر اور اسم کا عطف اسم پر ہوتا ہے۔ ہاں! زید کا عطف صرف **تَ** ضمیرِ فاعل پر ہے کیونکہ تَ ضمیرِ فاعل بھی اسم ہے اور زید بھی اسم ہے پس عطف الکل علی الجز والی خرابی کی وجہ سے بغیر تاکید کے عطف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جب تاکید کے ساتھ عطف کیا گیا جیسے **ضَرَبْتَ اَنْتَ وَزَيْدٌ** تو درست ہے کہ یہاں پر کل کا عطف کل پر ہے کہ **اَنْتَ** ضمیر بھی اسمِ کل ہے اور **زَيْدٌ** بھی اسمِ کل ہے۔

بِخِلَافِ ضَرَبَتَا لِاَنَّ حَرَكَةَ التَّاءِ فِيْهِ فِي حُكْمِ السُّكُوْنِ مِنْ ثَمَّ يَسْقُطُ الْاَلِفُ فِي رَمَتَا لِكَوْنِ التَّحْرِيْكِ عَارِضاً اِلَّا فِي لُغَةٍ رَدِيَّةٍ يَقُوْلُ اَهْلُهَا رَمَاتَا۔

ترجمہ: بخلاف ضَرَبَتَا کے، کیونکہ اِس میں تاء کی حرکت سکون کے حکم میں ہے۔اِسی وجہ سے رَمَتَا میں الف تاء کی حرکت کے عارضی ہونے کی وجہ سے گر جاتی ہے، مگر ضعیف لغت میں نہیں گرتی، کہ ضعیف لغت والے رَمَاتَا کہتے ہیں۔

بِخِلَافِ مِثْلِ ضَرَبَكَ لِاَنَّ لَيْسَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَةِ لِاَنَّ ضَمِيْرَهٗ ضَمِيْرٌ مَنْصُوْبٌ۔

ترجمہ: بخلاف ضَرَبَكَ کے مثل میں،اِس لئے کہ یہ ایک کلمہ کی طرح نہیں ہے۔اِس لئے کہ اِس کی ضمیر ضمیرِ منصوب ہے۔

وَ بِخِلَافِ هُدَبِدٍ لِاَنَّ اَصْلَهٗ هُدَابِدٍ ثُمَّ قُصِرَ كَمَا فِي مِخْيَطٍ اَصْلُهٗ مِخْيَاطٌ۔

ترجمہ: اور بخلاف هُدَبِدٌ کے، کہ اِس کی اصل هُدَابِدٌ ہے۔ پھر قصر (یعنی کمی) کی گئی ہے جیسے کہ مِخْيَطٌ میں کہ اِس کی اصل مِخْيَاطٌ ہے۔

سوال: ضَرَبْنَ میں ثقل کی بناء پر باء کو ساکن کیا گیا ہے تو ضَرَبَتَا میں باء کو ساکن کیوں نہیں کیا گیا ہے حالانکہ یہاں پر بھی پے در پے چار حرکات آرہی ہیں کیا یہ ثقل کا باعث نہیں ہے؟

جواب: آپ کا اعتراض کرنا بجا ہے، لیکن تاء اصل میں ساکن ہی ہے جس کی وجہ سے یہ اعتراض لازم نہیں آتا، کیونکہ تاء کو الفِ تثنیہ کی وجہ سے حرکت دی گئی ہے ورنہ تو اجتماعِ ساکنین لازم آتا، پس تاء کی حرکت عارضی ہے اور عارض معدوم کی طرح ہوتا ہے، لہذا ضَرَبَتَا

میں تاء سکون کے حکم میں ہے،فلا اعتراض علیھا۔کیونکہ الف ساکن ہوتا ہے اور تاء بھی اس جگہ ساکن ہے پس اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ان کا پڑھنا دشوار ہوا لہذا تاء کو فتحہ کی حرکت دے کر تکلم کو صحیح کیا گیا ہے۔

اور تاء کی حرکت کے عارضی ہونے کی وجہ سے **رَمَتْ** میں الف کو گرادیا گیا ہے کیونکہ اس کی اصل **رَمَيَتْ** ہے پس یاء ما قبل فتحہ کی وجہ سے یاء الف ہو گئی تو **رَمَاتْ** ہو گیا اب تاء حکماً ساکن ہے تو دو ساکن حرف جمع ہو گئے جن کا پڑھنا دشوار ہے تو الف کو گرادیا گیا تو **رَمَتْ** ہو گیا۔پھر الفِ تثنیہ کا اضافہ کیا گیا تو **رَمَتْاْ** ہو گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے تاء کو عارضی فتحہ دیا گیا تو **رَمَتَا** بن گیا۔اور بعض لوگ تاء کی حرکت کو اصل مانتے ہوئے **رَمَتَا** کو **رَمَاتَا** بھی پڑھتے ہیں۔مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حرف ایک بار ساقط ہو جاتا ہے تو دوبارہ واپس نہیں آتا،لہذا جب **رَمیٰ** سے مؤنث کا صیغہ بنایا گیا تو **رَمَيَتْ** بنا پھر یاء ما قبل مفتوح کی وجہ سے الف ہو گئی تو **رَمَاتْ** ہو گیا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف گر گئی تو **رَمَتْ** ہو گیا،اور جب تثنیہ کا صیغہ بنایا گیا تو تاء کے بعد الفِ تثنیہ کی زیادتی کی گئی تو **رَمَتْاْ** ہو گیا اس صورت میں تاء اور الفِ تثنیہ دونوں حرف ساکن ہوئے اور اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے تاء کو ساقط نہیں کر سکتے کہ یہ علامتِ تانیث ہے اور الف کو بھی ساقط نہیں کر سکتے کہ یہ تثنیہ کی ضمیر ہے پس جب دونوں میں سے کسی ایک کو ساقط کرنا محال ہوا تو ہم نے تاء کو اخف الحرکات یعنی فتحہ دے دیا تو **رَمَتَا** ہو گیا۔اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ میم کے بعد جو الف تھا اسے تاء کے ساکن ہونے کی وجہ سے گرایا گیا تھا اب جب کہ **رَمَتَا** میں تاء متحرک ہو گئی ہے تو اس الف کو پھر لے آئیں گے کیونکہ

اب اس کے حذف کی کوئی صورت موجود نہیں۔ مگر اب دوبارہ اس الف کو لانا درست نہیں کہ جو ایک بار ساقط ہو گیا دوبارہ نہیں لایا جاتا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جو انسان ایک بار مر گیا وہ دوبارہ زندگی نہیں پاتا۔

سوال: جب کلمۂ واحدہ میں چار حرکات پے در پے نہیں آتے تو **ضَرَبَكَ** میں کیسے آ گئے؟

جواب: آپ کی پیش کردہ مثال **ضَرَبَكَ** کلمۂ واحدہ نہیں ہے کیونکہ کاف ضمیرِ فاعل نہیں بلکہ ضمیرِ مفعول ہے اور مفعول فعل کا جزء نہیں ہوتا کیونکہ یہ کلام میں فضلہ ہوتا ہے کہ کلام اس کے بغیر بھی پورا ہو جاتا ہے بخلاف فاعل کے کہ فعل بغیر فاعل کے نہیں پایا جاتا، پس جب **ضَرَبَكَ** کلمۂ واحدہ نہیں تو اس پر مذکورہ اعتراض بھی واقع نہیں ہو سکتا کہ یہ دو کلمے ہیں اور دو کلموں کا اعتبار نہیں جیسے "**ضَرَبَ وَقَتَلَ**" کہ **ضَرَبَ** ایک کلمہ اور واؤ دوسرا کلمہ اور **قَتَلَ** تیسرا کلمہ ہے اور چار حرکات کا پے در پے آنا کلمۂ واحدہ میں ثقل کا باعث بنتا ہے نہ کہ دو کلموں میں۔

سوال: **هُدَبِدٌ** تو کلمۂ واحدہ ہے اس میں کیسے چار حرکات پے در پے آ گئے؟

جواب: **هُدَبِدٌ** اگرچہ کلمۂ واحدہ ہے مگر اس کی اصل **هُدَابِدٌ** ہے جس میں چار حرکات پے در پے نہیں آ رہی ہیں پھر **هُدَابِدٌ** میں قصر کیا گیا جس طرح مِخْيَاطٌ میں قصر کر کے **مِخْيَطٌ** بنایا گیا ہے۔ اور رہا یہ سوال کہ **هُدَابِدٌ** میں قصر کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اقتصار کی بناء پر کیونکہ اقتصار میں راحت ہے۔

وَحُذِفَتِ التَّاءُ فِي ضَرَبْنَ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ عَلَامَتَا التَّانِيْثِ كَمَا فِي مُسْلِمَاتٍ۔

ترجمہ: اور ضَرَبْنَ میں تاء کو حذف کیا گیا ہے تا کہ تانیث کی دو علامتیں جمع نہ ہو جائیں جیسے کہ مُسْلِمَاتٌ میں۔

وَاِنْ لَمْ تَكُوْنَا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ لِثِقْلِ الْفِعْلِ بِخِلَافِ حُبْلَيَاتٍ لِعَدَمِ الْجِنْسِيَّةِ۔

ترجمہ: اگرچہ دونوں ایک جنس کے نہیں ہیں۔ پس فعل کے ثقل کی وجہ سے (دو علامت میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے)۔ بخلاف حُبْلَيَاتٌ کے کہ جنسیت نہ پائے جانے کی وجہ سے (اِس میں دونوں علامتوں کو جمع کیا گیا ہے)۔

وَ سُوِّیَ بَيْنَ تَثْنِيَتَيِ الْمُخَاطَبِ وَ الْمُخَاطَبَةِ وَ بَيْنَ الْاِخْبَارَاتِ لِقِلَّةِ الْاِسْتِعْمَالِ فِی التَّثْنِيَةِ۔

ترجمہ: اور مذکر مخاطب اور مؤنث مخاطبہ اور اِخبارات کے تثنیہ کے صیغہ کے درمیان تثنیہ میں قلتِ استعمال کی وجہ سے برابری رکھی گئی ہے۔

وَ وُضِعَ الضَّمَائِرُ لِلْاِيْجَازِ وَ عَدَمِ الْاِلْتِبَاسِ فِی الْاِخْبَارَاتِ۔

ترجمہ: اور ایجاز (یعنی اختصار) کے لئے ضمیروں کو وضع کیا گیا ہے۔ اور اِخبار میں التباس نہ ہونے کی وجہ سے (مذکر و مؤنث کے صیغہ کو برابر کیا گیا ہے)۔

وَ زِيْدَتِ الْمِيْمُ فِیْ ضَرَبْتُمَا حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِاَلِفِ الْاِشْبَاعِ فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ:

ترجمہ: اور ضَرَبْتُمَا میں میم کی زیادتی کی گئی ہے تا کہ الفِ اشباع سے التباس نہ ہو۔ جیسے شاعر کے قول کی مثل میں۔ ع:

اَخُوْكَ اَخُوْ مُكَاثَرَةٍ وَ ضِحْكٍ۔ وَ حَيَّاكَ الْاِلٰهُ فَكَيْفَ اَنْتَا
فَاِنَّكَ ضَامِنٌ بِالرِّزْقِ حتّٰى۔ تُوُفِّيْ كُلُّ نَفْسٍ مَا ضَمِنْتَا

ترجمہ: تیرا بھائی تو ہنس مکھ اور خوش باش تھا، اللہ تجھے زندہ رکھے تو کیسا ہے؟ کیا تو رزق کا ضامن ہے کہ جس کا تو ضامن نہ ہو گا وہ بھوکا مر جائے گا۔

وَ خُصَّتِ الْمِيْمُ فِيْ ضَرَبْتُمَا لِاَنَّ تَحْتَهٗ اَنْتُمَا مُضْمَرٌ وَ اُدْخِلَتْ فِيْ اَنْتُمَا لِقُرْبِ الْمِيْمِ اِلَى التَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ وَ قِيْلَ تَبْعًا لَهُمَا كَمَا يَجِيْءُ۔

ترجمہ: اور ضَرَبْتُمَا میں میم ہی کو خاص کیا گیا ہے اِس لئے کہ ضَرَبْتُمَا کے تحت اَنْتُمَا پوشیدہ ہے۔ اور مخرج میں تاء سے میم کے قریب ہونے کی وجہ سے اَنْتُمَا میں میم کو داخل کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ هُمَا کی اتباع کرتے ہوئے (ضَرَبْتُمَا میں میم کی زیادتی کی گئی ہے) جیسے کہ عنقریب ان شاء اللہ عزوجل آئے گا۔

سوال: ضَرَبْنَ صیغہ جمع مؤنث غائب فعلِ ماضی مطلق مثبت معروف سے تاء علامتِ تانیث کو کیوں حذف کیا گیا حالانکہ ضَرَبْنَ، ضَرَبَتْ سے بنا ہے لہذا اس کو ضَرَبْتْنَ ہونا چاہئے تھا؟

جواب: یقیناً ضَرَبْنَ، ضَرَبَتْ سے بنا ہے لیکن پھر بھی تاء علامتِ تانیث کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ تاء کو باقی رکھنے کی صورت میں دو علامتِ تانیث کا جمع ہونا لازم آ رہا تھا جو کہ ثقل کا باعث ہے جیسے کہ مُسْلِمَاتٌ (جو کہ مُسْلِمَةٌ سے بنا ہے) میں تاءِ اوّل کو حذف کر دیا گیا کیونکہ اس کی اصل مُسْلِمَتَاتٌ ہے پھر ثقل کی بناء پر تاءِ اوّل کو حذف کر دیا گیا تاکہ دو علاماتِ تانیث جمع نہ ہوں، اسی طرح ضَرَبْنَ سے تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔

سوال: ضَرَبْنَ کے نون کو متحرک کیوں رکھا گیا، اس کو ساکن کر کے باء کو حرکت کیوں نہ دیا گیا کیونکہ نون حرف ہے اور حرف مبنی ہوتا ہے اور مبنی کی اصل سکون ہے؟

جواب: ضَرَبْنَ کے نون کو متحرک اس لیے رکھا گیا ہے کہ نون ضمیر ہے اور ضمیر متحرک ہوتی ہے اگر اس کو ساکن کرتے تو ان تمام ضمائر کی مخالفت لازم آتی جو حرکت کو قبول کرتے ہیں پس اسی وجہ سے ضَرَبْنَ کے نون کو متحرک رکھا گیا ہے اور باء کو اس لیے ساکن کیا گیا کہ نون کی وجہ سے توالیٔ حرکات لازم نہ آئیں لہذا نون کو ہی ساکن کرنا تھا مگر وجہِ مذکورہ کی بناء پر نون کو ساکن نہیں کیا جاسکتا، پس پھر اس حرف کو ساکن کیا گیا جو اس کے قریب تھا اور وہ باء ہے کہ قریب اولیٰ ہوتا ہے۔

سوال: مُسْلِمَاتٌ سے تاءِ اوّل کو اس لیے حذف کیا گیا کہ اس میں دو علامتِ تانیث ایک ہی جنس کے جمع ہو گئے تھے لیکن ضَرَبْنَ میں دونوں علامتِ تانیث جدا جدا جنس سے ہیں پھر کیوں حذف کیا گیا؟

جواب: ضَرَبْنِ میں تاء اور نون اگرچہ دونوں ایک جنس کے نہیں تھے مگر پھر بھی تاء کو حذف کیا گیا تاکہ فعل کو ثقل سے بچایا جائے اور فعل کو ثقل سے بچانا دونوں علامات کو جمع کرنے سے اولی ہے اگرچہ دونوں مختلف جنس کے ہوں اس لیے کہ حروف کی زیادتی کی وجہ سے تانیث پہلے ہی تذکیر سے ثقیل ہوتا ہے نیز حدث، زمان اور نسبت الیٰ الفاعل پر دلالت کرنے کی وجہ سے فعل بھی ثقیل ہوتا ہے، پس اگر ضَرَبْنَ میں تاء کو حذف نہ کرتے تو تین تین ثقل جمع ہو جاتے اور تانیث والی ثقل اور حدث و زمان و نسبت الی الفاعل والا ثقل کو تو دور نہیں کرسکتے ورنہ

فعل مؤنث نہ ہو گا اور معنیٔ حدث و زمان ختم ہو جائے گا لہذا تاء والی ثقل کو دور کرنا ممکن تھا کیونکہ اس کی جگہ نون علامتِ تانیث آ گیا تھا اس لیے تاء کو حذف کر کے ثقل کو دور کر دیا گیا۔

سوال: **حُبْلَیَاتٌ** جو **حُبْلیٰ** کی جمع ہے اس میں بھی تو دو علامتِ تانیث جمع ہیں ان دونوں میں سے ایک کو کیوں حذف نہیں کیا گیا؟

جواب: **حُبْلیٰ** مؤنث ہے اور اس میں علامتِ تانیث الفِ مقصورہ ہے جب اس کی جمع بنائی گئی تو **حُبْلَیَاتٌ** بنی پس اس میں یاء اور تاء دو علامتِ تانیث جمع ہو گئیں مگر پھر بھی ایک کو حذف نہ کیا گیا بلکہ دونوں کو برقرار رکھا گیا اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ اسم ہے اور اسم میں نہ تو معنیٔ حدث و زمان ہوتا ہے اور نہ نسبت الی الفاعل اور نہ ضمیرِ فاعل لہذا اسم میں فعل کے مقابلے حد درجہ خفت ہوتی ہے اب اگر اس خفت میں ذرا سا ثقل آ بھی جائے تو کوئی مذائقہ نہیں اس لیے اس میں دونوں علامات کو باقی رکھا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ دونوں علامت مختلف الجنس ہیں لہذا دونوں کا جمع ہونا ممکن ہے۔

سوال: فعلِ ماضی میں تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مؤنث حاضر کے صیغے کو ایک طرح کا کیوں کیا گیا ہے الگ الگ کیوں نہیں لایا گیا؟

جواب: فعلِ ماضی کے تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مؤنث حاضر کے لیے صرف ایک صیغہ **ضَرَبْتُمَا** وضع کیا گیا ہے اس کی وجہ تثنیہ کا قلت کے ساتھ استعمال ہونا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صیغوں میں ایجاز یعنی اختصار سے کام لیا گیا ہے اب اگر تثنیہ مخاطبہ کے لیے الگ سے

صیغہ وضع کرتے تو تطویل لازم آتی جو تثنیہ میں قلتِ استعمال کے باوجود ایجازِ مقصود کے مخل ہے فافھم۔

سوال: فعلِ ماضی کے متکلم کے چھ صیغوں کی جگہ صرف دو صیغے ہی کیوں وضع کئے گئے ہیں؟

جواب: فعل ماضی کے صیغوں کے بارے میں قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ اس کے اٹھارہ صیغے آئیں، چھ غائب کے، چھ حاضر کے، چھ متکلم کے، لیکن استعمال میں صرف چودہ صیغے ہی آتے ہیں، **(۱)۔۔۔اس کا ایک جواب** یہ ہے کہ فعل ماضی کے صیغہ سماعی ہیں اور اہل عرب صرف چودہ صیغہ ہی استعمال کرتے ہیں۔ **(۲)۔۔۔ اور دوسرا جواب** یہ ہے کہ چھ صیغہ غائب کے، اور چھ صیغہ حاضر کے، یہ ہوئے بارہ، اور رہا متکلم تو اس کے صرف دو صیغہ آتے ہیں، ایک واحد متکلم مذکر و مؤنث، اور دوسرا تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث متکلم۔ تکلم کے صرف دو صیغہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ متکلم کی آواز سے پہچان ہو جاتی ہے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث، لہذا واحد مذکر و مؤنث کے لئے ایک صیغہ رکھا گیا۔ اور تثنیہ و جمع مذکر و مؤنث کے لیے ایک صیغہ رکھا گیا، کیونکہ تکلم و رویت سے پتا چل جاتا ہے کہ بولنے والے دو ہیں یا دو سے زیادہ، مذکر ہیں یا مؤنث۔ پس جب پہچان دو صیغوں سے ہو جاتی ہے تو مزید صیغہ لانے کی حاجت نہیں رہی، کیونکہ صیغہ پہچان کے لئے ہی لائے جاتے ہیں۔

سوال: ضمائر کو وضع کرنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: ضمائر کو وضع کرنے کی غرض و حکمت ایجاز یعنی اختصار ہے کیا آپ کو نہیں معلوم کہ جب آپ **ضَرَبْتُهُ** ضمیر کے ساتھ کہتے ہیں تو یہ جملہ **ضَرَبْتُ زَيْداً** سے زیادہ مختصر ہوتا ہے، پس اسم کی جگہ ضمیر کو استعمال کرنے سے جملہ مختصر ہو جاتا ہے اور یہ ایک قسم کی خفت ہے اور جملہ و کلام وہی اچھا ہوتا ہے جو مختصر ہو۔

سوال: **ضَرَبْتُمَا** میں میم کو کیوں زیادہ کیا گیا؟

جواب: فعلِ ماضی کے صیغہ واحد مذکر حاضر **ضَرَبْتَ** تھا جب تثنیہ کا صیغہ بنایا گیا تو الفِ تثنیہ کا تاء کے بعد اضافہ کیا گیا تو **ضَرَبْتا** ہو گیا اب تاء اور الف کے درمیان میم کی زیادتی کی گئی تاکہ اشباع کے الف سے ملتبس نہ ہو کیونکہ جب **ضَرَبْتَا** کہا گیا تو پہچان نہ ہو سکی کہ یہ الف الفِ تثنیہ ہے یا یہ الف الفِ اشباع کا ہے کہ واحد مذکر حاضر **ضَرَبْتَ** کو دراز کر کے **ضَرَبْتَا** پڑھا گیا ہے پس اس التباس سے بچنے کے لیے تاء اور الف کے درمیان میم کا اضافہ کیا گیا ہے جیسے کہ شاعر کا قول:

اَخُوْكَ اَخُوْ مُكَاثَرَةٍ وَ ضِحْكٍ　　　وَ حَيَّاكَ الْاِلٰهُ فَكَيْفَ اَنْتَا

فَاِنَّكَ ضَامِنٌ بِالرِّزْقِ حتّٰی　　　تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا ضَمِنْتَا

ترجمہ: تیرا بھائی تو ہنس مکھ اور خوش باش تھا، اللہ تجھے زندہ رکھے تو کیسا ہے۔

کیا تو رزق کا ضامن ہے کہ جس کا تو ضامن نہ ہو گا وہ بھوکا مر جائے گا۔

پس پہلے مصرے کے دوسرے جزء میں اَنْتَا اصل میں **اَنْتَ** ہے مگر دراز کر کے الف اشباع کا اضافہ کیا گیا ہے اور دوسرے مصرے کے دوسرے جزء میں **ضَمِنْتَا** اصل میں واحد

مذکر حاضر کا صیغہ **ضَبِنْتَ** ہے مگر دراز کر کے الفِ اشباع کا اضافہ کیا گیا ہے پس اگر میم کا اضافہ نہ کیا جاتا تو الفِ تثنیہ اور الفِ اشباع کے درمیان امتیاز نہ ہو پاتا۔

سوال: **ضَرَبْتُمَا** میں حرفِ میم کو ہی کیوں خاص کیا گیا ہے، دوسرے حرف کی زیادتی کر کے اس التباس کو دور کیوں نہ کیا گیا؟

جواب: **ضَرَبْتُمَا** میں میم ہی کو زیادہ کیا گیا دوسرے حرف کو نہیں لایا گیا، کیونکہ **ضَرَبْتُمَا** کے تحت **اَنْتُمَا** ضمیر پوشیدہ ہے لہذا جس طرح **اَنْتُمَا** میں میم ہے اسی مناسبت کی بناء پر **ضَرَبْتُمَا** میں میم کی زیادتی کی گئی ہے۔

وَ ضُمَّتِ التَّاءُ فِی ضَرَبْتُمَا وَ ضَرَبْتُمْ وَ ضَرَبْتُنَّ لِاَنَّهَا ضَمِیْرُ الْفَاعِلِ وَ فُتِحَتْ فِی الْوَاحِدِ خَوْفاً مِنَ الْاِلْتِبَاسِ بِالْمُتَکَلِّمِ وَ لَا اِلْتِبَاسَ فِی التَّثْنِیَةِ۔

ترجمہ: **ضَرَبْتُمَا** اور **ضَرَبْتُمْ** اور **ضَرَبْتُنَّ** میں تاء کو ضمّہ دیا گیا ہے اِس لئے تاء فاعل کی ضمیر ہے۔ اور واحد مذکر حاضر میں واحد متکلم کے ساتھ التباس ہونے کی وجہ سے تاء کو فتحہ دیا گیا ہے۔ اور تثنیہ کے صیغہ میں متکلم کے صیغہ کے ساتھ التباس نہ ہونے کی وجہ سے (تاء کو ضمّہ دیا گیا ہے)۔

وَ قِیْلَ اِتِّبَاعاً لِلْمِیْمِ لِاَنَّ الْمِیْمَ شَفَوِیَّةٌ فَجَعَلُوْا حَرْکَةَ التَّاءِ مِنْ جِنْسِهَا وَ هُوَ الضَّمُّ الشَّفَوِیُّ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ تاء کو ضمّہ میم کی اتباع میں دیا گیا ہے کیونکہ میم حروفِ شفویہ میں سے ہے پس تاء کی حرکت کو میم کی جنس سے بنایا گیا ہے اور وہ حرکت ضمّہ شفوی ہے۔

وَ زِیْدَتِ الْمِیْمُ فِی ضَرَبْتُمْ حَتّٰی یَطَّرِدَ بِتَثْنِیَتِہٖ وَ ضَمِیْرُ الْجَمْعِ فِیْہِ مَحْذُوْفٌ وَ ھُوَ الْوَاوُ لِاَنَّ اَصْلَہٗ ضَرَبْتُمُوْا فَحُذِفَتِ الْوَاوُ لِاَنَّ الْمِیْمَ بِمَنْزِلَۃِ الْاِسْمِ وَ لَا یُوْجَدُ فِی آخِرِ الْاِسْمِ وَاوٌ قَبْلَھَا مَضْمُوْمٌ اِلَّا فِی ھُوَ۔

ترجمہ: اور ضَرَبْتُمْ میں میم کی زیادتی کی گئی ہے تا کہ یہ اپنے تثنیہ کے موافق ہو جائے اور جمع کی ضمیر اِس میں محذوف ہے اور وہ واؤ ہے اِس لئے کہ اس کی اصل ضَرَبْتُمُوْا ہے پس واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے اِس لئے کہ میم اِسم کی منزل میں ہے، اور اسم کے آخر میں کوئی ایسی واؤ نہیں پائی جاتی جس کا ما قبل مضموم ہو سوائے ھُوَ کے۔

وَ مِنْ ثَمَّ یُقَالُ فِی جَمْعِ دَلْوٍ اَدْلٍ اَصْلُہٗ اَدْلُوٌ قُبِلَتِ الْوَاوُ یَاءً بِخِلَافِ ضَرَبُوْا لِاَنَّ بَاءَہٗ لَیْسَ بِمَنْزِلَۃِ الْاِسْمِ وَ بِخِلَافِ ضَرَبْتُمُوْہُ لِاَنَّ الْوَاوَ قَدْ خَرَجَ مِنَ الطَّرْفِ بِسَبَبِ الضَّمِیْرِ کَمَا فِی عِظَایَۃٍ۔

ترجمہ: اور اسی وجہ سے دَلْوٍ کی جمع میں اَدْلٍ کہا جاتا ہے۔ اور اَدْلٍ کی اصل اَدْلُوٌ تھا پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا ہے۔ بخلاف ضَرَبُوْا کے کہ اِس کی باء اسم کی منزل میں نہیں ہے۔ اور بخلاف ضَرَبْتُمُوْہُ کے کہ اس کی واؤ ضمیر ہونے کی وجہ سے طرف (آخر) سے نکل گئی ہے۔ جیسے کہ عِظَایَۃٌ میں۔

سوال: ضَرَبْتُمَا، ضَرَبْتُمْ، ضَرَبْتُنَّ میں تاء کو ضمہ کیوں دیا گیا؟

جواب: اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ تاء فاعل کی ضمیر ہے اور ضمہ تمام حرکات میں سب سے قوی ہوتا ہے اور فاعل بھی کلام میں سب سے قوی اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے لہذا مناسب ہوا کہ قوی کو قوی حرکت دی جائے کہ ضمہ فاعل کی حرکت کے مناسب ہے، اس وجہ سے تاء کو ضمہ دیا گیا۔

(۲)۔۔۔ تاء الف کے ساتھ مل کر ضمیر ہے پس ضمیر کے جزءِ اوّل کو ضمہ دے کر متحرک کیا گیا کیونکہ ضمہ قوی الحرکات ہے۔

(۳)۔۔۔ الف ضمیر ہے اور تاء تثنیہ مذکر حاضر اور تثنیہ مذکر غائب کے درمیان فرق کرنے کے لیے ہے اور پھر تاء کے بعد میم کی زیادتی کی گئی الفِ اشباع سے بچنے کے لیے اور تاء کو ضمہ دیا گیا کیونکہ تاء فاعل کے لیے فرق کرنے والا ہے (فاعل الف ہے)۔

(۴)۔۔۔ اور بصریین کہتے ہیں کہ تاء کو ضمہ میم کی موافقت کی وجہ سے دیا گیا ہے کیونکہ میم شفویہ ہے اور ضمہ بھی شفویہ ہے پس ضمہ میم کی جنس سے ہوا، پس اہلِ عرب نے مناسبت کی وجہ سے تاء کی حرکت میم کی جنس سے لے آئیں۔

سوال: صیغہ واحد مذکر حاضر **ضَرَبْتَ** کی تاء کو فتحہ کیوں دیا گیا؟

جواب: صیغہ واحد مذکر حاضر **ضَرَبْتَ** کی تاء کو فتحہ دینے کی وجہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ واحد مذکر حاضر **ضَرَبْتَ**۔ میں تاء کو فتحہ دیا گیا تاکہ واحد متکلم اور تثنیہ سے التباس نہ ہو کہ ان میں ضمہ ہے۔

(۲)۔۔۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جب غائب مذکر کے تین صیغے وضع ہو گئے تو پھر مؤنث غائب کے تین صیغے وضع کئے گئے، پھر نمبر مذکر حاضر کا آیا جب واحد کا صیغہ بنا تو تاء کو حرکت

دینے کی بات سامنے آئی، لہذا اخف الحرکات کی وجہ سے تاء کو فتحہ دے دیا گیا، پھر جب مؤنث حاضر کی باری آئی تو واحد مؤنث کی تاء کو کسرہ دے دیا گیا کیونکہ فتحہ مذکر میں دے دیا تھا اب ہمارے پاس کسرہ اور ضمہ بچا تھا پس اس کو ضمہ نہیں دیا گیا کہ وہ اثقل الحرکات ہے لہذا **اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ** کے تحت کسرہ دے دیا اور جب واحد متکلم کی باری آئی تو اس کو ضمہ دے دیا گیا کہ فتحہ اور کسرہ دوسرے صیغوں کو دیا جا چکا تھا۔

سوال: **ضَرَبْتُمَا** اور **اَنْتُمَا** کی میم کو فتحہ کیوں دیا گیا؟

جواب: ان صیغوں میں میم کو فتحہ الف کی وجہ سے دیا گیا ہے ورنہ تو میم ساکن تھی اور الف بھی ساکن تھا، پس اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لیے حرکت دینا لازم تھا اب چونکہ میم کے بعد الف تھا اور الف اپنے ما قبل فتحہ چاہتا ہے لہذا میم کو فتحہ دے دیا گیا۔

سوال: **اَنْتُمَا** میں میم کی زیادتی کیوں کی گئی اور اسی کی تخصیص کیوں؟

جواب: واحد مذکر حاضر کی ضمیر **اَنْتَ** تھی جب تثنیہ بنایا گیا تو الفِ تثنیہ کا اضافہ کیا گیا تو **اَنْتَا** ہو گیا، پھر الفِ تثنیہ اور الفِ اشباع کے درمیان التباس ہوا تو میم کی زیادتی کر کے اس التباس کو دور کیا گیا، اب رہا یہ سوال کہ میم ہی کی کیوں تخصیص کی گئی دیگر حرف کو لے آتے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج میں میم تاء کے قریب ہے کہ میم حرفِ شفویہ ہے اور یہ مخرجِ اوّل ہے اور تاء مخرجِ ثانی میں سے ہے پس مخرجِ اوّل مخرجِ ثانی کے قریب ہے لہذا قرب کی بناء پر میم کو خاص کیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ **اَنْتُمَا** میں میم کی زیادتی **هُمَا** کی اتباع کرتے ہوئے کی

گئی ہے کہ جس طرح **هُمَا** میں میم ہے اور وہ تثنیہ کی ضمیر ہے اسی طرح **اَنْتُمَا** بھی تثنیہ کی ضمیر ہے لہذا میم کو خاص کر دیا گیا۔

سوال: **ضَرَبْتُمْ** میں میم کی زیادتی کیوں کی گئی اور میم کو ساکن کیوں کیا گیا؟

جواب: **ضَرَبْتُمْ** میں میم کی زیادتی اس لیے کی گئی تاکہ **ضَرَبْتُمْ** **ضَرَبْتُمَا** کے بعد آتا ہے لہذا تثنیہ کی اتباع کرتے ہوئے جمع میں بھی اسی چیز کی زیادتی کی گئی جس چیز کی تثنیہ میں کی گئی تھی۔ اب رہا یہ سوال کہ میم ساکن کیوں ہے؟ تو ساکن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل **ضَرَبْتُمُوْا** ہے کیونکہ جب **ضَرَبَ** سے جمع حاضر کا صیغہ بنایا گیا تو آخر میں واوِ جمع کی زیادتی کی گئی تو **ضَرَبُوْا** ہوا اور یہ جمع غائب کے صیغہ سے ملتبس ہوا تو فرق کرنے کے لیے تاء کی زیادتی کی گئی اور **ضَرَبْتُوْا** ہوا پھر تثنیہ کی اتباع کرتے ہوئے تاء کے بعد میم کی زیادتی کی گئی تو **ضَرَبْتُمْوْا** ہوا پھر واو کی وجہ سے میم کو ضمہ دیا گیا تو **ضَرَبْتُمُوْا** ہوا، پھر واو کو حذف کر دیا گیا کیونکہ **ضَرَبْتُمُوْا** کی میم اسم کی منزل میں ہے اور عربی لغت کے اندر کسی اسم کے آخر میں واو ما قبل مضموم نہیں ہوتا سوائے **هُوَ** کے اسی وجہ سے **دَلْوٌ** کی جمع **اَدْلٍ** آتی ہے کیونکہ **اَدْلٍ** کی اصل **اَدْلُوٌ** ہے **اَفْعُلٌ** کے وزن پر، پس اگر **اَدْلُوٌ** رہنے دیتے تو واو ما قبل ضمہ ہوتا لہذا واو کو یاء سے بدل دیا اور لام کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دے دیا تو **اَدْلِيٌ** ہو گیا پھر تنوین کو نونِ ساکن کر کے ظاہر کیا گیا تو **اَدْلِيُنْ** ہوا پھر یاء پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے یاء کو ساکن کیا تو یاء اور نون کے درمیان اجتماعِ ساکنین ہوا پس یاء گر گئی تو **اَدْلِنْ** ہوا پھر نون کو تنوین کی صورت میں لکھا گیا تو **اَدْلٍ** ہو گیا۔

پس جب واو ساقط ہو گئی تو میم ساکن ہو گیا کیونکہ میم کو ضمہ واو کی وجہ سے دیا گیا تھا، تو **ضَرَبْتُمْ** ہو گیا۔

سوال: میم اسم کی منزل میں کیسے ہے؟

جواب: میم اسم کی منزل میں اس لئے ہے کہ میم اسم کا جزء ہوتا ہے کیونکہ لفظِ میم کے ذریعہ اسم بنتا ہے جیسے اسمِ مفعول، اسمِ ظرف، اسمِ آلہ اور ثلاثی مزید فیہ و رباعی مجرد و مزید فیہ کا اسمِ فاعل جیسے **یُخْرِجُ** فعل تھا لیکن جب علامتِ مضارع حذف کر کے میمِ مضموم لگا دیا گیا تو **مُخْرِجٌ** اسمِ فاعل بن گیا۔ علیٰ ھٰذا الْقِیَاس، پس اس بناء پر میم اسم کی منزل میں ہوا۔

سوال: **ضَرَبُوْا** اور **ضَرَبْتُمُوْہُ** میں تو واؤ ما قبل ضمہ آ رہا ہے یہاں پر واؤ کو کیوں حذف نہیں کیا گیا؟

جواب: **ضَرَبُوْا** سے واؤ کو اس لئے حذف نہیں کیا گیا کہ باء اسم کی منزل میں نہیں ہے اور **ضَرَبْتُمُوْہُ** سے واؤ کو اس لیے حذف نہیں کیا گیا کہ ہُ ضمیرِ منصوب متصل ہے جس کی وجہ سے واؤ آخر میں نہ رہی اور جو ہم نے قاعدہ بیان کیا وہ اس واؤ کا ہے جو آخر میں واقع ہو اور اس سے پہلے میم بمنزلۂ اسم ہو۔ **ضَرَبْتُمُوْہُ** میں واؤ سے پہلے میم بمنزلۂ اسم تو ہے مگر واؤ **ہُ** ضمیرِ منصوب متصل کی وجہ سے آخر میں نہ رہی جس کی وجہ سے حذف نہیں کیا گیا۔ جیسے کہ **عِظَایَۃٌ** کی یاء آخر میں تاء آنے کی وجہ سے کلمہ کا آخری حرف نہ رہا لہٰذا اس یاء کو ہمزہ سے نہیں بدلا گیا، حالانکہ قاعدہ ہے کہ جو واؤ اور یاء آخر میں الفِ زائدہ کے بعد واقع ہو وہ وجوباً ہمزہ سے بدل جاتی ہے جیسے **اَحْیَایٌ** سے **اَحْیَاءٌ**، اور **اَسْمَاوٌ** سے **اَسْمَاءٌ**۔ **دُعَاوٌ** سے **دُعَاءٌ**۔

وَ شُدِّدَ النُّوْنُ فِی ضَرَبْتُنَّ دُوْنَ ضَرَبْنَ لِاَنَّ اَصْلَهٗ ضَرَبْتُمْنَ فَاُدْغِمَ الْمِیْمُ فِی النُّوْنِ لِقُرْبِ الْمِیْمِ مِنَ النُّوْنِ فِی الْمَخْرَجِ مِنْ ثَمَّ تُبْدَلُ الْمِیْمُ مِنَ النُّوْنِ کَمَا فِی عَمْبَرٍ اَصْلُهٗ عَنْبَرٌ۔

ترجمہ: اور ضَرَبْتُنَّ میں نون کو مشدد کیا گیا ہے نہ کہ ضَرَبْنَ میں، اس لئے کہ ضَرَبْتُنَّ کی اصل ضَرَبْتُمْنَ ہے، پس مخرج میں میم کے نون سے قریب ہونے کی وجہ سے میم کو نون سے بدل کر نون کا نون میں ادغام کر دیا گیا ہے۔ جیسے کہ عَمْبَرٌ میں، کہ اس کی اصل عَنْبَرٌ ہے۔

وَ قِیْلَ اَصْلُهٗ ضَرَبْتُنْ فَاُرِیْدَ اَنْ یَّکُوْنَ مَا قَبْلَ النُّوْنِ سَاکِناً لِیَطَّرِدَ بِجَمِیْعِ نُوْنَاتِ النِّسَاءِ وَلَا یُمْکِنُ اِسْکَانُ تَاءِ الْخِطَابِ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ وَ لَا یُمْکِنُ حَذْفُهَا لِاَنَّهَا عَلَامَةٌ وَ الْعَلَامَةُ لَا تُحْذَفُ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ اس کی اصل ضَرَبْتُنْ ہے، پس نون کے ماقبل کے ساکن ہونے کا ارادہ کیا گیا تاکہ یہ نون بھی تمام نونِ نساء کے موافق ہو جائے، اور تائے مخاطبہ کا اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ساکن کرنا ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا حذف کرنا ممکن ہے، اس لئے کہ تاء علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاسکتی۔

فَاُدْخِلَ النُّوْنُ لِقُرْبِ النُّوْنِ مِنَ النُّوْنِ ثُمَّ اُدْغِمَ فَصَارَ ضَرَبْتُنَّ۔ فَاِنْ قِیْلَ لِمَ زِیْدَتِ التَّاءُ فِی ضَرَبْتُ؟ قُلْنَا لِاَنَّ تَحْتَهٗ اَنَا مُضْمَرٌ۔ وَلَا یُمْکِنُ الزِّیَادَةُ مِنْ حُرُوْفِهٖ لِلْاِلْتِبَاسِ فَاُخْتِیْرَتِ التَّاءُ لِوُجُوْدِهٖ فِی اَخَوَاتِهٖ۔

ترجمہ: پس نون کا نون سے قریب ہونے کی وجہ سے نون کو داخل کیا گیا ہے اور پھر نون کا نون میں ادغام کر دیا گیا ہے تو ضَرَبْتُنَّ ہو گیا۔ پس اگر کہا جائے کہ ضَرَبْتُ میں تاء کو کیوں زیادہ کیا گیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس کے تحت اَنَا پوشیدہ ہے اور اَنَا کے حروف میں سے التباس کی وجہ سے ضَرَبْتُ میں زیادتی کرنا ممکن نہیں ہے، لھٰذا تاء کو ضَرَبْتُ کے اخوات میں پائے جانے کی وجہ سے اختیار کر لیا گیا ہے۔

سوال: ضَرَبْتُنَّ میں نون کو مشدد کیوں لایا گیا حالانکہ ضَرَبْنَ میں نون کو مشدد نہیں کیا گیا؟

جواب: اس کے دو جواب ہیں:

(۱)۔۔۔ ضَرَبْتُنَّ کی اصل ضَرَبْتُمْنَ ہے، پس قریب المخرج ہونے کی وجہ سے میم کو نون سے بدل دیا گیا، پھر نون کو نون میں ادغام کر دیا گیا تو ضَرَبْتُنَّ ہو گیا جیسے عَنْبَرٌ میں نون کو میم سے بدل دیا جاتا ہے اور عَمْبَرٌ پڑھا جاتا ہے یوں ہی مِنْ بَعْدِ کو مِمْ بَعْدِ پڑھا جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ضَرَبْتُنَّ کی اصل ضَرَبْتُنْ ہے کیونکہ جو علت میم کی زیادتی کرنے کی ضَرَبْتُمَا اور ضَرَبْتُمْ میں پائی جاتی تھی یعنی الفِ اشباع کے ساتھ التباس وہ ضَرَبْتُنْ میں نہیں پائی جارہی کہ ضَرَبْتُنْ کسی صیغہ سے ملتبس نہیں ہو رہا۔ فعلِ ماضی اور فعلِ مضارع کے جمع مؤنث کے صیغے ضَرَبْنَ، يَضْرِبْنَ، تَضْرِبْنَ میں نون کا ماقبل ساکن ہے اسی طرح ضَرَبْتُنْ میں نون کے ماقبل کو ساکن کرنا چاہا تھا تا کہ یہ صیغہ بھی تمام نوناتِ نساء کے موافق ہو جائے، لیکن تاء کو ساکن کرنا ممکن نہ تھا ورنہ اجتماعِ ساکنین لازم آتا، اور اگر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے تاء کو

حذف کرتے تو یہ بھی ممکن نہ تھا کہ تاء خطاب کی علامت ہے اور علامت حذف نہیں ہوتی پس اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لیے ایک نونِ ساکن کا اضافہ کیا قریب المخرج کی وجہ سے، پھر نون کو نون میں ادغام کر دیا تو **ضَرَبْتُنَّ** ہو گیا۔ اور **ضَرَبْنَ** میں نون کو مشدد لانے کی کوئی صورت موجود نہیں اسی لیے اسے بغیر تشدید کے لایا گیا ہے۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ واحد متکلم **ضَرَبْتُ** میں تاء کی زیادتی کیوں کی گئی اور تاء کو ضمہ کیوں دیا گیا؟

جواب: صیغہ واحد متکلم کے تحت **اَنَا** ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے، پس اگر واحد متکلم کا صیغہ بنانے کے لیے **اَنَا** کے حرف میں سے کسی حرف کی زیادتی کرتے تو دیگر صیغوں سے التباس لازم آتا، جیسے کہ اگر الف کا اضافہ کرتے تو **ضَرَبَا** بنتا اور یہ تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے، اور اگر نون کا اضافہ کرتے تو **ضَرَبْنَ** بنتا اور یہ جمع مؤنث غائب کا صیغہ ہے لہذا واحد متکلم کا صیغہ بنانے کے لیے اسی حرف کو چنا گیا جو واحد متکلم کے اخوات ہیں یعنی واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد مؤنث حاضر میں لایا گیا اور وہ تاء ہے لہذا **ضَرَبَتْ** ہوا، اب حرکت دینے کی باری آئی کیونکہ اگر ساکن کرتے تو واحد مؤنث غائب سے التباس ہوتا، اور اگر فتحہ دیتے تو واحد مذکر حاضر سے التباس ہوتا، اور اگر کسرہ دیتے تو واحد مؤنث حاضر سے التباس ہوتا، تو ہم نے تاء کو ضمہ دے دیا، ضمہ کے اثقل الحرکات ہونے کے بوجود کیونکہ اب کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔

وَ زِيْدَتِ النُّوْنُ فِي ضَرَبْنَا لِاَنَّ تَحْتَهٗ نَحْنُ مُضْمَرٌ۔ ثُمَّ زِيْدِتِ الْاَلِفُ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِضَرَبْنَ فَصَارَ ضَرَبْنَا۔

ترجمہ: اور ضَرَبْنَا میں نون کی زیادتی کی گئی ہے۔اس لئے کہ ضَرَبْنَا کے تحت نَحْنُ پوشیدہ ہے۔ پھر الف کی زیادتی کی گئی ہے تا کہ ضَرَبْنَ (جمع مؤنث غائب) سے ملتبس نہ ہو۔ پس ضَرَبْنَا ہو گیا۔

وَ تَدْخُلُ الْمُضْمِرَاتُ فِی الْمَاضِی وَ اَخَوَاتُہٗ۔ وَ ھِیَ تَرْتَقِی اِلٰی سِتِّیْنَ نَوْعاً لِاَنَّھَا فِی الْاَصْلِ ثَلَاثَۃٌ مَرْفُوْعٌ وَ مَنْصُوْبٌ وَ مَجْرُوْرٌ۔

ترجمہ: اور فعلِ ماضی اور اس کے اخوات (فعلِ مضارع، امر، نہی) میں ضمائر داخل ہوتی ہیں۔ اور یہ (ضمائر) ساٹھ قسموں تک پہونچ جاتی ہیں۔ اس لئے کہ ضمائر اصلِ وضع کے اعتبار سے تین ہیں: (۱)۔۔۔ مرفوع (۲)۔۔۔ منصوب (۳)۔۔۔ مجرور۔

ثُمَّ یَصِیْرُ کُلُّ وَاحِدٍ اِثْنَیْنِ نَظْراً اِلٰی اِتِّصَالِہٖ وَ اِنْفِصَالِہٖ۔ فَاضْرِبِ الْاِثْنَیْنِ فِی الثَّلَاثَۃِ حَتّٰی یَصِیْرَ سِتَّۃٌ۔

ترجمہ: پھر ان تینوں میں سے ہر ایک اپنے متصل اور منفصل ہونے کی طرف نظر کرتے ہوئے دو قسم پر ہے۔ پس آپ دو کو تین میں ضرب دیں تو وہ چھ ہو جاتی ہیں۔

ثُمَّ اُخْرِجَ الْمَجْرُوْرُ الْمُنْفَصِلُ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ تَقْدِیْمُ الْمَجْرُوْرِ عَلَی الْجَارِّ فَلَا یُقَالُ مَرَرْتُ زَیْدٌ بِ، بَلْ یُقَالُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ۔

ترجمہ: پھر ان میں سے مجرور منفصل کو نکال دیا گیا تا کہ حرفِ جار پر مجرور کی تقدیم لازم نہ آئے۔ پس مَرَرْتُ زَیْدٌ بِ نہیں کہا جاتا، بلکہ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ کہا جاتا ہے۔

فَبَقِيَ لَكَ خَمْسَةٌ مَرْفُوْعٌ مُتَّصِلٌ وَ مُنْفَصِلٌ، مَنْصُوْبٌ مُتَّصِلٌ وَ مُنْفَصِلٌ، وَ مَجْرُوْرٌ مُتَّصِلٌ۔

ترجمہ: پس آپ کے لئے پانچ قسم باقی رہ گئیں (۱)۔۔۔مرفوع متصل (۲)۔۔۔مرفوع منفصل (۳)۔۔۔منصوب متصل (۴)۔۔۔منصوب منفصل (۵)۔۔۔مجرور متصل۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ جمع متکلم **ضَرَبْنَا** میں **نَا** کی زیادتی کیوں کی گئی؟

جواب: کیونکہ جمع متکلم کے صیغہ کے تحت **نَحْنُ** ضمیر پوشیدہ ہوتی ہے، پس ضروری ہوا کہ **نَحْنُ** میں سے کسی حرف کی زیادتی کی جائے تاکہ وہ **نَحْنُ** ضمیر پر دلالت کرے، تو **نَحْنُ** میں سے نون کا اضافہ کیا گیا تو **ضَرَبْنَ** بن گیا جو جمع مؤنث غائب کے ساتھ ملتبس ہوا تو اس کا التباس دور کرنے کے لیے اس کے آخر میں الف کا اضافہ کر دیا گیا تو **ضَرَبْنَا** بن گیا۔

سوال: ضمائر کی اقسام اور تعداد کتنی ہیں؟ اور ضمیرِ مجرور منفصل کیوں نہیں آتی ہے؟

جواب: جو ضمائر فعلِ ماضی اور دیگر افعال میں داخل ہوتی ہیں وہ ساٹھ ہیں، اور ضمائر کی اقسام اصل میں تین ہیں: (۱)۔۔۔مرفوع۔ (۲)۔۔۔منصوب۔ (۳)۔۔۔مجرور۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: (۱)۔۔۔متصل۔ (۲)۔۔۔منفصل۔ یوں ضمائر کی کل چھ قسمیں ہو گئیں، پھر ان چھ میں سے مجرور منفصل خارج ہو جاتی ہے کیونکہ مجرور منفصل میں حرفِ جار اسمِ مجرور سے مؤخر ہو جائے گا اور یہ خلافِ قاعدہ ہے اس لئے کہ جو منفصل ہو وہ اسم سے پہلے بھی آ سکتی ہے اور بعد میں بھی آ سکتی ہے، پس پہلے آنا تو درست ہے مگر بعد میں آنا

درست نہیں لہذا اسی قباحت کی وجہ سے مجرور منفصل کو خارج کر دیا گیا جیسے **مَرَرْتُ زَیْدٌ بِ**۔ پس اب کل پانچ ضمائر رہ گئیں:

(۱)۔۔۔ مرفوع متصل۔ **(۲)**۔۔۔ مرفوع منفصل۔ **(۳)**۔۔۔ منصوب متصل۔

(۴)۔۔۔ منصوب منفصل۔ **(۵)**۔۔۔ مجرور متصل۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی بارہ بارہ ضمیریں ہیں۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اٹھارہ ضمیر ہوں، چھ غائب اور غائبہ کی، چھ مخاطب اور مخاطبہ کی، چھ متکلم اور متکلمہ کی، مگر غائب اور غائبہ میں صرف پانچ پر اکتفاء کیا گیا ہے، کیونکہ تثنیہ کی ضمیر دونوں کے لیے **ھُمَا** آتی ہے، پس قلتِ استعمال کے پیشِ نظر ایک **ھُمَا** کو ساقط کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح مخاطب اور مخاطبہ میں صرف پانچ ضمیروں پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ کہ تثنیہ کی ضمیر دونوں کے لیے **اَنْتُمَا** آتی ہے، پس قلتِ استعمال کے تحت ایک **اَنْتُمَا** کو ساقط کر دیا گیا۔ اور متکلم اور متکلمہ میں صرف دو ضمیروں پر اکتفاء کیا گیا ہے، کیونکہ اس کی بقیہ ضمیروں کی پہچان دیکھنے یا سننے سے ہو جاتی ہے۔ اس طرح اٹھارہ ضمیروں کی جگہ بارہ ضمیریں رہ گئیں۔ اب بارہ کو پانچ میں ضرب دیا تو ساٹھ ضمیریں بنی۔ ورنہ تو کل ضمیریں ستر ہیں۔

(۱)۔۔۔ مرفوع متصل:

ضَرَبَ۔ ضَرَبَا۔ ضَرَبُوْا۔ ضَرَبَتْ۔ ضَرَبَتَا۔ ضَرَبْنَ۔ ضَرَبْتَ۔ ضَرَبْتُمَا۔ ضَرَبْتُمْ۔ ضَرَبْتِ۔ ضَرَبْتُمَا۔ ضَرَبْتُنَّ۔ ضَرَبْتُ۔ ضَرَبْنَا۔

(۲)۔۔۔ مرفوع منفصل:

هُوَ۔ هُمَا۔ هُمْ۔ هِيَ۔ هُمَا۔ هُنَّ۔ اَنْتَ۔ اَنْتُمَا۔ اَنْتُمْ۔ اَنْتِ۔ اَنْتُمَا۔ اَنْتُنَّ۔ اَنَا۔ نَحْنُ۔

(۳)۔۔۔ منصوب متصل:

ضَرَبَهُ۔ ضَرَبَهُمَا۔ ضَرَبَهُمْ۔ ضَرَبَكَ۔ ضَرَبَكُمَا۔ ضَرَبَكُمْ۔ ضَرَبَكِ۔ ضَرَبَكُمَا۔ ضَرَبَكُنَّ۔ ضَرَبَنِي۔ ضَرَبَنَا۔

(۴)۔۔۔ منصوب منفصل:

اِيَّاهُ۔ اِيَّاهُمَا۔ اِيَّاهُمْ۔ اِيَّاهَا۔ اِيَّاكَ۔ اِيَّاكُمَا۔ اِيَّاكُمْ۔ اِيَّاكِ۔ اِيَّاكُمَا۔ اِيَّاكُنَّ۔ اِيَّايَ۔ اِيَّانَا۔

(۵)۔۔۔ مجرور متصل:

لَهُ۔ لَهُمَا۔ لَهُمْ۔ لَهَا۔ لَهُمَا۔ لَهُنَّ۔ لَكَ۔ لَكُمَا۔ لَكُمْ۔ لَكِ۔ لَكُمَا۔ لَكُنَّ۔ لِي۔ لَنَا۔

ثُمَّ انْظُرْ اِلَى الْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ وَ هُوَ يَحْتَمِلُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ نَوْعاً فِي الْعَقْلِ سِتّاً فِي الْغَيْبَةِ وَ سِتّاً فِي الْمُخَاطَبَةِ وَ سِتّاً فِي الْحِكَايَةِ۔

ترجمہ: پھر آپ مرفوع متصل کی جانب نظر کریں تو یہ عقلاً اٹھارہ قسموں کا احتمال رکھتا ہے۔ چھ غائب میں اور چھ مخاطب میں اور چھ حکایت (متکلم) میں۔

وَ اُكْتُفِيَ بِخَمْسَةٍ فِي الْغَيْبَةِ بِاِشْتِرَاكِ التَّثْنِيَةِ لِقِلَّةِ اِسْتِعْمَالِهَا۔ وَ كَذٰلِكَ فِي الْمُخَاطَبِ وَ الْمُخَاطَبَةِ وَ فِي الْحِكَايَةِ بِلَفْظَيْنِ لِاَنَّ الْمُتَكَلِّمَ يُرٰى فِي اَكْثَرِ الْاَحْوَالِ اَوْ يُعْلَمُ بِالصَّوْتِ اَنَّهُ مُذَكَّرٌ اَوْ مُؤَنَّثٌ۔

ترجمہ: اور غائب میں تثنیہ کے صیغہ کے قلتِ استعمال کی وجہ سے اشتراک کے بناء پر پانچ صیغوں پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح مخاطب اور مخاطبہ میں اور حکایت (متکلم) میں دو لفظوں پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ متکلم اکثر حالتوں میں دیکھا جاتا ہے یا آواز سے جان لیا جاتا ہے کہ وہ مذکر ہے یا مؤنث ہے۔

فَبَقِيَ لَكَ اِثْنَا عَشَرَ نَوْعاً۔ فَاِذَا صَارَ قِسْمٌ وَاحِدٌ مِنْ تِلْكَ الْاَقْسَامِ الْخَمْسَةِ اِثْنَا عَشَرَ نَوْعاً فَيَصِيْرُ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهَا مِثْلَ ذٰلِكَ فَيَحْصِلُ لَكَ بِضَرْبِ الْخَمْسَةِ فِي اِثْنَيْ عَشَرَ سِتُّوْنَ نَوْعاً۔

ترجمہ: پس آپ کے لئے بارہ قسمیں باقی رہ گئیں۔ پس جب ان پانچ قسموں میں سے ایک قسم کی بارہ قسمیں ہو گئیں تو ان پانچ میں سے ہر ایک کی اسی طرح ہوں گی۔ پس آپ کو بارہ میں پانچ کو ضرب دینے سے کل ساٹھ قسمیں حاصل ہوں گی۔

اِثْنَا عَشَرَ لِلْمَرْفُوْعِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَرَبَ اِلٰى ضَرَبْنَا۔ وَاِثْنَا عَشَرَ لِلْمَرْفُوْعِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ هُوَ ضَرَبَ اِلٰى نَحْنُ ضَرَبْنَا۔

ترجمہ: (۱)۔۔۔ بارہ مرفوع متصل جیسے ضَرَبَ سے ضَرَبْنَا تک۔ (۲)۔۔۔ بارہ مرفوع منفصل جیسے هُوَ ضَرَبَ سے نَحْنُ ضَرَبْنَا تک۔

وَ الْاَصْلُ فِي هُوَ اَنْ يُّقَالَ هُوَ، هُوَا، هُوُوْا، وَلٰكِنْ جُعِلَ الْوَاوُ الْاُوْلٰى مِيْماً فِي الْجَمْعِ لِاتِّحَادِ مَخْرَجَيْهِمَا وَاِجْتِمَاعِ الْوَاوَيْنِ، فَصَارَ هُمُوْا ثُمَّ حُذِفَتِ الْوَاوُ لِمَا مَرَّ فِي ضَرَبْتُمُوْا۔

ترجمہ: اور هُوَ میں اصل یہ ہے کہ هُوَهُوَا هُوُوْا کہا جائے، لیکن میم اور واؤ کے مخرج کے متحد ہونے اور دو واؤ کے جمع ہونے کی وجہ سے جمع میں پہلی واؤ کو میم بنا دیا گیا ہے۔ پس هُمُوْا ہو گیا۔ پھر آخری واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے اس وجہ سے جو ضَرَبْتُمُوْا میں گزرا۔

وَحُمِلَتِ التَّثْنِيَةُ عَلَيْهِ۔ وَقِيْلَ قَدْ فَرُّوْا حَتّٰى يَقَعَ الْفَتْحَةُ عَلَى الْمِيْمِ الْقَوِيِّ۔

ترجمہ: اور تثنیہ کے صیغہ کو جمع کے صیغہ پر محمول کیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ صرفی حضرات واؤ سے میم کی طرف گئے ہیں تاکہ فتحہ میمِ قوی پر واقع ہو۔

سوال: قیاس کا تقاضا ہے کہ هُوَ کی تثنیہ هُوَا اور جمع هُوُوْا آئے لیکن اس کے برعکس هُمَا اور هُمْ آتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: سب سے پہلے یہ جان لو کہ هُوَ کی واؤ اور هِيَ کی یاء بصریین کے نزدیک اصلِ کلمہ میں سے ہے حرفِ اشباع میں سے نہیں کیونکہ حرفِ اشباع متحرک نہیں ہوتا بلکہ ساکن ہوتا ہے نیز حرفِ اشباع صرف ضرورت کے وقت آتا ہے۔ اور کوفیین کے نزدیک یہ واؤ اور یاء حرفِ اشباع میں سے ہے اور ضمیر صرف **هاء** ہے، لیکن بصریین کی دونوں مذکورہ دلیلوں سے کوفیین کا رد ہو گیا۔ اور قیاس کے مطابق هُوَا اور هُوُوْا ہی آتا ہے مگر واوِ جمع اور وہ واؤ جو هُوَا میں ہے اس کا اجتماع ناجائز ہے کیونکہ حروفِ علت میں سے واؤ اثقل الحروف ہے اور ساتھ ہی هُوُوْا میں واؤ پر ضمہ ہے جو اثقل الحرکات ہے، پس هُوُوْا میں حد درجہ ثقل جمع ہو گیا، اس ثقل کو دور کرنے کے لیے پہلی واؤ کو میم سے بدل دیا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے کہ دونوں شفوی ہیں تو هُمُوْا ہوا، پھر میم کا بمنزلۂ اسم ہونے کی وجہ سے واوِ جمع کو حذف کر دیا کیونکہ کسی بھی اسم میں واؤ ما

قبل ضمہ نہیں آتا سوائے **ھُوَ** کے، پھر میم کو ساکن کر دیا کہ اس پر ضمہ واؤ کی وجہ سے تھا اور اب واؤ رہا نہیں تو ضمہ کہاں سے اور کس لیے ہو گا، لہذا اس طرح **ھُمْ** ہو گیا۔ اور جب تثنیہ بنایا گیا تو الفِ تثنیہ کا **ھُمْ** میں اضافہ کر دیا گیا تو **ھُمَا** ہو گیا۔ اور بعض بصریین کا قول ہے کہ **ھُوَ** کی تثنیہ **ھُوَا** بنی، پس واوِ ضعیف پر فتحہ قوی واقع ہوا تو واؤ کو میم سے بدل دیا دونوں کا شفوی ہونے کی وجہ سے تاکہ فتحۂ قوی میمِ قوی پر واقع ہو، تو اس طرح **ھُمَا** ہو گیا اور جب جمع کا صیغہ بنایا گیا تو **ھُمُوْا** بنا، پھر واؤ حذف ہو گئی علتِ مذکورہ کی وجہ سے اور یوں **ھُمْ** ہو گیا۔

وَ اُدْخِلَ الْمِیْمُ فِی اَنْتُمَا لِمَا ذُکِرَ فِی ضَرَبْتُمَا۔ وَ حُمِلَ الْجَمْعُ عَلَیْہِ۔

ترجمہ: اور اَنْتُمَا میں میم کو داخل کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے جو ضَرَبْتُمَا میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور جمع کے صیغہ کو اسی پر محمول کیا گیا ہے۔

وَ قِیْلَ اُدْخِلَ الْمِیْمُ فِی ضَرَبْتُمَا لِاَنَّہٗ اُدْخِلَ فِی اَنْتُمَا وَ اُدْخِلَ فِی اَنْتُمَا لِاَنَّہٗ اُدْخِلَ فِی ھُمَا وَ اُدْخِلَ فِی ھُمَا لِاَنَّہٗ اُدْخِلَ فِی ھُمُوْا وَ اُدْخِلَ فِی ھُمُوْا لِاِجْتِمَاعِ الْوَاوَیْنِ ھٰھُنَا فِی الطَّرْفِ، وَ لَا یُحْذَفُ وَاوُ ھُوَ لِقِلَّۃِ حُرُوْفِہٖ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ضَرَبْتُمَا میں میم کو داخل کیا گیا ہے کیونکہ میم کو اَنْتُمَا میں داخل کیا گیا ہے۔ اور اَنْتُمَا میں میم کو داخل کیا گیا ہے، کیونکہ میم کو ھُمَا میں داخل کیا گیا ہے۔ اور ھُمَا میں میم کو داخل کیا گیا ہے کیونکہ میم کو ھُمُوْا میں داخل کیا گیا ہے۔ اور ھُمُوْا میں میم کو داخل کیا گیا ہے (اس لئے کہ اس کی اصل ھُوُوْا ہے، پس) یہاں طرف میں دو واؤ کے جمع ہو جانے کی وجہ

سے (واؤ کو میم سے بدل دیا گیا کیونکہ واؤ اور میم اپنے مخرج کے اعتبار سے متحد ہیں)۔ اور ھُوَ کی واؤ کو درست مقدار سے اس کے حروف کے کم ہو جانے کی وجہ سے حذف نہیں کیا جائے گا۔

وَ يُحْذَفُ وَاوُ هُوَ اِذَا تَعَانَقَ وَ انْضَمَّ بِشَيْءٍ آخَرَ لِحُصُوْلِ كَثْرَةِ الْحُرُوْفِ بِالْمُعَانَقَةِ مَعَ وُقُوْعِ الْوَاوِ عَلٰى الطَّرْفِ فَبَقِيَ الْهَاءُ مَضْمُوْماً عَلٰى حَالِهٖ نَحْوُ لَهٗ۔ وَ تُكْسَرُ اِذَا كَانَ مَا قَبْلَهٗ مَكْسُوْراً اَوْ يَاءً سَاكِنَةً۔

ترجمہ: اور ھُوَ کی واؤ کو حذف کر دیا جاتا ہے جب ھُوَ کسی دوسری چیز کے ساتھ مل جائے۔ حروف کی کثرت کے حاصل ہو جانے کی وجہ سے مل جانے کے وقت، باوجود اس کے کہ واؤ طرف میں واقع ہے۔ پس ھاء اپنے حال پر مضموم باقی رہے گا جیسے لَهٗ۔ اور ہاء کو کسرہ دیا جاتا ہے جب ہاء کا ما قبل مکسور ہو یا ما قبل یائے ساکنہ ہو۔

حَتّٰى لَا يَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْكَسْرَةِ اِلَى الضَّمَّةِ نَحْوُ فِيْ غُلَامِهٖ وَ فِيْهِ وَ تَجْعَلُ يَاءَ هِيَ اَلِفاً كَمَا تَجعَلُ فِيْ يَا غُلَامِيْ ، يَا غُلَامَا، وَ فِيْ يَا بَادِيَةُ يَا بَادَاةُ۔ وَ تُجْعَلُ الْيَاءُ مِيْماً فِي التَّثْنِيَةِ حَتّٰى لَا يَقَعَ الْفَتْحَةُ عَلَى الْيَاءِ الضَّعِيْفِ مَعَ ضُعْفِهَا۔ وَ شُدِّدَ نُوْنُ هُنَّ لِمَا مَرَّ فِيْ ضَرَبْتُنَّ۔

ترجمہ: تاکہ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم نہ آئے جیسے فِیْ غُلَامِهٖ اور فِيْهِ میں ہے۔ ھِيَ کی یاء کو الف بنا دیا جاتا ہے جیسے یَا غُلَامِیْ میں یاء کو الف بنا کر یَا غُلَامَا کہا جاتا ہے۔ اور یَا بَادِيَةُ

میں یَابَادَاةٌ۔ اور تثنیہ میں یاء میم سے بدل جاتی ہے تا کہ یائے ضعیف پر فتحہ واقع نہ ہو۔ اور ھُنَّ کے نون کو مشدد کر دیا گیا ہے اس وجہ سے جو ضَرَبْتُنَّ میں گزرا۔

سوال: اَنْتُمَا میں میم کیوں داخل کی گئی، حالانکہ اَنْتَ کی تثنیہ اَنْتَا آنا چاہئے تھا؟

جواب: اَنْتَ کی تثنیہ اَنْتَا ہی آتی ہے مگر الفِ تثنیہ اور الفِ اشباع کے مابین التباس ہوا جس کی وجہ سے تاء کے بعد میم کا اضافہ کیا گیا اور تاء کو ضمہ دیا گیا میم اور ضمہ کے مابین تناسب کی وجہ سے، تو اَنْتُمَا ہو گیا اور جب جمع کی ضمیر بنائی گئی تو اَنْتُمُوْا بنی، پھر واؤ کو حذف کر دیا گیا میم کے بمنزلۂ اسم ہونے کی بناء پر، جیسا کہ اوپر گزرا تو اَنْتُمْ ہو گیا۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ ضَرَبْتُمَا میں میم کو داخل کیا گیا کیونکہ اَنْتُمَا میں داخل ہے، اور اَنْتُمَا میں داخل کیا گیا کیونکہ ھُمَا میں داخل ہے، اور ھُمَا میں میم کو داخل کیا گیا کیونکہ ھُمْ میں داخل ہے، اور ھُمْ میں اس لیے میم داخل ہے کہ اس کی اصل ھُوْوْا تھی، پھر یہ ھُمْ کیسے بنا ہم نے اس کی وضاحت اوپر کر دی ہے لہذا اس کے جواب کو پڑھ لیں۔

سوال: ھُوْوْا کی پہلی واؤ کو میم سے بدلنے کی بجائے حذف کر دیتے تو تخفیف بھی ہو جاتی اور دوسرے کسی حرف کی جانب محتاجی بھی نہیں ہوتی، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: ھُوْوْا کی پہلی واؤ کو حذف کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ اصلی ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ حذف کی صورت میں کلمہ اپنی درست مقدار سے کم ہو جاتا کہ کلمہ کم از کم تین حرف پر مشتمل ہوتا ہے، اور ھُوَ پہلے ہی دو حرف پر مشتمل ہونے کی وجہ سے درست مقدار سے کم ہے پس اگر واؤ کو حذف کرتے تو ھُ تنہا رہ جاتا جو کہ جائز نہیں۔

سوال: اگر پہلی واؤ کو حذف کرنے پر خرابی لازم آرہی ہے تو دوسری واؤ کو حذف کر دیتے، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اگر **هُوُوْا** سے دوسری واؤ کو حذف کرتے تو **هُوُ** بچتا جو کہ وقف کی حالت میں **هُوْ** ہوتا، پس اس صورت میں **هُوَ** جو واحد کی ضمیر ہے اس کے درمیان اور **هُوْ** جو جمع کی ضمیر ہے اس کے درمیان التباس پیدا ہو جاتا جس کی وجہ سے دوسری واؤ کو اس اعتبار سے حذف کرنا درست نہیں۔ اور جو میم کا اضافہ کرکے پھر دوسری واؤ کو حذف کرتے ہیں اس کی علت اوپر گزر چکی ہے اور پھر حذف کرنے کے بعد کوئی التباس بھی نہیں رہتا بر خلاف **هُوُوْا** سے واؤ کو حذف کرنے کے۔

سوال: تو کیا **هُوَ** کی واؤ کو حذف کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: چند صورتوں میں جائز ہے:

(۱)۔۔۔ جب یہ کسی اسم سے متصل ہو اور وہ اسم مضاف اور **هُوَ** مضاف الیہ بن رہا ہو جیسے **غُلَامُهُ**۔

(۲)۔۔۔ جب حرفِ جر کا مجرور واقع ہو جیسے **بِهٖ، لَهٗ، مِنْهُ**۔

(۳)۔۔۔ جب فعل متصل ہو اور یہ اس فعل کا مفعول واقع ہو جیسے **ضَرَبَهٗ**، ان کے علاوہ **هُوَ** کی واؤ کو حذف کرنا جائز نہیں ہے۔ اور مذکورہ تینوں جگہوں میں حذف کرنے کی علت یہ ہے کہ اتصال کی وجہ سے کثرتِ حروف کا حصول ہوتا ہے۔

سوال: تو کیا **هِیَ** کی یاء کو بھی حذف کرنا درست نہیں ہے؟

جواب: جی ہاں **هِيَ** کی یاء کو کسی صورت میں حذف کرنا درست نہیں ہے اگرچہ کوئی اسم یا حرفِ جار یا فعل متصل ہو، بلکہ بوقتِ اتصال یاء کو الف سے بدل کر **هَا** پڑھنا درست ہے۔ جیسے کہ **يَا غُلَامِيَ** کی یاء کو الف سے بدل کر **يَا غُلَامَا**، اور **يَا بَادِيَةُ** کو **يَا بَادَاةُ** پڑھا جاتا ہے، تاکہ یاءِ ضعیف پر فتحہ نہ آئے۔

سوال: **هُوَ** کی واؤ کو جب اتصالِ کلمہ کی بناء پر حذف کر دیا گیا تو کبھی **هُ** پڑھتے ہیں اور کبھی **هِ** اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جب ہاء کا ما قبل مضموم یا مفتوح ہو یا ساکن ہو تو ہاء پر ضمہ پڑھیں گے تاکہ ضمہ واؤ کے حذف ہونے پر دلالت کرے جیسے **غُلَامُهُ، لَهُ، مِنْهُ**۔ اور جب ہاء کا ما قبل مکسور یا یاءِ ساکنہ ہو تو پھر ہاء پر کسرہ پڑھیں گے، تاکہ کسرہ سے ضمہ کی جانب خروج لازم نہ آئے جیسے **بِهِ، فِيْهِ**، پھر ضمہ والی صورت اور کسرہ والی صورت میں اشباع کریں گے تو **لَهٗ، مِنْهٗ**، اور **بِهٖ، فِيْهٖ** ہو جائے گا۔

سوال: **هِيَ** کی تثنیہ **هِيَا** آنی چاہیئے تھی مگر **هُمَا** آتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: **هِيَ** کی تثنیہ **هِيَا** ہی آتی لیکن یاء حرفِ علت ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے اور فتحہ قوی حرکت ہے لہذا یاء کو میم سے بدل دیا تاکہ یاءِ ضعیف پر فتحۂ قوی نہ آئے، پھر **هِمَا** ہو گیا پھر ہاء کو میم کی مناسبت سے ضمہ دے دیا کہ ضمہ اور میم شفوی ہیں تو یوں **هُمَا** ہو گیا۔

سوال: **هُنَّ** ضمیر کا نون مشدد کیوں رکھا گیا؟

جواب: جب **هِيَ** کی تثنیہ **هُمَا** بنی اور پھر جب جمع بنایا گیا تو **هُمَا** سے الفِ تثنیہ ساقط کر کے نونِ جمع لگا دیا گیا تو **هُمْنَ** ہو گیا، پھر میم کو قریب المخرج کی وجہ سے نون کر کے نون کو نون

میں ادغام کر دیا یوں **هُنَّ** ہو گیا۔ جیسے **عَنْبَرٌ** کو **عَمْبَرٌ** کیا گیا ہے، کیونکہ عربی لغت کے اندر میم کو نون سے اور نون کو میم سے بدلنا جائز ہے۔

وَ اِثْنَا عَشَرَ لِلْمَنْصُوْبِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَرَبَهُ اِلٰی ضَرَبَنَا۔ وَ لَا یَجُوْزُ فِیْهِ اِجْتِمَاعُ ضَمِیْرَیِ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ فِیْ مِثْلِ ضَرَبْتَكَ وَ ضَرَبْتُنِیْ۔

ترجمہ: اور بارہ صیغہ منصوب متصل کے جیسے ضَرَبَهُ سے ضَرَبَنَا تک۔ اور فعل میں فاعل اور مفعول کی دونوں ضمیروں کا جمع ہونا جائز نہیں ہے۔ ضَرَبْتَكَ اور ضَرَبْتُنِی کے جیسے میں۔

حَتّٰی لَا یَصِیْرَ الشَّخْصُ فَاعِلاً وَ مَفْعُوْلاً فِیْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ اِلَّا فِیْ اَفْعَالِ الْقُلُوْبِ نَحْوُ عَلِمْتَكَ فَاضِلاً وَ عَلِمْتُنِیْ فَاضِلاً۔ لِاَنَّ الْمَفْعُوْلَ الْاَوَّلَ لَیْسَ بِمَفْعُوْلٍ فِی الْحَقِیْقَةِ وَ لِهٰذَا قِیْلَ فِیْ تَقْدِیْرِهٖ عَلِمْتُ فَضْلِیْ وَ عَلِمْتَ فَضْلَكَ۔

ترجمہ: تاکہ ایک ہی شخص ایک ہی حالت میں فاعل اور مفعول نہ ہو۔ مگر افعالِ قلوب میں (کہ اس میں ہو سکتا ہے) جیسے عَلِمْتَكَ فَاضِلاً اور عَلِمْتُنِی فَاضِلاً۔ اس لئے کہ مفعولِ اوّل حقیقت میں مفعول نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ عَلِمْتُنِی فَاضِلاً کی تقدیر عَلِمْتُ فَضْلِی ہے اور عَلِمْتَكَ فَاضِلاً کی تقدیر عَلِمْتَ فَضْلَكَ ہے۔

وَ اِثْنَا عَشَرَ لِلْمَنْصُوْبِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ اِیَّاهُ ضَرَبَ اِلٰی اِیَّانَا ضَرَبْنَا۔ وَ اِثْنَا عَشَرَ لِلْمَجْرُوْرِ الْمُتَّصِلِ نَحْوُ ضَارِبُهُ اِلٰی ضَارِبُنَا وَ فِیْ مِثْلِ ضَارِبِیَّ اَصْلُهُ ضَارِبُوْیَ جُعِلَ الْوَاوُ یَاءً ثُمَّ اُدْغِمَ کَمَا فِیْ مَهْدِیٍّ اَصْلُهُ مَهْدُوْیٌ۔

ترجمہ:(۴)۔۔۔اور بارہ صیغہ منصوب منفصل کے جیسے اِیَّاہُ ضَرَبَ سے اِیَّانَا ضَرَبْنَا تک۔ اور بارہ مجرور متصل کے جیسے ضَارِبُہٗ سے ضَارِبُنَا تک۔ اور ضَارِبِیَّ کی مثل میں کہ اس کی اصل ضَارِبُوْیَ ہے واؤ کو یاء بنایا گیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کیا گیا جیسے مَھْدِیٌّ میں کہ اس کی اصل مَھْدُوْیٌ ہے۔

سوال: منصوب متصل کی ضمیروں میں فاعل اور مفعول کی ضمیر ایک ساتھ کیوں جمع نہیں ہو سکتیں؟

جواب: منصوب متصل میں فاعل اور مفعول کی ضمیر ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں ورنہ تو ایک ہی شخص کا ایک ہی حالت میں فاعل و مفعول بننا لازم آئے گا، اور یہ عادۃً اور عقلاً درست نہیں جیسے **ضَرَبْتَكَ** (تونے مارا خود کو) اور **ضَرَبْتُنِی** (میں نے اپنے آپ کو مارا)۔ ہاں افعالِ قلوب میں جمع ہو سکتے ہیں جیسے **عَلِمْتَكَ فَاضِلاً** (تونے اپنے آپ کو فاضل جانا) اور **عَلِمْتُنِی فَاضِلاً** (میں نے اپنے آپ کو فاضل جانا)۔ کیونکہ افعالِ قلوب کا مفعولِ اوّل حقیقت میں مفعول نہیں کیونکہ **عَلِمْتَكَ فَاضِلاً** کی تقدیر **عَلِمْتَ فَضْلَكَ** ہے، **عَلِمْتَكَ** میں جو کاف ضمیر مفعول ہے وہ حقیقت میں مفعول نہیں۔ لہذا اس کے واقع ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال: جب جمع مذکر سالم کی اضافت یاءِ متکلم کی طرف کی جاتی ہے تو **ضَارِبِیَّ** آتی ہے حالانکہ **ضَارِبُوْنَ یَ** آنی چاہئے تھی، ایسا کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: نحو کا یہ قاعدہ مشہور و معروف ہے کہ نونِ تثنیہ اور نونِ جمع اضافت کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں لہذا **ضَارِبُوْنَ یَ** سے اضافت کی وجہ سے نونِ جمع ساقط ہو گیا تو **ضَارِبُوْیَ**

بچا، پھر واؤ اور یاء جمع ہوئے اور ان میں پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل دیا، پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اور باء کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دے دیا کہ یاء اپنے ما قبل کسرہ چاہتی ہے لہذا **ضَارِبِیٌّ** ہو گیا، اور یہ قاعدہ اہلِ عرب میں شائع ہے جیسے کہ **مَهْدِیٌّ** میں تعلیل کی گئی ہے کہ یہ اصل میں **مَهْدُوْیٌ** تھا، پس واؤ اور یاء کا اجتماع ہوا اور ان میں پہلا ساکن تھا لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا پھر دال کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیا تو **مَهْدِیٌّ** ہو گیا۔

وَ الْمَرْفُوْعُ الْمُتَّصِلُ یَسْتَتِرُ فِی خَمْسَةِ مَوَاضِعَ فِی الْغَائِبِ نَحْوُ ضَرَبَ یَضْرِبُ وَلِیَضْرِبْ وَلَا یَضْرِبْ وَفِی الْغَائِبَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ وَ تَضْرِبُ وَلِتَضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ۔

ترجمہ: اور ضمیرِ مرفوع متصل پانچ مقامات میں پوشیدہ ہوتی ہے۔ (۱)۔۔۔مذکر غائب کے صیغوں میں جیسے ضَرَبَ یَضْرِبُ لِیَضْرِبْ لَا یَضْرِبْ۔(۲)۔۔۔اور مؤنث غائب کے صیغوں میں جیسے ضَرَبَتْ تَضْرِبُ لِتَضْرِبْ لَا تَضْرِبْ۔

وَ فِی الْمُخَاطَبِ الَّذِیْ فِی غَیْرِ الْمَاضِی نَحْوُ تَضْرِبُ وَاضْرِبْ وَلَا تَضْرِبْ۔ وَ الْیَاءُ فِی تَضْرِبِیْنَ عَلَامَةُ الْخِطَابِ۔

ترجمہ: (۳)۔۔۔اور مخاطب کے ان صیغوں میں جو فعلِ ماضی کے علاوہ ہیں جیسے تَضْرِبُ اِضْرِبْ لَا تَضْرِبْ۔ اور تَضْرِبِیْنَ میں جو یاء ہے وہ علامتِ خطاب ہے۔

وَ فَاعِلُهُ مُسْتَتِرٌ عِنْدَ الْاَخْفَشِ وَ عِنْدَ سِیْبَوَیْهِ وَ الْعَامَّةِ هُوَ ضَمِیْرٌ بَارِزٌ لِلْفَاعِلِ کَوَاوِ تَضْرِبُوْنَ۔

ترجمہ: اور اخفش کے نزدیک تَضْرِبِیْنَ کا فاعل پوشیدہ ہے۔ اور سیبویہ اور عام صرفیوں کے نزدیک تَضْرِبِیْنَ کی یاء ضمیرِ بارز فاعل کے لئے ہے جیسے کہ تَضْرِبُوْنَ کی واؤ ضمیرِ بارز فاعل کے لئے ہے۔

وَ عُیِّنَتِ الْیَاءُ لِمَجِیْئِہٖ فِی ھٰذِی اَمَۃُ اللہِ لِلتَّانِیْثِ وَ لَمْ یَزِدْ فِی تَضْرِبِیْنَ مِنْ حُرُوْفِ اَنْتِ شَیْءٌ۔

ترجمہ: اور یاء کو ھٰذِی اَمَۃُ اللہ میں آنے کی وجہ سے واحد مؤنث حاضر کی ضمیر کے لئے متعین کیا گیا ہے۔ اور اَنْتِ کے حروف میں سے کچھ بھی تَضْرِبِیْنَ میں زائد نہیں کیا گیا ہے۔

لِلْاِلْتِبَاسِ بِالتَّثْنِیَۃِ فِی الْھَمْزَۃِ وَ اِجْتِمَاعِ النُّوْنَیْنِ فِی النُّوْنِ وَتَکْرَارِ التَّائَیْنِ فِی التَّاءِ وَ اِبْرَازِ الْیَاءِ لِلْفَرْقِ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ جَمْعِہٖ۔

ترجمہ: کہ ہمزہ کی زیادتی کی صورت میں تثنیہ کے صیغہ کے ساتھ التباس ہوتا۔ اور نون کی زیادتی کی صورت میں دونوں کا اجتماع لازم آتا۔ اور تاء کی زیادتی کی صورت میں تاء کی تکرار لازم آتی۔ اور اس کے اور اس کے جمع کے درمیان فرق کرنے کے لئے یاء کو ظاہر کیا گیا ہے۔

وَ لَمْ یُفَرَّقْ بِحَرَکَۃِ مَا قَبْلَ النُّوْنِ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِالنُّوْنِ الثَّقِیْلَۃِ وَ الْخَفِیْفَۃِ فِی الصُّوْرَۃِ وَ لَا بِحَذْفِ النُّوْنِ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِالْمُذَکَّرِ الْمُخَاطَبِ وَفِی الْمُضَارِعِ الْمُتَکَلِّمِ نَحْوُ اَضْرِبُ وَ نَضْرِبُ۔ وَفِی الصِّفَۃِ نَحْوُ ضَارِبٌ ضَارِبَانِ اِلٰی آخِرِہٖ۔

ترجمہ: اور نون کے ما قبل کی حرکت کے ذریعہ فرق نہیں کیا گیا ہے تا کہ صورت کے اعتبار سے نونِ ثقیلہ اور نونِ خفیفہ کے ساتھ التباس نہ ہونے پائے۔ اور نہ نون کو حذف کر کے فرق کیا گیا ہے۔ تا کہ مذکر حاضر کے صیغہ کے ساتھ التباس نہ ہونے پائے۔ (۴)۔۔۔ مضارع متکلم کے صیغوں میں جیسے اَضْرِبُ نَضْرِبُ۔ (۵)۔۔۔ اور صفت کے صیغوں میں جیسے ضَارِبٌ ضَارِبَانِ ضَارِبُوْنَ آخر تک۔

سوال: ضمیرِ مرفوع متصل کتنی جگہ اور کون کون سے صیغوں میں پوشیدہ ہوتی ہے؟

جواب: ضمیرِ مرفوع متصل پانچ جگہوں میں پوشیدہ ہوتی ہے:

(۱)۔۔۔ واحد مذکر غائب کے صیغہ میں چاہے ماضی ہو یا مضارع ہو، امر ہو یا نہی ہو، جیسے ضَرَبَ یَضْرِبُ لِیَضْرِبْ لَا یَضْرِبْ۔

(۲)۔۔۔ واحد مؤنث غائب کے صیغہ میں چاہے ماضی ہو یا مضارع ہو، امر ہو یا نہی ہو، جیسے ضَرَبَتْ تَضْرِبُ لِتَضْرِبْ لَا تَضْرِبْ۔

(۳)۔۔۔ مضارع اور امر اور نہی کے واحد مذکر حاضر کے صیغہ میں، جیسے تَضْرِبُ اِضْرِبْ لَا تَضْرِبْ۔

(۴)۔۔۔ فعلِ مضارع کے واحد متکلم اور جمع متکلم کے صیغوں میں جیسے اَضْرِبُ نَضْرِبُ۔

(۵)۔۔۔ صفت کے تمام صیغوں میں، اب وہ صفت چاہے اسمِ فاعل ہو یا اسمِ مفعول ہو، جیسے ضَارِبٌ ضَارِبَانِ ضَارِبُوْنَ ضَارِبَةٌ ضَارِبَتَانِ ضَارِبَاتٌ، مَضْرُوْبٌ مَضْرُوْبَانِ مَضْرُوْبُوْنَ مَضْرُوْبَةٌ مَضْرُوْبَتَانِ مَضْرُوْبَاتٌ۔

سوال: کیا فعلِ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث حاضر **تَضْرِبِیْنَ** میں ضمیر پوشیدہ نہیں ہے؟

جواب: **تَضْرِبِیْنَ** میں ضمیر مستتر ہے یا بارز اس میں علمائے صرف کا اختلاف ہے۔

(۱)۔۔۔اخفش نحوی کے نزدیک **تَضْرِبِیْنَ** کا فاعل **اَنْتِ** مستتر ہے اور یاء علامتِ خطاب ہے۔

(۲)۔۔۔جب کہ سیبویہ نحوی اور عام صرفیوں کے نزدیک یاء ضمیرِ بارز فاعل کے لئے ہے جیسے کہ **تَضْرِبُوْنَ** میں واؤ ضمیرِ بارز فاعل کے لئے ہے، اور یہی قول معتبر ہے۔

سوال: **تَضْرِبِیْنَ** میں ضمیرِ بارز کے لئے یاء ہی کو کیوں منتخب کیا گیا، **اَنْتِ** کے حروف میں سے کسی ایک کو چن لیتے یوں مناسبت بھی باقی رہتی؟

جواب: چونکہ قرآنِ پاک میں واحد مؤنث حاضر کی ضمیرِ بارز فاعل کے لئے یاء آتی ہے **ھٰذِیْ اَمَۃُ اللہِ**، پس اس قول کی پیروی کرتے ہوئے یاء کا انتخاب کر لیا گیا۔ اور رہی یہ بات کہ اَنْتِ کے حروف میں سے کسی حرف کو کیوں نہیں لیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر الف کا اضافہ کرتے تو **تَضْرِبَانِ** بنتا اور یوں تثنیہ کے صیغہ سے ملتبس ہوتا۔ اور اگر نون کا اضافہ کرتے تو **تَضْرِبُنْنَ** بنتا اور یوں دونون کا اجتماع ہوتا، اور اگر تاء کا اضافہ کرتے تو **تَضْرِبُتْنَ** بنتا، اور یوں تاء کی تکرار لازم آتی ایک شروع میں اور دوسری درمیان میں، اور اگر یاء کو نہ لاتے تو واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر کے مابین کوئی فرق نہ رہتا کہ دونوں صیغہ ایک جیسے ہو جاتے جیسے **تَضْرِبْنَ** اور **تَضْرِبْنَ**، پس ان تمام خرابیوں سے بچنے کے لئے یاء کو منتخب کیا گیا ہے۔

سوال: التباس سے بچنے کے لئے نون کے ما قبل کو حرکت دی جا سکتی تھی یا نون کو حذف کر دیا جاتا اور یاء کو نہ لایا جاتا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اگر نون کے ما قبل باء کو فتحہ دیا جاتا تو حالتِ وقف میں نونِ خفیفہ کے صیغہ واحد مذکر حاضر سے التباس ہوتا جیسے **تَضْرِبَنْ**، اور اگر ضمہ دیتے تو نونِ خفیفہ کے صیغہ جمع مذکر حاضر سے التباس ہوتا جیسے **تَضْرِبُنْ**، اور اگر کسرہ دیتے تو نونِ خفیفہ کے صیغہ واحد مؤنث حاضر سے التباس لازم آتا جیسے **تَضْرِبِنْ**، اور اگر نون کو حذف کیا جاتا تو واحد مذکر حاضر کے صیغہ سے التباس لازم آتا جیسے **تَضْرِبُ**، لہذا یاء کو لانے میں ہی عافیت نظر آتی ہے ورنہ ہر طرح سے خرابی لازم آرہی ہے۔

وَ اُسْتُتِرَ فِی الْمَرْفُوْعِ دُوْنَ الْمَنْصُوْبِ وَ الْمَجْرُوْرِ۔ لِاَنَّهٗ بِمَنْزِلَةِ جُزْءِ الْفِعْلِ وَ اُسْتُتِرَ فِی الْمُفْرَدِ الْغَائِبِ وَ الْغَائِبَةِ دُوْنَ التَّثْنِیَةِ وَ الْجَمْعِ۔

ترجمہ: اور ضمیر صرف مرفوع میں پوشیدہ رکھی گئی ہے نہ کہ منصوب اور مجرور میں۔ کیونکہ ضمیرِ مرفوع فعل کے جز کی منزل میں ہوتی ہے۔ اور ضمیر صرف واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب میں پوشیدہ ہوتی ہے نہ کہ تثنیہ اور جمع میں۔

لِاَنَّ الْاِسْتِتَارَ خَفِیْفٌ وَاِعْطَاءُ الْخَفِیْفِ لِلْمُفْرَدِ السَّابِقِ اَوْلٰی دُوْنَ الْمُتَکَلِّمِ وَ الْمُخَاطَبِ الَّذَیْنِ فِی الْمَاضِی۔ لِاَنَّ الْاِسْتِتَارَ قَرِیْنَةٌ ضَعِیْفَةٌ وَ الْاِبْرَازُ قَرِیْنَةٌ قَوِیَّةٌ۔

ترجمہ: اس لئے کہ ضمیر کو پوشیدہ رکھنا خفیف ہے اور خفیف مفردِ سابق (یعنی مفرد تثنیہ اور جمع سے پہلے آتا ہے) کو دینا اولیٰ ہے۔نہ کہ اس متکلم اور مخاطب کو جو فعلِ ماضی میں ہے۔اس لئے کہ استتار (ضمیر کو پوشیدہ رکھنا) قرینۂ ضعیفہ ہے اور ابراز (ضمیر کو ظاہر کرنا) قرینۂ قویّہ ہے۔

فَاِعْطَاءُ الْاِبْرَازِ الْقَوِیِّ لِلْمُتَکَلِّمِ الْقَوِیِّ وَ الْمُخَاطَبِ الْقَوِیِّ اَوْلٰی۔ وَ اُسْتُتِرَ فِی مُخَاطَبِ الْمُسْتَقْبِلِ وَ مُتَکَلِّمِہٖ لِلْفَرْقِ۔ وَ قِیْلَ اُسْتُتِرَ فِی ھٰذِہِ الْمَوَاضِعِ دُوْنَ غَیْرِھَا، لِوُجُوْدِ الدَّلِیْلِ وَ ھُوَ عَدْمُ الْاِبْرَازِ فِی مِثْلِ ضَرَبَ۔

ترجمہ: پس متکلمِ قوی اور مخاطبِ قوی کو ابرازِ قوی دینا اولیٰ ہے۔ اور مستقبل کے صیغہ مخاطب اور متکلم میں (فعلِ ماضی سے) فرق کرنے کے لئے ضمیر کو پوشیدہ رکھا گیا ہے۔اور کہا گیا ہے کہ ان جگہوں میں دلیل کے پائے جانے کی وجہ ضمیر کو پوشیدہ رکھا گیا ہے نہ کہ ان جگہوں کے علاوہ۔اور دلیل کا پایا جانا وہ عدم ابراز ہے ضَرَبَ کی مثل میں۔

وَ التَّاءُ فِی مِثْلِ ضَرَبَتْ وَ الْیَاءُ فِی مِثْلِ یَضْرِبُ وَ التَّاءُ فِی مِثْلِ تَضْرِبُ وَ الْھَمْزَۃُ فِی مِثْلِ اَضْرِبُ وَ النُّوْنُ فِی مِثْلِ نَضْرِبُ وَ ھِیَ لَیْسَتْ بِاَسْمَاءٍ وَ الصِّفَۃُ فِی مِثْلِ ضَارِبٌ وَ ضَارِبَانِ وَ ضَارِبُوْنَ۔

ترجمہ: اور ضَرَبَتْ کی مثل میں تاء اور یَضْرِبُ کی مثل میں یاء اور تَضْرِبُ کی مثل میں تاء اور اَضْرِبُ کی مثل میں ہمزہ اور نَضْرِبُ کی مثل میں نون یہ حروفِ مضارع اسماء نہیں ہیں۔اور صفت ضَارِبٌ ضَارِبَانِ ضَارِبُوْنَ کی مثل میں۔

وَلَا یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ تَاءُ ضَرَبْتُ ضَمِیْراً کَتَاءِ ضَرَبْتَ لِوُجُوْدِ عَدَمِ حَذْفِهَا بِالْفَاعِلَةِ الظَّاهِرَةِ نَحْوُ ضَرَبَتْ هِنْدٌ۔

ترجمہ: اور ضَرَبَتْ کی تاء کو ضمیر بنانا جائز نہیں ہے ضَرَبْتِ کی تاء کے جیسے فاعلِ ظاہر کے ساتھ اس کے عدمِ حذف کے پائے جانے کی وجہ سے۔ جیسے ضَرَبَتْ هِنْدٌ۔

وَ لَا یَجُوْزُ اَنْ یَّکُوْنَ اَلِفُ ضَارِبَانِ وَ وَاوُ ضَارِبُوْنَ ضَمِیْراً لِاَنَّهٗ یَتَغَیَّرُ فِی حَالَةِ النَّصْبِ وَالْجَرِّ۔

ترجمہ: اور ضَارِبَانِ کا الف اور ضَارِبُوْنَ کا واؤ کا ضمیر ہونا جائز نہیں ہے اس لئے کہ یہ حالتِ نصب و جر میں بدل جاتے ہیں۔

وَ الضَمِیْرُ لَا یَتَغَیَّرُ کَاَلِفِ یَضْرِبَانِ وَ الِاسْتِتَارُ وَاجِبٌ فِی مِثْلِ اِفْعَلْ وَ تَفْعَلُ وَ اَفْعَلُ وَ نَفْعَلُ لِدَلَالَةِ الصِّیْغَةِ عَلَیْهِ وَ قُبِحَ اِفْعَلْ زَیْدٌ وَ تَفْعَلُ زَیْدٌ وَ اَفْعَلُ زَیْدٌ وَ نَفْعَلُ زَیْدُوْنَ۔

ترجمہ: اور جو ضمیر ہوتی ہے وہ نہیں بدلتی یَضْرِبَانِ کی الف کے جیسے۔ اور اَفْعَلُ نَفْعَلُ تَفْعَلُ اِفْعَلْ کے مثل میں استتار (ضمیر کو پوشیدہ رکھنا) واجب ہے صیغہ کی دلالت فاعلِ معین پر کرنے کی وجہ سے۔ اور اِفْعَلْ زَیْدٌ اور تَفْعَلُ زَیْدٌ اور نَفْعَلُ زَیْدُوْنَ اور اَفْعَلُ زَیْدٌ کہنا قبیح ہے۔

سوال: کیا ضمیرِ مرفوع کے علاوہ منصوب و مجرور کی ضمیر بھی مستتر ہوتی ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

جواب: ضمیر صرف مرفوع کی ہی مستتر ہوتی ہے، منصوب و مجرور کی نہیں ہوتی کیونکہ ضمیرِ مرفوع فعل کے جزء کی منزل میں ہے جبکہ ضمیرِ منصوب و مجرور فعل کے جزء میں سے نہیں۔ بلکہ فضلہ میں سے ہے اور ضمیرِ مرفوع فعل کا فاعل بنتی ہے اور فاعل فعل کے لئے لازم ہوتا ہے۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ واحد مذکر غائب اور واحد مؤنث غائب میں ہی ضمیر کو مستتر رکھا گیا ہے ان کے تثنیہ و جمع کے صیغہ میں ضمیر کو مستتر کیوں نہیں رکھا گیا؟

جواب: ضمیرِ بارز لانا ثقیل ہے اور ضمیرِ مستتر لانا خفیف ہے، اور واحد کا صیغہ تثنیہ اور جمع سے پہلے آتا ہے لہذا وہ تخفیف کے زیادہ لائق ہوا، اس لئے اس میں ضمیر مستتر رکھا گیا بر خلاف تثنیہ اور جمع کے۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ متکلم اور مخاطب میں ضمیر مستتر کیوں نہ رکھا گیا؟

جواب: کیونکہ استتار ایک کمزور دلیل ہے جبکہ ابراز قوی دلیل ہے، اور متکلم و مخاطب کلام میں قوی ہوتے ہیں کہ کلام کا دارومدار انہیں پر ہوتا ہے، لہذا قوی صیغہ کو قوی دلیل دی گئی (یعنی ان میں ضمیرِ بارز رکھی گئی)۔

دلائل علی القوی و الضعیف: کیونکہ اصل فاعل کا ظاہر ہونا ہے، اور بارز ظاہر کا نائب ہے لہذا بارز فاعل کے وجود پر قوی دلالت کرتا ہے، کیونکہ یہ لفظ میں مذکور ہونے کی وجہ سے ظاہر کے قریب ہے، اور مستتر بارز کا نائب ہے لہذا مستتر فاعل کے وجود پر ضعیف دلالت کرتا ہے

کیونکہ یہ لفظ میں مذکور نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر کے ساتھ کسی بھی طرح کی مشارکت نہیں رکھتا۔

سوال: تب تو مضارع کے صیغہ واحد مذکر حاضر اور واحد و جمع متکلم میں بھی ضمیر بارز لانا چاہیے تھی، کیونکہ یہ صیغہ بھی تو قوی ہیں، لیکن ان میں ضمیر مستتر لائی گئی ہے، ایسا کیوں؟

جواب: ایسا ماضی اور مضارع کے درمیان فرق کرنے کے لئے کیا گیا ہے، کہ ماضی میں ضمیر بارز لائیں اور مضارع میں ضمیر مستتر، یہاں پر یہ سوال بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے بر عکس کر دیا جاتا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماضی مضارع سے پہلے آتا ہے پس جو دینا تھا فعلِ ماضی کو دے دیا گیا اور جب فعلِ مضارع بنایا گیا تو اس میں ماضی کے بر عکس معاملہ کیا گیا اَلسَّابِقُ فَالسَّابِقُ کے تحت۔

سوال: کیا ان مذکورہ پانچ مقامات کے علاوہ بھی کہیں ضمیر مستتر ہوتی ہے؟

جواب: نہیں، ان مذکورہ پانچ مقامات کے علاوہ کہیں بھی ضمیر مستتر نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اور دوسری جگہوں میں استتار کی علت موجود نہیں ہوتی، جیسے کہ **ضَرَبَ** میں عدمِ ابراز کی وجہ سے ضمیر مستتر ہے، اور **ضَرَبَتْ** میں تاء علامتِ مؤنث ہے لہذا یہاں بھی عدمِ ابراز پایا گیا تو ضمیر مستتر رکھی گئی، اسی طرح **يَضْرِبُ** میں یاء، **تَضْرِبُ** میں تاء، **اَضْرِبُ** میں ہمزہ، اور **نَضْرِبُ** میں نون، علامتِ مضارع ہیں، لہذا یہاں پر بھی عدمِ ابراز پایا گیا، تو ضمیر مستتر رکھی گئی، کیونکہ یہ افعال ہیں اور افعال بلا فاعل نہیں ہوتے، اور جب ان تمام صیغوں میں فاعل نہ تو ظاہر ہے اور نہ بارز تو مجبوراً فاعل کو مستتر ماننا پڑا، اور اسی طرح صفات میں فاعل نہ تو ظاہراً پایا گیا اور نہ بارزاً تو لا

محالہ ضمیر مستتر ماننی پڑے گی، کیونکہ یہ صیغے صفت کے ہیں اور صفت موصوف کے بغیر نہیں پائی جاتی۔

سوال: کیا **ضَرَبَتْ** کی تاء کو فاعل کی ضمیر نہیں بناسکتے؟

جواب: نہیں، کیونکہ جب **ضَرَبَتْ** کے بعد فاعل اسمِ ظاہر آتا ہے تو یہ تاء حذف نہیں ہوتی مثلاً **ضَرَبَتْ هِنْدٌ**، اگر تاء فاعل کی ضمیر ہوتی تو اسمِ ظاہر کے آنے سے ساقط ہو جاتی، کیونکہ ساقط نہ ہونے کی صورت میں بغیر عطف کے دو فاعل کا ہونا لازم آرہا ہے، جو کہ درست نہیں۔

سوال: صفات کے صیغہ **ضَارِبَانِ** اور **ضَارِبُوْنَ** وغیرہ میں الفِ تثنیہ اور واوِ جمع کو فاعل کیوں نہ بنایا گیا، جبکہ ضَرَبَا اور **ضَرَبُوْا** میں اور دیگر افعال میں الفِ تثنیہ اور واوِ جمع کو فاعل بنایا گیا ہے؟

جواب: صفات کے صیغۂ تثنیہ میں آنے والا الف اور صیغۂ جمع میں آنے والا واو فاعل کی ضمیر نہیں بن سکتے، کیونکہ یہ حالتِ نصبی اور جری میں تبدیل ہو جاتے ہیں کہ الف اور واؤ یاء بن جاتے ہیں اور جو ضمیر ہوتی ہے وہ کبھی بھی تبدیل نہیں ہوتی جیسے فعلِ مضارع کا تثنیہ اور جمع کا صیغہ **تَضْرِبَانِ** اور **تَضْرِبُوْنَ** میں الف اور واؤ حالتِ رفع میں، حالتِ نصب میں، اور حالتِ جزم میں باقی رہتے ہیں۔ جیسے **لَنْ تَضْرِبَا۔ لَنْ تَضْرِبُوْا۔ لَمْ تَضْرِبَا۔ لَمْ تَضْرِبُوْا۔**

سوال: کن کن صیغوں میں ضمیر کا مستتر ہونا واجب ہے؟

جواب: فعلِ امر کے صیغہ واحد مذکر حاضر، فعلِ مضارع کے صیغہ واحد مذکر حاضر و واحد و جمع متکلم جیسے **اِفْعَلْ۔ تَفْعَلُ۔ اَفْعَلُ۔ نَفْعَلُ** میں ضمیر کا مستتر ہونا واجب ہے، کیونکہ یہ

صیغے معین فاعل پر دلالت کرتے ہیں، یعنی مخاطب یا متکلم پر، اب اگر ان صیغوں میں فاعل اسمِ ظاہر لائیں تو قبیح ہے کہ اسمِ ظاہر غائب ہوتا ہے اور صیغہ خطاب و تکلم کا ہے، پس **اِفْعَلُ زَیْدٌ، اَفْعَلُ زَیْدٌ** وغیرہ درست نہیں۔

فَصْلٌ فِی الْمُسْتَقْبِلِ

فعلِ مضارع کا بیان

وَ هُوَ يَجِيءُ أَيْضاً عَلٰی أَرْبَعَةَ عَشَرَ وَجْهاً نَحْوُ يَضْرِبُ إِلٰی نَضْرِبُ۔ وَيُقَالُ لَهٗ مُسْتَقْبِلٌ لِوُجُوْدِ مَعْنَی الْاِسْتِقْبَالِ فِی مَعْنَاهُ، وَ يُقَالُ لَهٗ مُضَارِعٌ لِأَنَّهٗ مُشَابِهٌ بِضَارِبٍ فِی الْحَرَكَاتِ وَ السَّكَنَاتِ وَ عَدَدِ الْحُرُوْفِ وَفِی وُقُوْعِهٖ صِفَةً لِلنَّكِرَةِ فِی مِثْلِ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ يَضْرِبُ مَقَامُ ضَارِبٍ وَ فِی دُخُوْلِ لَامِ الْاِبْتِدَاءِ نَحْوُ إِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ وَ لَيَقُوْمُ وَ بِاِسْمِ الْجِنْسِ فِی الْعُمُوْمِ وَ الْخُصُوْصِ يَعْنِی كَمَا أَنَّ اِسْمَ الْجِنْسِ يَخْتَصُّ بِلَامِ الْعَهْدِ۔

ترجمہ: اور فعلِ مستقبل بھی چودہ طریقوں پر آتا ہے جیسے يَضْرِبُ سے نَضْرِبُ تک، اور اس کے معنی میں استقبال کا معنی پائے جانے کی وجہ سے اس کو مستقبل بھی کہتے ہیں، اور اس کو مضارع بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ حرکات و سکنات میں اور عددِ حروف میں اور نکرہ کی صفت واقع ہونے میں ضَارِبٌ (اسمِ فاعل) سے مشابہت رکھنے والا ہے جیسے مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ کی جگہ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ يَضْرِبُ، اور لامِ ابتداء کے داخل ہونے میں فعلِ مضارع اسمِ فاعل سے مشابہت رکھنے والا ہے جیسے إِنَّ زَيْداً لَقَائِمٌ وَلَيَقُوْمُ، اور عموم و خصوص میں اسمِ جنس کے ساتھ مشابہت رکھنے والا ہے یعنی جس طرح اسمِ جنس لامِ عہد کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

كَذٰلِكَ يَخْتَصُّ يَضْرِبُ بِسَوْفَ وَالسِّيْنِ، وَ بِالْعَيْنِ فِي الْاِشْتَرَاكِ بَيْنَ الْحَالِ وَ الْاِسْتِقْبَالِ۔

ترجمہ:اسی طرح فعلِ مضارع (یَضْرِبُ) بھی سَوْفَ اور سِیْن کے ساتھ خاص ہوتا ہے،اور فعلِ مضارع حال واستقبال کے درمیان مشترک ہونے میں لفظِ عَیْن کے ساتھ مشابہت رکھنے والا ہے۔

سوال: فعلِ مضارع کو مضارع اور مستقبل کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کے معنی میں استقبال کا معنی پائے جانے کی وجہ سے اسے مستقبل کہتے ہیں، اور مضارع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسمِ فاعل کے مشابہ ہوتا ہے اور لغوی معنی کے اعتبار سے ایک ہی پستان سے دودھ پینے والے مضارع کہلاتے ہیں، گویا اس میں اشتراک کا معنی پایا جاتا ہے۔

سوال: وہ کون سی چیزیں ہیں جن میں فعلِ مضارع اور اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہت و اشتراک پایا جاتا ہے؟

جواب: وہ چھ چیزیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔ حروف کی تعداد میں: کہ جتنے حروف اسمِ فاعل میں ہوتے ہیں اتنے ہی حروف فعلِ مضارع میں ہوتے ہیں جیسے **ضَارِبٌ** اور **یَضْرِبُ**۔

(۲)۔۔۔ حرکات و سکنات میں: جیسے **یَضْرِبُ** اور **ضَارِبٌ**۔ دونوں میں پہلا حرف متحرک، دوسرا حرف ساکن، تیسرا حرف مکسور، اور چوتھا حرف مضموم۔

(۳)۔۔۔ نکرہ کی صفت واقع ہونے میں: جیسے **مَرَرْتُ بِرَجُلٍ ضَارِبٍ، مَرَرْتُ بِرَجُلٍ یَضْرِبُ**۔

(۴)۔۔۔لامِ ابتداء کے داخل ہونے میں: جیسے **اِنَّ زَیْدًا لَقَاءِمٌ، اِنَّ زَیْدًا لَیَقُوْمُ**۔

(۵)۔۔۔ جس طرح اسمِ جنس لامِ عہد سے خاص ہو جاتا ہے ایسے ہی فعلِ مضارع بھی سین اور سَوْفَ سے خاص ہو جاتا ہے۔

(٦)۔۔۔ جس طرح لفظِ **عَیْنٌ** مختلف معنی مثلاً سونا، آنکھ، چشمہ میں مشترک ہے اسی طرح فعلِ مضارع بھی زمانۂ حال اور مستقبل میں مشترک ہے۔

نوٹ: فعلِ ماضی کی طرح فعلِ مضارع کے بھی چودہ صیغے آتے ہیں، اب رہا یہ سوال کہ چودہ صیغے کیوں آتے ہیں تو اس کا جواب فعلِ ماضی کی بحث میں ملاحظہ کر لیں۔

ثُمَّ زِیْدَتْ عَلَی الْمَاضِی حُرُوْفُ اَتَیْنَ حَتّٰی مُسْتَقْبِلاً، لِاَنَّ بِتَقْدِیْرِ النُّقْصَانِ مِنْهُ یَصِیْرُ اَقَلُّ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ۔

ترجمہ: پھر فعلِ ماضی پر حروفِ اتین کو زیادہ کیا گیا تاکہ فعلِ مستقبل بن جائے، اس لیے کہ اس سے کمی کی تقدیر میں کلمہ قدرِ صالح سے کم ہو جاتا ہے۔

وَ زِیْدَتْ فِی الْاَوَّلِ دُوْنَ الْاٰخِرِ، لِاَنَّ فِی الْاٰخِرِ یَلْتَبِسُ بِالْمَاضِی وَ اُشْتُقَّ مِنَ الْمَاضِی لِاَنَّهُ یَدُلُّ عَلَی الثُّبَاتِ وَ زِیْدَتْ فِی الْمُسْتَقْبِلِ دُوْنَ الْمَاضِی۔

اور فعلِ ماضی کے شروع میں حروفِ اتین کی زیادتی کی گئی ہے نہ کہ فعلِ ماضی کے آخر میں، اس لیے کہ آخر میں زیادتی کرنے سے صیغہ فعلِ ماضی سے ملتبس ہو جاتا ہے، اور فعلِ مضارع کو فعلِ ماضی سے مشتق (بنایا) کیا گیا ہے۔

لِاَنَّ الْمَزِيْدَ عَلَيْهِ بَعْدَ الْمُجَرَّدِ وَ زَمَانَ الْمُسْتَقْبِلِ بَعْدَ زَمَانِ الْمَاضِي فَاُعْطِيَ السَّابِقُ لِلسَّابِقِ وَ الْلَاحِقُ لِلَّاحِقِ۔

اس لیے کہ فعلِ ماضی معنیٔ ثبات پر دلالت کرتا ہے، اور مستقبل میں زیادتی کی گئی نہ کہ ماضی میں اس لیے کہ مزید علیہ مجرّد کے بعد آتا ہے اور زمانۂ مستقبل زمانۂ ماضی کے بعد آتا ہے، پس سابق کو سابق اور لاحق کو لاحق دیا گیا۔

سوال: فعلِ ماضی میں حروفِ **اَتَیْنَ** کی زیادتی کر کے فعلِ مضارع بنایا جاتا ہے، ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ فعلِ ماضی سے کچھ حروف کی کمی کر کے فعلِ مضارع بنایا جائے؟

جواب: فعلِ ماضی میں کمی کرنے کی صورت میں کلمہ تین حروف سے کم ہو جاتا ہے جو کہ درست نہیں، کیونکہ کلمہ کم از کم تین حروف پر مشتمل ہوتا ہے۔ پس کمی کرنے کی صورت میں کلمہ درست مقدار سے کم ہو جائے گا۔

سوال: فعلِ مضارع بنانے کے لئے حروفِ **اَتَیْنَ** کو فعلِ ماضی کے شروع میں ہی کیوں لاتے ہیں، فعلِ ماضی کے آخر میں کیوں نہیں لاتے، حالانکہ زیادتی کا محل کلمہ کا آخر ہوتا ہے، اس لئے کہ آخر ہی تغیر و تبدل کا محل ہوتا ہے؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ تغیر و تبدل کا محل کلمہ کا آخر ہوتا ہے لیکن فعلِ ماضی کے آخر میں حروفِ **اَتَیْنَ** کا اضافہ کرنے سے فعلِ مضارع فعلِ ماضی کے ساتھ ملتبس ہو جاتا ہے، مثلاً ہمزہ کے اضافہ سے صیغہ **ضَرَبَا** بنے گا اور یوں فعلِ ماضی کے صیغہ تثنیہ مذکر غائب سے، اور تاء کے اضافہ سے صیغہ **ضَرَبَتْ۔ ضَرَبْتَ۔ ضَرَبْتِ۔ ضَرَبْتُ** بنے گا اور یوں فعلِ ماضی کے

صیغہ واحد مؤنث غائب، واحد مذکر حاضر، واحد مؤنث حاضر، واحد متکلم سے، اور نون کے اضافہ سے صیغہ **ضَرَبْنَ** بنے گا اور یوں فعلِ ماضی کے صیغہ جمع مؤنث غائب سے ملتبس ہو جائے گا، اور یاء کے اضافہ سے اگرچہ التباس نہیں ہوتا مگر اپنے اخوات کے ساتھ وہ بھی محمول ہے۔

سوال: فعلِ مضارع کو فعلِ ماضی سے ہی کیوں بنایا جاتا ہے؟

جواب: چونکہ فعلِ ماضی میں ایک بات ثابت ہوتی ہے جبکہ فعلِ مضارع آنے والی بات پر دلالت کرتا ہے جو ابھی تک ثابت نہیں ہوئی، لہذا یہی مناسب ہے کہ آنے والے کو گزرے ہوئے سے بنایا جائے کہ وہ اوّل ہے۔

سوال: حروفِ **اَتَیْنَ** کی زیادتی فعلِ مضارع بنانے کے لئے کی جاتی ہے فعلِ ماضی بنانے کے لئے کوئی زیادتی نہیں کی گئی، ایسا کیوں؟

جواب: چونکہ مزید علیہ مجرد کے بعد ہوتا ہے اور زمانۂ مستقبل بھی گزرے ہوئے زمانہ کے بعد ہوتا ہے، پس ماضی زمانہ میں پہلے ہے اور مجرد مزید علیہ سے پہلے ہے تو پہلے کو پہلا، اور مزید علیہ بعد میں اور فعلِ مضارع بھی زمانہ کے اعتبار سے بعد میں ہے تو لاحق کو لاحق دیا گیا۔

وَ عُیِّنَتِ الْاَلِفُ لِلْمُتَکَلِّمِ الْوَاحِدِ لِاَنَّ الْاَلِفَ مِنْ اَقْصَی الْحَلْقِ وَ ھُوَ مَبْدَأُ الْمَخَارِجِ وَ الْمُتَکَلِّمُ ھُوَ الَّذِیْ یُبْتَدَئُ الْکَلَامُ مِنْہُ، وَ قِیْلَ لِلْمُوَافَقَةِ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ أَنَا۔

ترجمہ: اور واحد متکلم کے لیے الف کو متعین کیا گیا ہے، اس لیے کہ الف اقصیٰ حلق سے ادا ہوتا ہے اور یہ مخارج کے ابتداء کی جگہ ہے اور متکلم وہ ہوتا ہے جس سے کلام کی ابتداء کی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ اَفْعَلُ اور اَنَا کے درمیان موافقت کی وجہ سے الف کو متعین کیا گیا ہے۔

وَ عُيِّنَتِ الْوَاوُ لِلْمُخَاطَبِ لِكَوْنِهَا مُنْتَهَى الْمَخَارِجِ وَ الْمُخَاطَبُ هُوَ الَّذِی يُنْتَهَى الْكَلَامُ بِهِ ثُمَّ قُلِبَتِ الْوَاوُ تَاءً حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ الْوَاوَاتُ فِی مِثْلِ وَوُجِلَ فِی الْعَطْفِ۔

ترجمہ: اور مخاطب کے لیے واؤ کو متعین کیا گیا ہے واؤ کے منتہیٰ مخارج ہونے کی وجہ سے، اور مخاطب وہ ہے جس سے کلام کی انتہاء کی جاتی ہے، پھر واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا ہے تاکہ عطف کی صورت میں چند واؤ جمع نہ ہوں وَوُجِلُ کی مثل میں۔

وَ مِنْ ثَمَّ قِيْلَ الْاَوَّلُ مِنْ كُلِّ كَلِمَةٍ لَا يَصْلِحُ لِزِيَادَةِ الْوَاوِ وَ حُكِمَ بِاَنَّ وَاوَ وَرَنْتَلٍ أَصْلِیٌّ، وَ عُيِّنَتِ الْيَاءُ لِلْغَائِبِ لِاَنَّ الْيَاءَ مِنْ وَسْطِ الْفَمِ، وَ الْغَائِبُ هُوَ الَّذِی فِی وَسْطِ كَلَامِ الْمُتَكَلِّمِ وَ الْمُخَاطَبِ۔

ترجمہ: اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ہر کلمہ کا شروع واؤ کی زیادتی کی صلاحیت نہیں رکھتا، اور اس بات کا حکم لگایا گیا ہے کہ وَرَنْتَلٌ کی واؤ اصلی ہے، اور یاء کو غائب کے لیے متعین کیا گیا ہے اس لیے کہ یاء منہ کے وسط سے ادا ہوتی ہے اور غائب وہ ہے جو متکلم اور مخاطب کے کلام کے درمیان ہوتا ہے۔

سوال: واحد متکلم کے لئے علامتِ مضارع کے طور پر ہمزہ ہی کیوں متعین کیا گیا؟

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

(۱)۔۔۔ اس لئے کہ ہمزہ کا مخرج اقصائے حلق ہے اور مخارج کی ابتداء اقصائے حلق سے ہی ہوتی ہے، جبکہ گفتگو کا آغاز بھی متکلم سے ہوتا ہے، لہذا واحد متکلم کے لئے یہی مناسب تھا کہ ہمزہ کو متعین کیا جائے۔ دونوں کے درمیان ابتداء کے لحاظ سے مناسبت پائے جانے کی وجہ سے

(۲)۔۔۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ واحد متکلم کے تحت **اَنَا** ضمیر مستتر ہوتی ہے، پس **اَنَا** کا ہمزہ بطورِ علامتِ مضارع واحد متکلم کے لئے متعین کر دیا گیا ہے تاکہ یہ **اَنَا** پر دلالت کرے۔

سوال: مخاطب کے صیغوں کے لئے واؤ کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

جواب: کیونکہ واؤ کا مخرج شفتین یعنی دونوں ہونٹھ ہیں اور شفتین پر مخارج کی انتہاء ہو جاتی ہے، اور مخاطب وہ ہے جس پر گفتگو کی انتہاء ہو جاتی ہے، پس مناسبت کی بناء پر انتہاء کو انتہاء دیا گیا یعنی مخاطب کو واؤ دیا گیا۔

سوال: علاماتِ مضارع حروفِ اتین ہیں ان میں واؤ نہیں ہے پھر مخاطب کے لئے واؤ کیسے آ گیا حالانکہ مخاطب پر تو تاء آتا ہے؟

جواب: اصل میں مخاطب کے تمام صیغوں کی تاء واؤ تھی، فعل کے معتل الفاء ہونے اور ما قبل معطوف علیہ ہونے کی صورت میں کئی واؤ کو جمع ہونے سے بچانے کے لئے واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا مثلاً **وَجِلَ** سے جب مضارع بنا تو **وَوْجَلُ** ہوا اور جب عطف ہوا تو **يَضْرِبُ وَ وَوْجَلُ** بنا، اس صورت میں تین واؤ جمع ہو گئیں جو ثقل کا باعث ہیں نیز فعل پہلے سے ہی حدث و زمان اور نسبتِ الی الفاعل کی بناء پر ثقیل ہوتا ہے، یوں ثقل پر ثقل ہوا تو واؤ علامتِ مضارع کو تاء سے بدل دیا تو **يَضْرِبُ وَ تَوْجَلُ** ہو گیا اسی لئے کہا جاتا ہے کہ کسی کلمہ کے شروع میں واؤ کا

اضافہ کرنا درست نہیں کہ ثقل کا باعث ہوتا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ **وَوُوْجَلُ** سے کتے کے بھونکنے سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ کراہت کا باعث ہے، لہذا واؤ کو تاء سے بدل دیا گیا۔

سوال: کیا واؤ کو تاء سے بدلنے کا کوئی قاعدہ بھی ہے یا اپنے طور پر بدلا گیا ہے؟

جواب: اپنے طور پر نہیں بلکہ قاعدہ کے تحت ہی تبدیلی ہوئی ہے، کہ اہلِ عرب اکثر مقامات پر شروع میں آنے والی واؤ اضافی کو تاء سے بدل دیتے ہیں جیسے **تِرَاثٌ** اور **تِجَاهٌ** کہ یہ اصل میں واؤ کے ساتھ **وِرَاثٌ** اور **وِجَاهٌ** تھے۔

سوال: آپ کا بیان کردہ قاعدہ درست نہیں کہ **وَرَنْتَلٌ** کے شروع میں آئی ہوئی واؤ کو تاء سے نہیں بدلا گیا اس کا جواب کیا ہے؟

جواب: در اصل ہم نے جو قاعدہ بیان کیا وہ واؤِ اضافی کا ہے جبکہ **وَرَنْتَلٌ** کی واؤ واؤِ اصلی ہے لہذا **فَلَا اِعْتِرَاضَ عَلَيْه**۔

سوال: غائب کے صیغوں کے لئے یاء کا انتخاب کیوں کیا گیا؟

جواب: اس لئے کہ یاء کا مخرج وسطِ دہن ہے اور غائب بھی مخاطب اور متکلم کے گفتگو کے وسط (یعنی بیچ) میں ہوتا ہے، پس مناسبت کی وجہ سے وسط کو وسط دیا گیا۔

وَ عُيِّنَتِ النُّوْنُ لِلْمُتَكَلِّمِ اِذَا كَانَ مَعَهُ غَيْرُهُ، لِتَعَيُّنِهَا لِذٰلِكَ فِي ضَرَبْنَا، فَاِنْ قِيْلَ لِمَ زِيْدَتِ النُّوْنُ فِي نَضْرِبُ؟ قُلْنَا لِاَنَّهُ لَمْ يَبْقَ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ شَيْءٌ۔

ترجمہ: اور جمع متکلم کے لیے نون کو متعین کیا گیا ہے، جبکہ اس کے ساتھ اس کا غیر بھی ہو، ضَرَبْنَا میں نون کے آنے کی وجہ سے مضارع کے صیغے جمع متکلم میں بھی نون کو متعین کیا گیا ہے، پس اگر کہا جائے کہ نَضْرِبُ میں نون کی زیادتی کیوں کی گئی ہے، تو ہم کہیں گے اس لیے کہ حروفِ علت میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔

وَهُوَ قَرِيْبٌ مِّنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِيْ خُرُوْجِهَا عَنْ هَوَاءِ الْخَيْشُوْمِ، وَفُتِحَتْ هٰذِهِ الْحُرُوْفُ لِلْخِفَّةِ اِلَّا فِي الرُّبَاعِيْ وَهُوَ فَعْلَلَ وَاَفْعَلَ وَفَعَّلَ وَفَاعَلَ لِاَنَّ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ رُبَاعِيَّةٌ۔

ترجمہ: اور نون ناک کے بانسہ کی ہوا سے ادا ہونے میں حروفِ علت سے قریب ہے (لہٰذا اس مناسبت کی وجہ سے نون کو متعین کیا گیا ہے)۔ اور حروفِ مضارع کو خفت کی وجہ سے فتحہ دیا گیا ہے سوائے رباعی کے اور وہ **فَعْلَلَ وَاَفْعَلَ وَفَعَّلَ وَفَاعَلَ** ہیں، اس لیے کہ یہ چاروں رباعی ہیں۔

وَالرُّبَاعِيُّ فَرْعٌ لِلثُّلَاثِيْ، وَالضَّمَّةُ أَيْضاً فَرْعٌ لِلْفَتْحِ، وَقِيْلَ لِقِلَّةِ اِسْتِعْمَالِهِنَّ۔ وَيُفْتَحُ مَا وَرَاءَهُنَّ، لِكَثْرَةِ حُرُوْفِهِنَّ۔

ترجمہ: اور رباعی ثلاثی کی فرع ہے اور ضمہ فتحہ کی فرع ہے، اور کہا گیا ہے کہ (رباعی میں علامتِ مضارع کو ضمہ) ان کے قلتِ استعمال کی وجہ سے دیا گیا ہے، اور ان کے علاوہ (**فَعْلَلَ وَاَفْعَلَ وَفَعَّلَ وَفَاعَلَ**) کو ان کے حروف کی کثرت کی وجہ فتحہ دیا جاتا ہے۔

سوال: فعلِ مضارع کے جمع متکلم کے لئے نون کا اضافہ کیوں کیا گیا، نیز نون کو ہی کیوں خاص کیا گیا؟

جواب: اس کے دو جوابات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ جس طرح فعلِ ماضی میں اس صیغہ کے لئے نون کو متعین کیا گیا تھا اسی طرز پر یہاں پر بھی نون کو متعین کیا گیا ہے۔

(۲)۔۔۔اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حروفِ علت میں سے کوئی حرف اس صیغہ کو وضع کرتے وقت باقی نہ رہا کہ یاء غائب کو، واؤ مخاطب کو، اور الف واحد متکلم کو، پس اب اس حرف کا اضافہ کیا گیا جو حروفِ علت کے قریب ہے اور وہ نون ہے کہ یہ خیشوم کی ہوا سے نکلنے میں حروفِ علت کے قریب ہے۔

سوال: علاماتِ مضارع کو معروف میں فتحہ کیوں دیا گیا؟

جواب: اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ علاماتِ مضارع کو معروف میں فتحہ اس لئے دیا گیا کہ فتحہ اخف الحرکات میں سے ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مجہول کے مقابلہ میں معروف کا استعمال کثرت سے ہوتا ہے اور کثرتِ استعمال خفت کا تقاضا کرتا ہے لہذا فتحہ دیا گیا بر خلاف مجہول کے۔

سوال: علاماتِ مضارع کو مجہول میں ضمہ کیوں دیا گیا؟

جواب: علاماتِ مضارع کو مجہول میں ضمہ اس لئے دیا گیا کہ ضمہ فتحہ کی فرع ہے اور مجہول بھی معروف کی فرع ہے، لہذا اصل کو اصل حرکت اور فرع کو فرع والی حرکت مناسبت کی بناء پر دی گئی ہے۔ اور رہا اس سوال کا جواب کہ ضمہ فتحہ کی فرع کیسے ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضمہ ثقیل ہے کیونکہ اس کے ادا کرنے میں دونوں ہونٹوں کو حرکت دینے کی حاجت

پڑتی ہے، اور فتحہ خفیف ہے کیونکہ اس کے ادا کرنے میں ہونٹھوں کو حرکت دینے کی حاجت پیش نہیں آتی، پس اس لحاظ سے خفیف اصل ہوا اور ثقیل اس کی فرع، اور یہ قاعدہ ہر باب کے فعلِ مضارعِ مجہول کے لئے ہے چاہے وہ ثلاثی ہو یا رباعی، مجرد ہو یا مزید فیہ۔

سوال: اور کن کن مقامات میں علاماتِ مضارع کو معروف میں ضمہ دیا جاتا ہے اور اس کی علت کیا ہے؟

جواب: جس باب کی فعلِ ماضی میں چار حروف ہوں چاہے چاروں حروف اصلی ہوں جیسے **بَعْثَرَ**، یا اصلی اور زائد سے ملا کر ہوئے ہوں جیسے **اَکْرَمَ**، ان باب کے مضارع معروف میں علاماتِ مضارع کو ضمہ دیں گے جیسے **بَعْثَرَ يُبَعْثِرُ۔ اَكْرَمَ يُكْرِمُ ۔صَرَّفَ يُصَرِّفُ۔ قَاتَلَ يُقَاتِلُ**۔

(۱)۔۔۔پہلی دلیل: اس لئے کہ فعلِ ماضی میں چار حرف آنے کی وجہ سے یہ رباعی ہیں اور رباعی ثلاثی کی فرع ہے، یوں ہی فتحہ کی فرع ضمہ ہے، پس مناسبت کی بناء پر فرع کو فرع اور اصل کو اصل دیا گیا۔

(۲)۔۔۔دوسری دلیل: اور دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کو ضمہ ان کے قلتِ استعمال کی وجہ سے دیا گیا ہے کہ کثرتِ استعمال والے ابواب کو خفت کی بناء پر فتحہ دیا جاتا ہے اور قلتِ استعمال والے ابواب کو ثقالت کی بناء پر ضمہ دیا جاتا ہے۔

نوٹ: اب ان کے علاوہ وہ ابواب جن کی ماضی میں تین حرف آتے ہیں ان کے مضارع معروف میں علاماتِ مضارع کو کثرتِ استعمال کی بناء پر فتحہ دیں گے۔ اور وہ ابواب جن

کی ماضی میں پانچ یا اس سے زائد حرف آتے ہیں ان کے مضارع معروف میں علاماتِ مضارع کو کثرتِ حروف کی بناء پر فتحہ دیں گے۔

اَمَّا یُهَرِیْقُ اَصْلُهٗ یُرِیْقُ وَ هُوَ مِنَ الرُّبَاعِیِّ، فَزِیْدَتِ الْهَاءُ عَلٰی خِلَافِ الْقِیَاسِ وَ تُکْسَرُ حُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ فِیْ بَعْضِ اللُّغَاتِ اِذَا کَانَ مَاضِیْهٖ مَکْسُوْرَ الْعَیْنِ اَوْ مَکْسُوْرَ الْهَمْزَةِ حَتّٰی تَدُلَّ عَلٰی کَسْرَةِ الْمَاضِیْ نَحْوُ یِعْلَمُ وَ تِعْلَمُ وَ اِعْلَمُ وَ نِعْلَمُ وَ یِسْتَنْصِرُ وَ تِسْتَنْصِرُ وَ اِسْتَنْصِرُ وَ نِسْتَنْصِرُ، وَ فِیْ بَعْضِ اللُّغَاتِ لَا تُکْسَرُ الْیَاءُ لِثِقْلِ الْکَسْرَةِ عَلَی الْیَاءِ الضَّعِیْفِ۔

ترجمہ: اور رہا یُهَرِیْقُ تو اس کی اصل یُرِیْقُ ہے اور یہ رباعی میں سے ہے پس ہاء کو خلافِ قیاس زیادہ کیا گیا ہے، اور بعض لغات میں حروفِ مضارع کو کسرہ دیا جاتا ہے جب کہ اس کی ماضی مکسور العین ہو یا مکسور الہمزہ ہو، تاکہ وہ ماضی کے کسرہ پر دلالت کرے جیسے یِعْلَمُ وَتِعْلَمُ وَاِعْلَمُ وَنِعْلَمُ وَیِسْتَنْصِرُ وَتِسْتَنْصِرُ وَاِسْتَنْصِرُ وَنِسْتَنْصِرُ۔ اور بعض لغات میں یائے ضعیف پر کسرہ کے ثقل کی وجہ سے یاء کو کسرہ نہیں دیا جاتا (اور باقی حروفِ مضارع کو کسرہ دیتے ہیں ان میں ثقل نہ ہونے کی وجہ سے)۔

سوال: یُهَرِیْقُ کے ماضی میں پانچ حرف آتے ہیں مذکورہ قاعدے کے مطابق علامتِ مضارع پر فتحہ آنا چاہئے تھا لیکن اس میں ضمہ آتا ہے ایسا کیوں؟

جواب: **یُهْرِیْقُ** اصل میں **یُرِیْقُ** ہے بابِ افعال سے، جس کی ماضی میں چار حرف ہیں، خلافِ قیاس اس میں ہاء کا اضافہ کرکے **یُهْرِیْقُ** بنایا گیا ہے۔فلا اعتراض علیہ۔

سوال: بعض لغات میں علاماتِ مضارع کو کسرہ دیتے ہیں ایسا کیوں؟

جواب: بعض لغات میں علاماتِ مضارع کو کسرہ دیتے ہیں، لیکن یہ اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اس کا ماضی مکسور العین ہو جیسے **عَلِمَ**، یا اس کے ماضی میں مکسور الہمزہ ہو جیسے **اِجْتَنِبَ** وغیرہ، تو جب ان میں سے مضارع بنائیں گے تو علاماتِ مضارع کو کسرہ دیں گے تاکہ یہ کسرہ ماضی کے کسرہ پر دلالت کرے جیسے **یِعْلَمُ** اور **یِجْتَنِبُ** وغیرہ۔ اور بعض لغات میں یاء علامتِ مضارع کو کسرہ نہیں دیتے اور بقیہ تین کو دیتے ہیں جیسے **تِعْلَمُ اِعْلَمُ نِعْلَمُ**، کیونکہ یاء حرفِ علت کی وجہ سے ضعیف ہے لہذا اس پر کسرہ کا آنا ثقیل ہوتا ہے۔ نیز یاء خود دو کسروں کے قائم مقام ہے اور ایک کسرہ اس پر ہوگا تو یوں تین کسروں کا اجتماع ہو جائے گا جو کہ ثقل کا باعث ہے۔

وَ عُیِّنَتْ حُرُوْفُ الْمُضَارِعَةِ لِلدَّلَالَةِ عَلٰی کَسْرَةِ الْعَیْنِ وَ الْهَمْزَةِ فِی الْمَاضِی، لِاَنَّهَا زَائِدَةٌ، فَاِعْطَاءُ الزَّائِدَةِ لِلزَّائِدَةِ اَوْلٰی۔

ترجمہ: اور ماضی میں عین اور ہمزہ کے کسرہ پر دلالت کرنے کی وجہ سے حروفِ مضارع کو (کسرہ دینے کے لیے) متعین کیا گیا ہے، اس لیے کہ حروفِ مضارع زائدہ ہیں اور زائد (حرکت) زائد (حروف) کو دینا اولیٰ ہے۔

وَ قِیْلَ لِاَنَّهٗ یَلْزَمُ بِکَسْرَةِ الْفَاءِ تَوَالِی اَرْبَعِ حَرَکَاتٍ وَ بِکَسْرَةِ الْعَیْنِ یَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ بَیْنَ یَفْعِلُ وَ یَفْعَلُ وَ بِکَسْرِ اللَّامِ یَلْزَمُ اِبْطَالُ الْاِعْرَابِ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ فاء کو کسرہ دینے سے توالیٔ حرکاتِ اربعہ لازم آتا ہے، اور عین کو کسرہ دینے سے **یَفْعِلُ** اور **یَفْعَلُ** کے درمیان التباس لازم آتا ہے، اور لام کو کسرہ دینے سے اعراب کا باطل ہونا لازم آتا ہے۔

وَ تُحْذَفُ التَّاءُ الثَّانِیَةُ فِی مِثْلِ تَتَقَلَّدُ وَ تَتَبَاعَدُ وَ تَتَبَخْتَرُ لِاجْتِمَاعِ الْحَرْفَیْنِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ وَ عَدْمِ اِمْکَانِ الْاِدْغَامِ، وَ عُیِّنَتِ الثَّانِیَةُ لِاَنَّ الْاُوْلٰی عَلَامَةٌ وَ الْعَلَامَةُ لَا تُحْذَفُ۔

ترجمہ: اور **تَتَقَلَّدُ وَتَتَبَاعَدُ وَتَتَبَخْتَرُ** کی مثل میں دوسری تاء کو ایک جنس کے دو حرف کے جمع ہونے اور ادغام کے ممکن نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا جاتا ہے۔ اور (حذف کے لیے) دوسری تاء کو ہی متعین کیا گیا ہے اس لیے کہ پہلی تاء علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاتی۔

سوال: فعلِ ماضی کے مکسور العین اور مکسور الھمزہ ہونے پر دلالت کے لئے علاماتِ مضارع ہی کو کسرہ دینے کے لئے کیوں متعین کیا گیا؟

جواب: اس کے دو جواب ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔۔۔اس لئے کہ علاماتِ مضارع حروفِ زوائد میں سے ہے، لہذا ان کو ہی متعین کیا گیا برخلاف حروفِ اصلیہ کے۔

(۲)۔۔۔اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر فاء کلمہ کو کسرہ دیتے تو چار حرکات کا جمع ہونا لازم آتا جیسے **یَعِلَمُ**، اور اگر عین کلمہ کو کسرہ دیتے تو مضارع مکسور العین اور مفتوح العین کے درمیان

التباس لازم آتا یعنی یہ پتہ نہ چلتا کہ کون باب **ضَرَبَ** سے ہے اور کون **سَمِعَ** سے ہے، دونوں کے مضارع میں کسرہ ہوتا جیسے **یَضْرِبُ** اور **یَعْلِمُ**، اور اگر لام کلمہ کو کسرہ دیتے تو اعراب کا باطل ہونا لازم آتا کیونکہ کلمہ کا اعراب لام کلمہ میں ظاہر ہوتا ہے پس یہ معلوم نہ ہو پاتا کہ وہ فعل حالتِ رفع میں ہے یا نصب وجر میں ہے۔

سوال: بابِ **تَفَعُّلٌ** اور **تَفَاعُلٌ** سے دوسری تاء کو کیوں حذف کر دیا جاتا ہے نیز دوسری ہی کو کیوں خاص کیا گیا؟

جواب: اس لئے کہ یہاں پر ایک جنس کے دو حرف جمع ہو گئے تھے اور جہاں پر دو حرف ایک جنس کے جمع ہو جائیں تو اس میں تین وجہیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔ان دونوں میں سے ایک حرف کو حذف کرنا جیسے **مَسَسْتُ** سے **مَسْتُ** اور **ظَلَلْتُ** سے **ظَلْتُ**۔

(۲)۔۔۔ان دونوں میں سے ایک کو حرفِ علت سے بدلنا جیسے **تَقَضُّضَ الْبَازِی** سے **تَقَضِّیَ الْبَازِی**۔

(۳)۔۔۔ان دونوں کا آپس میں ادغام کرنا جیسے **مَدَدَ** سے **مَدَّ** اور **فَرَرَ** سے **فَرَّ**۔

اور بابِ **تَفَعُّلٌ** اور **تَفَاعُلٌ** کی دونوں تاء میں سے کسی ایک کو حرفِ علت سے بدلنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ پہلی تاء علامتِ مضارع ہے اور دوسری تاء فعلِ ماضی کا حرف ہے پس اگر ان دونوں میں سے کسی ایک کو حرفِ علت سے بدلیں گے تو تغیر لازم آئے گا اور یوں علامتِ مضارع علامتِ مضارع نہ رہے گا اور فعلِ ماضی کا حرف جب حرفِ علت بن جائے گا تو معرفت

باقی نہ رہے گی کہ یہ صیغہ کس باب سے ہے، اور رہی تیسری وجہ (ادغام کرنا) تو یہ بھی جائز نہیں کہ علامتِ مضارع ساکن ہو جائے گا کہ ادغام میں پہلا حرف ساکن ہوتا ہے اور سکون سے ابتداء کرنا محال ہے۔ پس جب دونوں وجہیں باطل ہو گئیں تو پہلی وجہ باقی رہی اور وہ حذف کرنا ہے۔

اور رہی یہ بات کہ دوسری ہی کو کیوں خاص کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی تاء کو حذف نہیں کر سکتے کہ وہ علامتِ مضارع ہے اور علامات حذف نہیں ہوتی ورنہ علامت ہی باطل ہو جائے گی، نیز مضارع اسی ہی کی وجہ سے تو مضارع بنا تھا اور جب علامت حذف ہو جائے گی تو مضارع مضارع نہ رہے گا، اور دوسری وجہ یہ کہ ثقل دوسری تاء سے پیدا ہوا ہے نہ کہ پہلی تاء سے، ورنہ تو ثلاثی اور رباعی کے تمام مضارع کے صیغے ثقیل ہو جاتے جب کہ ایسا نہیں، پس جب ثقل دوسری تاء سے ہے تو دوسری تاء کو ہی حذف کرنا اولٰی ہے۔ (یہ سیبویہ کا مذہب ہے) جبکہ کوفیوں کا مذہب یہ ہے کہ پہلی تاء کو حذف کیا جائے گا کیونکہ وہ زائدہ ہے اور زائدہ کو حذف کرنا اولی ہے۔

کوفیوں کا رد: جس طرح علامتِ مضارع زائدہ ہے اسی طرح دوسری تاء بھی تو زائدہ ہے کہ اسی کے سبب تو بابِ **تَفَعُّلٌ** مزید فیہ کے ابواب میں سے ہے، لہذا یہ دلیل درست نہیں، سیبویہ کا مذہب درست ہے، پس **تَتَقَلَّدُ** اور **تَتَبَاعَدُ** میں دوسری تاء کو حذف کریں گے۔

وَ اُسْكِنَتِ الضَّادُ فِي يَضْرِبُ فِرَاراً عَنْ تَوَالِي الْحَرَكَاتِ الْاَرْبَعِ وَ عُيِّنَتِ الضَّادُ لِلْاِسْكَانِ، لِاَنَّ تَوَالِي الْحَرَكَاتِ يَلْزَمُ مِنَ الْيَاءِ۔

ترجمہ: اور یَضْرِبُ میں ضاد کو پے درپے چار حرکات کے آنے سے بچنے کے لیے ساکن کیا گیا ہے اور ساکن کرنے کے لیے ضاد ہی کو متعین کیا گیا ہے، اس لئے کہ یاء علامتِ مضارع کے آنے کی وجہ سے توالیٔ حرکات لازم آتا ہے۔

فَاِسْکَانُ الضَّادِ الَّتِی تَکُوْنُ قَرِیْباً مِنْهُ اَوْلٰی، وَ مِنْ ثَمَّ عُیِّنَتِ الْبَاءُ فِی ضَرَبْنَ لِلْاِسْکَانِ، لِاَنَّهٗ قَرِیْبٌ مِنَ النُّوْنِ الَّذِی یَلْزَمُ مِنْهُ تَوَالِی اَرْبَعِ الْحَرَکَاتِ۔

ترجمہ: لہٰذا اس ضاد کو ساکن کرنا جو یاء سے قریب ہے اولیٰ ہے۔ اور اسی وجہ سے ضَرَبْنَ میں باء کو ساکن کرنے کے لیے متعین کیا گیا ہے اس لیے کہ باء اس نون کے قریب ہے جس کی وجہ سے چار حرکات کا پے درپے آنا لازم آتا ہے۔

وَ سُوِّیَ بَیْنَ الْمُخَاطَبِ وَ الْغَائِبَةِ فِی مِثْلِ تَضْرِبُ اَنْتَ وَ تَضْرِبُ هِیَ، لِاِسْتِوَائِهِمَا فِی الْمَاضِی مِثْلُ نَصَرْتُ وَ نَصَرْتَ، وَ لٰکِنْ لَا تُسْکَنُ فِی غَائِبَةِ الْمُسْتَقْبِلِ لِضَرُوْرَةِ الْاِبْتِدَاءِ، وَلَا تُضَمُّ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِالْمَجْهُوْلِ فِی مِثْلِ تُمْدَحُ وَ لَا تُکْسَرُ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِلُغَةِ تِعْلَمُ۔

ترجمہ: اور تَضْرِبُ اَنْتَ وَتَضْرِبُ هِیَ کے مثل میں مخاطب اور غائبہ کے درمیان برابری رکھی گئی ہے، نَصَرْتُ وَنَصَرْتَ کے مثل ماضی میں ان دونوں کے برابر ہونے کی وجہ سے۔ اور لیکن مستقبل کے مؤنث غائب میں تاء کو ابتداء کی ضرورت کی وجہ سے ساکن نہیں کیا جاسکتا، اور اس

تاء کو ضمہ بھی نہیں دیا جا سکتا تا کہ تُدَحْرِجُ کی مثل میں مجہول سے التباس نہ ہو سکے، اور تاء کو کسرہ بھی نہیں دیا جا سکتا تا کہ تِعْلَمُ کی لغت سے التباس نہ ہو سکے۔

سوال: فعلِ مضارع میں فاء کلمہ کو ساکن کیوں کیا گیا؟

جواب: اگر فاء کلمہ کو حرکت دیتے تو چار حرکات کا پے در پے آنا لازم آتا جو کہ ناپسندیدہ ہے اس لئے فاء کلمہ کو ساکن کر دیا گیا۔

سوال: فاء کلمہ کو ہی ساکن کرنے کے لئے کیوں خاص کیا گیا، اس قباحت سے بچنے کے لئے کسی دوسرے حرف کو ساکن کر دیا جاتا؟

جواب: جب تک **فَعَلَ** فعلِ ماضی تھا تب تک توالیٔ حرکات لازم نہیں آیا جوں ہی فعلِ مضارع بنانے کے لئے علامتِ مضارع کو داخل کیا گیا تو توالیٔ حرکات لازم آیا جیسے **يَفَعَلُ**، پس توالیٔ حرکات کا سبب علامتِ مضارع ہوا، لہذا اسی کو ساکن کرنا چاہئے تھا، مگر اس کو ساکن کرنا درست نہیں ورنہ ابتداء بالسکون لازم آئے گا جو کہ محال ہے، پس ساکن کرنے کے لئے فاء کلمہ کا انتخاب علامتِ مضارع سے قریب ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے، جس طرح **ضَرَبْنَ** میں باء کو ساکن کیا جاتا ہے، کیونکہ نونِ جمع مؤنث کی وجہ سے توالیٔ حرکات لازم آیا اور نونِ جمع مؤنث کو ساکن کرنا درست نہیں لہذا باء کو ساکن کیا گیا نونِ جمع مؤنث کے قریب ہونے کی وجہ سے۔ اب رہا یہ سوال کہ **ضَرَبْنَ** میں باء کو ساکن کرنے کے بجائے نونِ جمع مؤنث ہی کو ساکن کر دیا جاتا کہ نون حرفِ زائد بھی ہے اور اصلی حرف کے مقابلہ میں زائد حرف میں تصرف کرنا اولی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نونِ جمع مؤنث کو ساکن نہیں کیا گیا تا کہ ان ضمائر سے مخالفت لازم نہ آئے جو

حرکات کو قبول کرنے والے ہیں اور نونِ جمع مؤنث بھی ضمائر میں سے ایک ضمیر ہے۔ نیز تمام نوناتِ نساء متحرک ہوتے ہیں۔

سوال: فعلِ مضارع کے صیغہ واحد مؤنث غائب اور واحد مذکر حاضر کو ایک جیسا کیوں بنایا گیا، ان میں تو التباس لازم آرہا ہے جیسے **تَضْرِبُ اَنْتَ** اور **تَضْرِبُ هِيَ**؟

جواب: اس لئے کہ یہ دونوں صیغے فعلِ ماضی میں بھی شکلاً ایک جیسے ہیں جیسے **ضَرَبْتُ** اور **ضَرَبْتَ**، البتہ فعلِ ماضی میں واحد مؤنث غائب کی تاء ساکن ہے اور فعلِ مضارع میں واحد مؤنث غائب کی تاء ساکن نہیں، ورنہ تو ابتداء بالسکون لازم آتا۔

سوال: ان دونوں صیغوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے واحد مؤنث غائب میں علامتِ مضارع کو ضمہ یا کسرہ بھی دیا جاسکتا تھا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: واحد مذکر حاضر اور واحد مؤنث غائب کے صیغے کے درمیان فرق کرنے کے لئے واحد مؤنث غائب کے علامتِ مضارع کو ضمہ اس لئے نہیں دیا جاسکتا کہ بعض صورتوں میں فعلِ مضارع مجہول سے التباس لازم آتا جیسے **تُكْرَمُ** کہ یہ مجہول بھی ہے، اور کسرہ بھی نہیں دیا جاسکتا کہ **تِعْلَمُ** والی لغت کے ساتھ التباس لازم آتا۔

فَاِنْ قِيْلَ يَلْزَمُ الِالْتِبَاسُ اَيْضاً بِالْفَتْحَةِ بَيْنَ الْمُخَاطَبِ و الْغَائِبَةِ؟ قُلْنَا فِي الْفَتْحِ مُوَافَقَةٌ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ اَخْوَاتِهَا مَعَ خِفَّةِ الْفَتْحَةِ۔ فَاِنْ قِيْلَ لِمَ اُدْخِلَ فِي آخِرِ الْمُسْتَقْبِلِ نُوْنٌ؟ قُلْنَا عَلَامَةٌ لِلرَّفْعِ۔

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ مخاطب اور غائبہ کے درمیان فتحہ دینے کی صورت میں بھی التباس لازم آتا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ فتحہ کی صورت میں فتحہ کے خفیف ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے اور اس کے اخوات کے درمیان موافقت ہے، پس اگر کہا جائے کہ مستقبل کے آخر میں نون کو کیوں داخل کیا گیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ نون رفع کی علامت ہے۔

لِاَنَّ آخِرَ الْفِعْلِ صَارَ بِاِتِّصَالِ ضَمِيْرِ الْفَاعِلِ بِمَنْزِلَةِ وَسْطِ الْكَلِمَةِ اِلَّا نُوْنُ يَضْرِبْنَ وَ هُوَ عَلَامَةُ التَّانِيْثِ كَمَا فِى فَعَلْنَ، وَ مِنْ ثَمَّ لَا يُقَالُ بِالتَّاءِ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ عَلَامَتَا التَّانِيْثِ۔ وَ الْيَاءُ فِى تَضْرِبِيْنَ ضَمِيْرُ الْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَ اِذَا دَخَلَ لَمْ يَنْتَقِلُ مَعْنَاهُ اِلَى الْمَاضِى، لِاَنَّهَا مُشَابِهَةٌ بِكَلِمَةِ الشَّرْطِ۔

ترجمہ: اس لیے کہ فعل کا آخر ضمیرِ فاعل کے متصل ہونے کی وجہ سے وسطِ کلمہ کی منزل میں ہے مگر یَضْرِبْنَ کا نون کہ یہ تانیث کی علامت ہے جیسے فَعَلْنَ میں، اور اسی وجہ سے فَعَلْنَ کو تاء کے ساتھ نہیں بولا جاتا تاکہ تانیث کی دو علامت جمع نہ ہوں، اور تَضْرِبِيْنَ کی یاء فاعل کی ضمیر ہے جیسے کہ گزرا اور جب مضارع میں لَمْ داخل ہو جائے تو مضارع کے معنی کو ماضی کی جانب منتقل کر دے گا اس لیے کہ لَمْ کلمہ شرط کے مشابہ ہے۔

سوال: اگر ضمہ اور کسرہ التباس کی وجہ سے نہیں دیا گیا تو فتحہ کی صورت میں بھی تو واحد مؤنث غائب کا واحد مذکر حاضر کے ساتھ التباس لازم آ رہا ہے، پس اس التباس کو کیوں نہیں دور کیا گیا؟

جواب: فعلِ مضارع واحد مؤنث غائب کے صیغہ کو چاہے ضمہ دو یا کسرہ دو یا فتحہ دو، تینوں صورتوں میں التباس لازم آرہا ہے، لیکن جو فتحہ کی صورت میں التباس ہے وہ ضمہ اور کسرہ کی صورت کے التباس سے بہتر ہے کہ ضمہ اور کسرہ ثقیل حرکت ہیں جبکہ فتحہ خفیف حرکت ہے، پس اخف الحرکات فتحہ کی صورت کا التباس کو گوارا کر لیا گیا کہ صیغوں میں خفت مطلوب ہوتی ہے۔

سوال: فعلِ مضارع کے چار تثنیہ، دو جمع مذکر غائب و حاضر، اور واحد مؤنث حاضر کے آخر میں نون کیوں داخل کیا گیا ہے؟

جواب: ان صیغوں کے آخر میں آنے والا نون علامتِ رفع ہے، کیونکہ فعل کے آخر میں ضمیرِ فاعل کے ملنے سے فعل درمیان میں آگیا تھا اور یوں فعل کا محلِ اعراب باطل ہو گیا تھا، جیسے **يَضْرِبُ** میں الفِ تثنیہ اور واوِ جمع اور یائے واحد مؤنث حاضر لگایا گیا تو **يَضْرِبَا۔يَضْرِبُوْا ۔يَضْرِبِي** ہو گیا، ضمیروں کی وجہ سے معرفت مشکل ہو گئی تھی کہ یہ صیغہ حالتِ رفعی میں ہے یا نصبی و جزمی میں، پس حالتِ رفعی کے پہچان کے لئے علامتِ رفع کے طور پر آخر میں نون کا اضافہ کر دیا گیا، اور حالتِ نصبی و جزمی کی معرفت کے لئے اس نون کو حذف کر دیا گیا جیسے **لَنْ يَّضْرِبَا ۔ لَمْ يَضْرِبَا**۔

سوال: کیا **يَضْرِبْنَ** اور **تَضْرِبْنَ** جمع مؤنث غائب و حاضر کا نون بھی علامتِ رفع ہے، اگر ہے تو حالتِ نصبی و جزمی میں ساقط کیوں نہیں ہوتا؟

جواب: **يَضْرِبْنَ** اور **تَضْرِبْنَ** کا نون علامتِ رفع نہیں بلکہ علامتِ تانیث ہے جیسے کہ **ضَرَبْنَ** میں نون علامتِ تانیث ہے، اسی وجہ سے جمع مؤنث غائب میں تاء نہیں آتی جیسے کہ واحد مؤنث غائب اور تثنیہ مؤنث غائب **تَضْرِبُ تَضْرِبَانِ** میں تاء آتی ہے تاکہ تانیث کی دو علامتیں جمع نہ ہو جائیں، اور اس نون کا علامتِ تانیث ہونے کی وجہ سے حالتِ نصبی اور جزمی میں ساقط ہونا نہیں پایا جاتا، کہ حالتِ نصبی اور جزمی میں علامتِ رفع کا نون ساقط ہوتا ہے نہ کہ علامتِ تانیث کا۔

سوال: جمع مؤنث حاضر **تَضْرِبْنَ** میں تو دو علامتِ تانیث جمع ہیں یہ کیسے ؟

جواب: اس کی تاء علامتِ تانیث نہیں بلکہ علامتِ خطاب ہے۔

سوال: فعلِ مضارع کے صیغہ جمع مؤنث غائب و حاضر مبنی کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: کیونکہ فعلِ مضارع کے معرب ہونے کی علت اسمِ فاعل سے مشابہتِ تامہ رکھنا ہے اور **يَضْرِبْنَ تَضْرِبْنَ** میں اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہتِ تامہ نہیں پائی جاتی جس کی بناء پر یہ فعلِ ماضی کی طرح مبنی ہیں، کہ فعلِ ماضی میں بھی مشابہتِ تامہ نہیں پائی جاتی، جیسے کہ فعلِ ماضی کی فصل میں بیان ہوا ہے، اب رہی یہ بات کہ یہ دو صیغے اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہتِ تامہ کیوں نہیں رکھتے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشابہتِ تامہ کے لئے چھ چیزوں میں مشابہ ہونا شرط ہے جو مستقبل کی فصل میں مذکور ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک شرط فوت ہوتی تو مشابہتِ تامہ نہیں پائی جائے گی اور انہیں میں سے ایک حرکات و سکنات میں مشابہ ہونا ہے اور **يَضْرِبْنَ** اور **تَضْرِبْنَ** اسمِ فاعل کے ساتھ حرکات و سکنات میں مخالف ہیں کہ ان صیغوں میں پانچ حروف ہیں

جبکہ اسمِ فاعل میں چار حروف، اور ان صیغوں کا چوتھا حرف ساکن ہے جبکہ اسمِ فاعل کا چوتھا حرف متحرک ہے **فافھم**۔

سوال: **تَضْرِبِيْنَ** میں دو علامتِ تانیث کیسے جمع ہو گئیں پہلی تاء اور دوسری یاء؟

جواب: **تَضْرِبِيْنَ** میں یاء علامتِ تانیث نہیں بلکہ ضمیرِ فاعل ہے جیسے کہ مذکور ہوا، فلا اعتراض علیہ۔

سوال: فعلِ مضارع پر حرفِ **لَمْ** کے داخل ہونے سے ماضی کا معنی کیوں پیدا ہو جاتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ **لَمْ** جازمہ اور لفظی عامل ہونے کی وجہ سے کلمہ شرط کے مشابہ ہے لہذا جس طرح کلمہ شرط فعلِ ماضی میں داخل ہو کر ماضی کے معنی کو مستقبل میں بدل دیتا ہے اسی طرح **لَمْ** مستقبل میں داخل ہو کر مستقبل کو ماضی کے معنی میں کر دیتا ہے، لہذا **لَمْ** معنی تبدیل کرنے میں بھی کلمہ شرط کے مشابہ ہے۔

فَصْلٌ فِی الْاَمْرِ وَ النَّهْیِ

فعل امر اور فعلِ نہی کا بیان

اَلْاَمْرُ صِیْغَةٌ یُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ عَنِ الْفَاعِلِ مِثْلُ اِضْرِبْ وَ لِیَضْرِبْ اِلٰی آخِرِہٖ،وَهُوَ مَا اُشْتُقَّ مِنَ الْمُضَارِعِ،لِمُشَابِهَةِ بَیْنَهُمَا فِی الْاِسْتِقْبَالِیَّةِ،وَ زِیْدَتِ اللَّامُ فِی الْغَائِبِ،لِاَنَّهَا مِنْ وَسطِ الْمَخَارِجِ وَ الْغَائِبُ اَیْضاً وَسْطٌ بَیْنَ الْمُتَكَلِّمِ وَ الْمُخَاطَبِ وَ اَیْضاً هِیَ مِنَ الْحُرُوْفِ الزَّوَائِدِ،وَ الْحُرُوْفُ الزَّوَائِدُ هِیَ الَّتِی یَشْتَمِلُهَا قَوْلُ الشَّاعِرُ:

هَوِیْتُ السَّمَانَ فَشَیَّبْنَنِیْ　　　وَ قَدْ كُنْتُ قِدْماً هَوِیْتُ السَّمَانَا

اَیْ حُرُوْفُ هَوِیْتُ السَّمَانَ۔

ترجمہ:امر ایسا صیغہ ہے جس کے ذریعہ فاعل سے فعل طلب کیا جاتا ہے مثال کے طور پر اِضْرِبْ سے لِیَضْرِبْ آخر تک۔ اور فعلِ امر فعلِ مضارع سے مشتق کیا گیا ہے استقبالیت میں دونوں کے درمیان مشابہت ہونے کی وجہ سے،اور امر غائب میں لام کی زیادتی کی گئی ہے،اس لیے کہ لام وسطِ مخارج میں سے ہے اور غائب بھی وہ ہے جو متکلم اور مخاطب کے وسط میں ہوتا ہے،نیز لام حروفِ زوائد میں سے ہے، اور حروفِ زوائد وہ ہیں جس پر شاعر کا قول مشتمل ہے۔ع:ترجمہ: میں نے موٹی عورتوں کو پسند کیا تو انہوں نے مجھے جوان ہونے سے پہلے ہی جوان کر دیا اور میں عرصہ دراز سے موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں۔ یعنی هَوِیْتُ السَّمَانَ کے حروف حروفِ زوائد ہیں۔

سوال: فعلِ امر کی تعریف کیا ہے؟

جواب: فعلِ امر ایسا فعل ہے جس کے ذریعہ فاعلِ مخاطب سے فعل طلب کیا جائے مثلاً **اِضْرِبْ** (تو مار) **لِیَضْرِبْ** (چاہئے کہ وہ مارے)۔

سوال: فعلِ امر فعلِ مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟

جواب: فعلِ امر اور فعلِ مضارع کے درمیان معنی استقبال کے اعتبار سے مشابہت ہونے کی وجہ سے فعلِ امر کو فعلِ مضارع سے بنایا جاتا ہے۔

سوال: فعلِ امر کے صیغہ غائب کے شروع میں اضافہ کے لئے لام کا انتخاب کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: فعلِ امر کے صیغہ ٔغائب کے شروع میں اضافہ کے لئے لام کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے کہ لام کا مخرج مخرجِ وسط ہے اور غائب بھی متکلم اور مخاطب کے کلام کے درمیان ہوتا ہے نیز لام حروفِ زوائد میں سے ہے لہذا زیادتی کے لئے زائد حرف کا انتخاب کیا گیا ہے۔

سوال: حروفِ زوائد کون کون سے ہیں؟

جواب: حروفِ زوائد اس شعر میں مذکور ہیں: **هَوِيْتُ السَّمَانَ** (میں موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں پس انہوں نے مجھے جوان کر دیا اور میں عرصہ دراز سے موٹی عورتوں کو پسند کرتا ہوں) پس حروفِ زوائد اس شعر کے **هَوِيْتُ السَّمَانَ** میں جمع ہیں۔ نیز **سَأَلْتُمُوْنِيْهَا** اور **اَلْيَوْمَ تَنْسَاهُ** اور **يَا اَوْسُ هَلْ نِمْتَ** اور **لَمْ يَأْتِنَا سَهْوٌ** میں بھی جمع ہیں۔

سوال: **هَوِيْتُ السَّمَانَ** کا کیا واقعہ ہے؟

جواب: ابنِ جنی کہتے ہیں: ایک حکایت بیان کی گئی ہے کہ ابو العباس نحوی نے ابو عثمان مازنی سے سوال کیا کہ آپ حروفِ زوائد کو شعر کی صورت میں بیان کیجئے، پس ابو عثمان مازنی نے یہ شعر گنگنایا:

هَوِيْتُ السَّمَانَ فَشَيَّبْنَنِيْ		وَ قَدْ كُنْتُ قِدْماً هَوِيْتُ السَّمَانَا

ابو العباس نے ابو عثمان مازنی سے کہا: اس شعر میں میرے سوال کا جواب کہاں ہے؟ (یعنی آپ نے تو ایسا شعر پڑھا جس میں حروفِ زوائد کا تذکرہ ہے ہی نہیں) ابو عثمان مازنی نے کہا: "**قَدْ اَجِبْتُكَ دَفْعَتَيْنِ**" یعنی میں نے تو تجھے شعر میں دو بار بتا چکا ہوں۔

وَ لَمْ يَزِدْ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ حَتّٰى لَا يَجْتَمِعَ حَرْفَا عِلَّةٍ وَ كُسِرَتِ اللَّامُ فِى الْاَمْرِ الْغَائِبِ، لِاَنَّهَا مُشَابِهَةٌ بِاللَّامِ الْجَارَّةِ، لِاَنَّ الْجَزْمَ فِى الْاَفْعَالِ كَالْجَرِّ فِى الْاَسْمَاءِ، وَ اُسْكِنَتْ اِذَا اتَّصَلَتْ بِالْوَاوِ وَ الْفَاءِ وَ ثُمَّ مِثْلُ وَلْيَضْرِبْ۔ فَلْيَضْرِبْ۔ ثُمَّ لْيَضْرِبْ كَمَا اُسْكِنَتِ الْخَاءُ فِى فَخْذٌ۔

ترجمہ: **اور امر (غائب) میں حروفِ علت کو زائد نہیں کیا گیا تاکہ دو حرفِ علت جمع نہ ہو جائیں، اور امر میں لام کو کسرہ دیا گیا ہے اس لیے کہ یہ لام لامِ جارہ سے مشابہت رکھنے والا ہے، اس لیے کہ افعال میں جزم اسماء میں جر کی طرح ہے، اور لامِ امر کو ساکن کیا گیا ہے جب یہ متصل ہو واؤ اور فاء اور ثُمَّ سے وَلْيَضْرِبْ فَلْيَضْرِبْ۔ ثُمَّ لْيَضْرِبْ کی مثل میں، جیسے کہ فَخْذٌ میں خاء کو ساکن کیا گیا ہے۔**

وَ نَظِیۡرُہٗ وَھۡیَ وَ فَھۡیَ بِالۡوَاوِ وَ الۡفَاءِ بِسُکُوۡنِ الۡھَاءِ،وَ حُذِفَ حَرۡفُ الۡاِسۡتِقۡبَالِ فِی الۡمُخَاطَبِ لِلۡفَرۡقِ بَیۡنَ الۡمُخَاطَبِ وَ الۡغَائِبِ،وَ عُیِّنَ الۡحَذۡفُ فِی الۡمُخَاطَبِ لِکَثۡرَتِہٖ،وَ مِنۡ ثَمَّ لَایُحۡذَفُ اللَّامُ فِی مَجۡھُوۡلِہٖ أَعۡنِی یُقَالُ لِیُضۡرَبۡ لِقِلَّۃِ اِسۡتِعۡمَالِہٖ۔

ترجمہ: اور اس کی نظیر وَھۡیَ اور فَھۡیَ ہے واؤ اور فاء کی وجہ سے ہاء کے سکون کے ساتھ، اور امر مخاطب میں حرفِ مضارع کو حذف کیا گیا ہے، مخاطب اور غائب کے درمیان فرق کرنے کے لیے، اور مخاطب میں (حرفِ مضارع کے) حذف کو متعین کیا گیا ہے اس کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے، اور اسی وجہ سے امر مجہول میں لام کو حذف نہیں کیا گیا ہے یعنی اس کے قلتِ استعمال کی وجہ سے لِیُضۡرَبۡ کہا گیا ہے۔

سوال: لام کا اضافہ کرنے کے بجائے کسی حرفِ علت کو اضافہ کے لئے چن لیتے ایسا کیوں نہ کیا گیا؟

جواب: حرفِ علت کو اضافہ کے طور پر نہیں چنا گیا اس لئے کہ اگر الف کو لاتے تو ابتداء بالسکون لازم آتا اور اگر واو یا یاء کی زیادتی کرتے تو بعض صورت میں دو حرفِ علت کا اجتماع لازم آتا یعنی امر غائب معروف اور امر غائب و حاضر مجہول میں جیسے **یِیَضۡرِبۡ، وِیَضۡرِبۡ، یِیُضۡرَبۡ وِیُضۡرَبۡ، یِتُضۡرَبۡ وِتُضۡرَبۡ**، کہ ایک علامتِ مضارع ہے اور دوسرا علامتِ امر ہے پس ان دونوں حرفِ علت کا جمع ہونا ثقیل ہے۔

سوال: لامِ امر کو کسرہ کیوں دیا گیا؟

جواب: کیونکہ لامِ امر لامِ جارہ کے صورتاً و معنیً مشابہ ہے، صورۃً یوں کہ دونوں میں کسرہ آتا ہے اور معنیً یوں کہ افعال میں جزم اسماء میں جر کی طرح ہے۔

سوال: لامِ امر **فَ**، **وَ**، اور **ثُمَّ** سے جب ملتا ہے تو ساکن کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جہاں **فَعِلٌ** کا وزن ہو چاہے اصلی ہو یا عارضی وہاں عرب والے درمیان والے حرف کو ساکن کر دیتے ہیں جیسے **کَتِفٌ** سے **کَتْفٌ**، اب چونکہ امر میں لام کے بعد حرف متحرک ہوتا ہے اس لئے واو یا فاء یا **ثُمَّ** کے داخل ہونے کی صورت میں **فَعِلٌ** کا وزن پیدا ہو جاتا ہے اس لئے لام کو ساکن کر دیتے ہیں اور اس کی علت یہ ہے کہ اس صورت میں کسرہ سے فتحہ یا ضمہ کی جانب خروج لازم آتا ہے جو کہ اہلِ عرب کے یہاں ناپسندیدہ ہے جیسے **فَلْیَضْرِبْ**، **وَلْیَضْرِبْ**، **ثُمَّ لْیَضْرِبْ**، **وَهْيَ**، **فَهْيَ**، **فَخْذٌ**، واوٗ کی صورت میں لام کو ساکن کرنا کثرتِ استعمال کی بناء پر واجب ہے، اور فاء اور **ثُمَّ** میں جائز ہے۔ حوالہ۔ نصاب الصرف ص ۳۱۳۔

سوال: امر حاضر کے صیغوں سے علامتِ مضارع کیوں حذف کر دیتے ہیں اور امر حاضر ہی کو کیوں منتخب کیا گیا؟

جواب: امر حاضر کے صیغوں سے علامتِ مضارع کو اس لئے حذف کر دیتے ہیں کہ اگر علامتِ مضارع کو حذف نہ کرتے تو ان صیغوں کے شروع میں لامِ امر کا اضافہ کرنا واجب ہوتا تاکہ فعلِ امر فعلِ مضارع سے ملتبس نہ ہو، اور جب لامِ امر کا اضافہ کرتے تو بعض صورتوں میں امر حاضر امر غائب سے ملتبس ہو جاتا جیسے کہ جب آپ نے **لِتَضْرِبْ** کہا تو نہ جانا گیا کہ مامور

مخاطب ہے یا غائب لہذا اس التباس کو دور کرنے کے لئے دونوں میں سے کسی ایک سے علامتِ مضارع کو حذف کرنا واجب ہوا، اور مخاطب کے صیغوں سے علامتِ مضارع کو حذف کرنا اولی ہے کہ یہ صیغے کثرت سے استعمال ہوتے ہیں اور کثرتِ استعمال خفت کا تقاضا کرتا ہے اور حذف کرنا تخفیف کی ایک نوع ہے اسی وجہ سے امر حاضر کے صیغوں کو حذف کے لئے منتخب کیا گیا۔ اور اسی وجہ سے امر مجہول کے صیغوں سے علامتِ مضارع کو حذف نہیں کیا گیا کہ وہ بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔

وَ اُجْتُلِبَتِ الْھَمْزَۃُ بَعْدَ حَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارِعَۃِ اِذَا کَانَ مَا بَعْدَہٗ سَاکِنَۃً لِلْاِفْتِتَاحِ، وَ کُسِرَتِ الْھَمْزَۃُ فِی اِضْرِبْ، لِاَنَّ الْکَسْرَۃَ اَصْلٌ فِی ھَمْزَاتِ الْوَصْلِ وَ لَمْ تُکْسَرْ فِی مِثْلِ اُکْتُبْ لِاَنَّ بِتَقْدِیْرِ الْکَسْرَۃِ یَلْزَمُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْکَسْرَۃِ اِلَی الضَّمَّۃِ وَلَا اِعْتِبَارَ لِلْکَافِ السَّاکِنِ، لِاَنَّ الْحَرْفَ السَّاکِنَ لَا یَکُوْنُ حَاجِزاً حَصِیْناً عِنْدَھُمْ۔

ترجمہ: اور فعلِ امر میں حرفِ مضارع کو حذف کرنے کے بعد ہمزہ کو داخل کیا جاتا ہے جب ہو (علامتِ مضارع کا) مابعد ساکن افتتاح کے لیے، اور اِضْرِبْ میں ہمزہ کو کسرہ دیا گیا ہے اس لیے کہ کسرہ ہمزاتِ وصلی میں اصل ہے، اور اُکْتُبْ کی مثل میں ہمزہ کو کسرہ نہیں دیا گیا ہے اس لیے کہ کسرہ کی تقدیر میں کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج لازم آتا ہے، اور کاف جو ساکن ہے اس کا اعتبار نہیں ہے اس لیے کہ حرفِ ساکن بصریوں کے نزدیک قوی مانع نہیں ہوتا ہے۔

وَ مِنْ ثَمَّ جُعِلَ وَاوُ قِنْوَةٍ يَاءً وَ يُقَالُ قِنْيَةٌ، وَ قِيْلَ تُضَمُّ لِلْاِتِّبَاعِ وَ تُكْسَرُ لِلْاِتِّبَاعِ بِخِلَافِ اِعْلَمْ وَ اِمْنَعْ بِكَسْرَةِ الْهَمْزَةِ وَ فَتْحِ الْعَيْنِ، لِاَنَّهُ يَلْتَبِسُ بِقَوْلِ الشَّاعِرِ:

اَلْيَوْمَ اَشْرَبْ مِنْ غَيْرِ مُسْتَحْقِبٍ   اِثْماً مِنَ اللهِ وَ لَا وَاغِلٌ

بِسُكُوْنِ الْبَاءِ وَ بِجَزَاءِ الشَّرْطِ فِي مِثْلِ اِنْ تَمْنَعْ اَمْنَعْ۔

ترجمہ: اور اسی وجہ سے قِنْوَةٌ کی واؤ کو یاء بنایا گیا ہے اور قِنْيَةٌ کہا جاتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ ہمزہ کو ضمہ عین کلمہ کی اتباع میں اور ہمزہ کو کسرہ بھی عین کی اتباع میں دیا جاتا ہے بخلاف اِعْلَمْ کے اور اِمْنَعْ کے ہمزہ کے کسرہ اور عین کے فتحہ کے ساتھ اس لیے کہ یہ شاعر کے قول سے التباس رکھتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَشْرَبْ مِنْ غَيْرِ مُسْتَحْقِبٍ   اِثْماً مِنَ اللهِ وَلَا وَاغَلٌ۔

ترجمہ: آج کے دن میں شراب پیتا ہوں بغیر کسی گناہ کے اللہ کے یہاں اور بغیر کسی قوم کے بلانے والے کی طرح۔

باء کے سکون کے ساتھ، اور شرط کی جزاء بننے کی وجہ سے بھی آخر کو ساکن کر دیا جاتا ہے جیسے اِنْ تَمْنَعْ اَمْنَعْ کی مثل میں۔

سوال: امر حاضر میں علامتِ مضارع کو حذف کرنے کے بعد ہمزہ کیوں لاتے ہیں؟ اور ہمزہ ہی کو خاص کرنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ دیگر حروفِ زوائد موجود ہیں؟

جواب: چونکہ علامتِ مضارع کے حذف ہونے کے بعد ابتداء بالسکون لازم آرہا تھا لہذا اس خرابی سے بچنے کے لئے ہمزہ کو لے آئیں تاکہ کلمہ کی قرائت ممکن ہو سکے۔ اور ہمزہ ہی

کو تمام حروفِ زوائد میں سے خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ ابتداء کرنے کے لحاظ سے قوی حرف ہے اور قوی حرف سے ابتداء کرنا اولی ہے، نیز ہمزہ مبدأ مخارج سے ہے لہذا کلام کی ابتداء اسی سے کرنا اولی ہے۔

سوال: امر حاضر میں ہمزہ کو کسرہ کیوں دیتے ہیں جیسے **اِضْرِبْ**؟

جواب: کیونکہ ہمزۂ وصل میں اصل کسرہ ہے، لہذا اصل کے پیشِ نظر ہمزہ کو کسرہ دیا گیا کہ یہ ہمزہ ہمزۂ وصلی ہے۔ نیز جمہور کا موقف یہ ہے کہ ہمزۂ ساکنہ کہ زیادتی کی گئی پھر ابتداء کی وجہ سے حرکت دینے کی ضرورت پڑی تو الساکن اذا حرک حرک بالکسر کے تحت کسرہ دیا گیا۔

سوال: **اُنْصُرْ** میں ہمزہ کو تو ضمہ دیا گیا حالانکہ ہمزۂ وصلی میں اصل کسرہ ہے، ایسا کیوں؟

جواب: اگر **اُنْصُرْ** میں کسرہ دیتے تو کسرہ سے ضمہ کی جانب خروج لازم آتا جو کہ ثقل کا باعث ہے، پس ثقل سے بچنے کے لئے ہمزہ کو ضمہ دیا گیا اگرچہ ہمزۂ وصل میں اصل کسرہ ہے۔

سوال: **اُنْصُرْ** کو کسرہ دینے کی صورت میں کسرہ سے ضمہ کی جانب خروج کیسے لازم آ رہا ہے جب کہ دونوں کے درمیان میں ایک حرفِ ساکن آڑ بنا ہے؟

جواب: بصریین کے نزدیک ساکن حرف مضبوط رکاوٹ نہیں بنتا، اسی وجہ سے **قِنْوَةٌ** کی واؤ کو یاء سے بدل کر **قِنْيَةٌ** قاف کے کسرہ کی وجہ سے پڑھتے ہیں، حالانکہ قاف اور واؤ کے درمیان نون حرفِ ساکن موجود ہے لہذا **اُنْصُرْ** میں بھی نون ساکن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اور

امر کے ہمزۂ وصلی کو کسرہ اور ضمہ دینے کی ایک دوسری دلیل بھی ذکر کی جاتی ہے کہ **اِضْرِبْ** میں ہمزہ کو کسرہ عین کلمہ کی اتباع کرتے ہوئے دیا گیا ہے، اور **اُنْصُرْ** میں بھی ہمزہ کو ضمہ عین کلمہ کی اتباع کرتے ہوئے دیا گیا ہے، بر خلاف **اِعْلَمْ** اور **اِمْنَعْ** کے، کہ ان میں ہمزۂ وصلی کو فتحہ عین کلمہ کی اتباع کرتے ہوئے نہیں دیا گیا، کیونکہ ہمزہ کو فتحہ دینے کی صورت میں فعلِ مضارع کے واحد متکلم کے صیغہ سے التباس لازم آرہا ہے، جب مضارع کا حرفِ آخر کلمۂ شرط کی وجہ سے ساکن ہو جیسے **اِنْ تَمْنَعْ اَمْنَعْ**، پس اگر امر میں ہمزہ کو فتحہ دیتے تو اس مثال کا **اَمْنَعْ** میں التباس ہوتا کہ یہ امر ہے یا فعلِ مضارع، اور ایسے ہی جب مضارع کے آخری حرف کو ضرورتِ شعری کی بناء پر ساکن کر دیتے ہیں تو امر اور مضارع کے درمیان التباس لازم آئے گا جیسے شاعر کا قول: **اَلْيَوْمَ اَشْرَبْ مِنْ غَيْرِ مُسْتَحْقَبٍ اِثْماً مِنَ اللهِ وَلَا وَاغِلٍ**۔ (آج میں محبوب کے ہاتھ سے شراب پیتا ہوں نہ تو مجھے اللہ تعالی کی طرف سے کوئی گناہ ہے اور نہ میں طفیلی ہوں)۔ پس اگر امر میں ہمزہ کو فتحہ دیتے تو **اَشْرَبْ** جو کہ مضارع متکلم ہے اس کے امر ہونے کا شبہ پیدا ہوتا۔

وَ فُتِحَتْ اَلِفُ اَيْمُنٍ مَعَ كَوْنِهٖ لِلْوَصْلِ، لِاَنَّهٗ جَمْعُ يَمِيْنٍ وَ اَلِفُهٗ لِلْقَطْعِ ثُمَّ جُعِلَ لِلْوَصْلِ فِي اللَّفْظِ، لِكَثْرَتِهٖ وَ فُتِحَ اَلِفُ التَّعْرِيْفِ، لِكَثْرَتِهٖ اَيْضاً وَ فُتِحَ اَلِفُ اُكْرِمْ، لِاَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَلِفِ الْاَمْرِ بَلْ اَلِفُ قَطْعٍ مَحْذُوْفٌ مِنْ تُأَكْرِمُ۔

ترجمہ: اور **اَيْمُنٌ** کے الف کو فتحہ دیا گیا ہے اس کے وصلی ہونے کے باوجود، اس لیے کہ یہ **يَمِيْنٌ** کی جمع ہے اور اس کی الف قطعی ہے پھر لفظ میں اس کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے وصلی بنایا گیا ہے، اور الفِ تعریف کو اس کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے فتحہ دیا گیا ہے، اور **اَكْرِمْ** کے الف

کو فتحہ دیا گیا ہے اس لیے کہ یہ الفِ امر میں سے نہیں ہے، بلکہ الفِ قطعی ہے جو تُأکْرِمُ سے حذف کیا گیا تھا۔

وَ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ الْهَمْزَتَيْنِ فِي اُكْرِمُ، لِاَنَّ اَصْلَهٗ أُأَكْرِمُ،وَلَا تُحْذَفُ هَمْزَةُ اِعْلَمْ فِي الْوَصْلِ فِي الْخَطِّ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ الْاَمْرُ مِنْ عَلِمَ بِاَمْرِ عَلَّمَ۔فَاِنْ قِيْلَ يُعْلَمُ بِالْاَعْجَامِ قُلْنَا اَلْاَعْجَامُ يُتْرَكُ كَثِيْراً وَ مِنْ ثَمَّ فَرَقُوْا بَيْنَ عُمَرَ وَ عَمْرٍو بِالْوَاوِ۔

ترجمہ: اور اُكْرِمُ میں دو ہمزہ کے جمع ہونے کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے اس لئے کہ اس کی اصل أُأَكْرِمُ ہے، اور وصل کی صورت میں اِعْلَمْ کے ہمزہ کو خط میں حذف نہیں کیا جاتا ہے تا کہ عَلِمَ کا فعلِ امر، عَلَّمَ کے فعلِ امر سے ملتبس نہ ہو، پس اگر کہا جائے کہ ان دونوں کے درمیان فرق اعراب سے جان لیا جاتا ہے؟ تو ہم نے کہا اعراب کو اکثر مقامات پر ترک کر دیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے اہلِ عرب عُمَر اور عَمْرو کے درمیان واؤ کے ذریعہ فرق کرتے ہیں۔

سوال: اَيْمَنٌ کے ہمزہ وصل کو فتحہ کیوں دیا گیا، جبکہ ہمزہ وصل کو ضمہ یا کسرہ دیتے ہیں؟

جواب: اَيْمَنٌ يَمِيْنٌ کی جمع ہے اور اس کا ہمزہ قطعی ہے نہ کہ وصلی، لیکن اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے اور کثرتِ استعمال تخفیف کا تقاضا کرتا ہے اور تخفیف وصل سے بھی حاصل ہوتی ہے اس لئے اَيْمَنٌ کے ہمزۂ قطعی کو وصلی بنا کر لفظ میں حذف کر دیا جاتا ہے۔ فلا اعتراض علیہ۔

سوال: الفِ تعریف کو فتحہ کیوں دیا گیا جبکہ وہ ہمزہ وصلی ہے؟

جواب: چونکہ یہ بھی بکثرت مستعمل ہے لہٰذا تخفیف کے لئے اس کو فتحہ کی حرکت دی گئی ہے۔

سوال: بابِ افعال کے امر حاضر **اَکْرِمْ** کے ہمزۂ وصلی کو فتحہ کیوں دیا گیا، حالانکہ اس کا عین کلمہ مکسور ہے؟

جواب: بابِ افعال کے امر حاضر **اَکْرِمْ** کا ہمزہ ہمزۂ وصلی نہیں بلکہ قطعی ہے، یہ امر کا ہمزہ نہیں بلکہ یہ ماضی کا ہمزہ ہے جو فعلِ مضارع کے صیغوں سے حذف کر دیا گیا تھا کیونکہ واحد متکلم کے صیغہ میں دو ہمزوں کا اجتماع لازم آرہا تھا جس کی بناء پر ماضی کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تھا جیسے **اُاَکْرِمُ** سے **اُکْرِمُ** پھر واحد متکلم کی مناسبت سے مضارع کے تمام صیغوں سے ماضی کے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا تو **یُکْرِمُ، تُکْرِمُ** ہو گیا۔ پھر جب امر بنایا گیا تو علامتِ مضارع کو حذف کر دیا اور ماضی کا ہمزہ عود کر آیا تو **تُاَکْرِمُ** سے **اَکْرِمُ** ہوا، پھر آخر حرف کو ساکن کیا تو **اَکْرِمْ** ہو گیا۔

سوال: فعلِ امر کا ہمزہ وصلِ کلام کی صورت میں لکھنے میں باقی رہتا ہے لیکن پڑھنے میں نہیں آتا، اور جب پڑھنے میں نہیں آتا تو اسے حذف کر دینا چاہیئے تھا مگر حذف نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے جیسے **وَاعْلَمْ**؟

جواب: فعلِ امر کا ہمزہ وصلِ کلام کی صورت میں یقیناً قرائت میں نہیں آتا اور اگر اس بناء پر امر کے ہمزہ کو حذف کر دیں گے تو ثلاثی مجرد کا امر بابِ تفعیل کے امر سے ملتبس ہو جائے گا، جیسے **وَعْلَمْ** اور **وَعَلِّمْ**، پس اس التباس سے بچنے کے لئے امر کے ہمزہ کو لکھنے میں باقی رکھا گیا ہے۔

سوال: یہ التباس تو حرکات کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے یعنی زیر وزبر سے پتا چل جاتا ہے کہ وہ ثلاثی مجرد کا امر ہے یا بابِ تفعیل کا جیسے **وَعْلَمْ** اور **عَلِّمْ**، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: آپ کی بات درست ہے لیکن عام طور پر حرکات کو ترک کر دیا جاتا ہے لہٰذا التباس کا خدشہ موجود ہے اسی وجہ سے **عُمَرُ** اور **عَمْرٌو** میں فرق کرنے کے لئے واؤ کا اضافہ **عَمْرو** کے آخر میں کرتے ہیں پس اب ان پر حرکت ہو یا نہ ہو دونوں کے درمیان فرق واؤ سے ہو جاتا ہے، کہ **عَمْرو** واؤ سے پڑھا جائے گا اور **عُمَر** بغیر واؤ کے، پس اسی طرح امر کے ہمزہ کو بھی باقی رکھا گیا ہے۔ تاکہ التباس کا خدشہ دور ہو سکے۔

وَحُذِفَتْ فِی بِسْمِ اللهِ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَلَمْ تُحْذَفْ فِی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی (العلق ۱) لِقِلَّةِ الْاِسْتِعْمَالِ وَ جُزِمَ آخِرُهُ فِی الْغَائِبِ بِاللَّامِ اِجْمَاعاً، لِاَنَّ اللَّامَ مُشَابِهَةٌ لِكَلِمَةِ الشَّرْطِ فِی النَّقْلِ، وَ كَذٰلِكَ الْمُخَاطَبُ عِنْدَ الْكُوْفِيِّيْنَ، لِاَنَّ اَصْلَ اِضْرِبْ لِتَضْرِبْ عِنْدَهُمْ، وَ مِنْ ثَمَّ قَرَأَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا)

ترجمہ: اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے بسم اللہ میں ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے، اور اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی میں قلتِ استعمال کی وجہ سے ہمزہ کو حذف نہیں کیا جاتا ہے، اور امر غائب میں امر کے آخر کو لام کی وجہ سے جزم دیا گیا ہے اجماعاً، اس لیے کہ لام نقل میں کلمہ شرط کے مشابہ ہے، اور کوفیوں کے نزدیک ایسے ہی مخاطب (یعنی اس کا آخر بھی لام کی وجہ سے مجزوم ہے) اس لیے کہ اِضْرِبْ کی اصل لِتَضْرِبْ ہے کوفیوں کے نزدیک، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا قرائت فرمایا ہے۔

فَحُذِفَتِ اللَّامُ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ ثُمَّ حُذِفَ عَلَامَةُ الْاِسْتِقْبَالِ لِلْفَرْقِ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْمُضَارِعِ فَبَقِيَ الضَّادُّ سَاكِناً فَاُجْتُلِبَتْ هَمْزَةُ الْوَصْلِ وَ وُضِعَتْ مَوْضِعَ عَلَامَةِ الْاِسْتِقْبَالِ وَاُعْطِيَ لَهُ اَثَرُ عَلَامَةِ الْاِسْتِقْبَالِ كَمَا اُعْطِيَ لِفَاءِ رُبَّ عَمَلُ رُبَّ فِي قَوْلِ الشَّاعِرِ:

فَمِثْلِكِ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَ مُرْضِعٍ   فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِیْ تَمَائِمَ مُحْوِلٍ

ترجمہ: پس لام کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے پھر امر اور مضارع کے درمیان فرق کرنے کے لیے علامتِ استقبال کو حذف کر دیا گیا تو ضاد ساکن کی حالت میں بچا تو ہمزۂ وصل لے آئے اور اس کو علامتِ استقبال کی جگہ رکھ دیا گیا اور اس کو علامتِ استقبال کا اثر دے دیا گیا جیسے کہ رُبَّ کا عمل رُبَّ کے فاء کو دیا گیا ہے شاعر کے قول فَمِثْلِكِ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَ مُرْضِعٍ۔ فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِیْ تَمَائِمَ مُحْوِلٍ ترجمہ: میں تیری جیسی کئی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس رات کے وقت آیا، تو میں نے انہیں ایک سال کے دودھ پیتے تعویذ والے بچے سے غافل کر دیا۔

سوال: اگر ہمزۂ وصلی لکھنے میں باقی رہتا ہے تو بِسْمِ اللہ کا ہمزہ کیوں حذف کیا گیا ہے؟

جواب: بِسْمِ اللہ کے کثرتِ استعمال کی بناء پر ہمزۂ وصلی کو حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ کثرتِ استعمال تخفیف چاہتا ہے۔

سوال: پھر اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ میں بِاسْمِ کا ہمزہ کیوں حذف نہیں ہوا؟

جواب: یہاں پر قلتِ استعمال کی وجہ سے حذف نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ قلتِ استعمال تخفیف کا تقاضا نہیں کرتا ہے۔

سوال: امر غائب میں آخری حرف کو جزم کیوں دیا گیا؟

جواب: کیونکہ لامِ امر معنی کو مستقبل میں لے جانے کی وجہ سے کلمۂ شرط کے مشابہ ہے لہذا لامِ امر نے وہی عمل کیا جو کلمۂ شرط کرتا ہے، جس طرح **اِنْ** جب ماضی میں داخل ہو تو ماضی کے معنی کو مستقبل میں منتقل کر دیتا ہے جیسے **اِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ**، (اگر تو نے مارا تو میں بھی ماروں گا)اسی طرح لامِ امر جب جملۂ خبریہ میں داخل ہو تو خبریہ کو انشائیہ بنا دیتا ہے جیسے **لِیَضْرِبْ زَیْدٌ** (زید کو چاہئے کہ وہ مارے) پس جب دونوں کے درمیان معنی کے اعتبار سے مشابہت ہے تو عمل کے اعتبار سے بھی مشابہت ہے اور وہ آخری حرف کو جزم دینا ہے۔ پس لامِ امر کی وجہ سے امر کا آخری حرف ساکن ہے۔

سوال: امر حاضر کے صیغوں میں لامِ امر کیوں نہیں آتا حالانکہ حدیث میں **فَلْتَفْرَحُوْا** لام کے ساتھ حاضر کا صیغہ آیا ہے؟

جواب: کوفیین حضرات امر حاضر کو لامِ امر کے ساتھ **لِتَضْرِبْ** استعمال کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک **اِضْرِبْ** کی اصل **لِتَضْرِبْ** ہے اور ان کی دلیل نبیٔ کریم ﷺ کا فرمان **فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا** ہے لیکن جمہور صرفیین کا قول یہ ہے کہ یقیناً **اِضْرِبْ** کی اصل **لِتَضْرِبْ** ہی ہے پھر کثرتِ استعمال کی بناء پر لامِ امر کو حذف کر دیا گیا تو **تَضْرِبْ** بچا، پھر مضارع اور امر میں فرق کرنے کے لئے علامتِ مضارع کو حذف کر دیا گیا جس کی وجہ سے ابتداء بالسکون لازم آرہا تھالہذا

علامتِ مضارع کی جگہ ہمزۂ وصل لگا دیا گیا تو **اِضْرِبْ** ہو گیا۔ اور آخری حرف کو اپنی حالت میں مجزوم ہی رکھا گیا۔ یا یہ کہ ہمزہ نے وہی عمل کیا جو لامِ امر نے کیا تھا یعنی آخری حرف کو جزم دینا، جیسے کہ فاء **رُبَّ** کے معنی میں آکر **رُبَّ** کی طرح عمل کرتا ہے یعنی مجرور کر دیتا ہے جیسے شاعر کا قول:

فَمِثْلِكِ حُبْلٰى قَدْ طَرَقْتُ وَ مُرْضِعٍ   فَأَلْهَيْتُهَا عَنْ ذِیْ تَمَائِمَ مُحْوِلٍ

ترجمہ: میں تیری جیسی کئی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کے پاس رات کے وقت آیا، تو میں نے انہیں ایک سال کے دودھ پیتے تعویذ والے بچے سے غافل کر دیا۔

پس یہاں پر **فَمِثْلِكِ** میں مِثْلِ مجرور ہے اور اسے فاء نے جر دیا ہے جو کہ **رُبَّ** کے معنی میں ہے۔

رد کوفیین: اور جو حدیث میں **لِتَفْرَحُوْا** آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے قول **لِتَفْرَحُوْا** سے حاضر اور غائب دونوں طبقوں کے لوگوں سے خطاب فرمایا ہے کیونکہ سیدِ عالم ﷺ تما حاضر اور غائب لوگوں کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔

وَ عِنْدَ الْبِصْرِيِّيْنِ مُبْنِیٌّ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِی الْاَفْعَالِ اَلْبِنَاءُ وَ اِنَّمَا اُعْرِبَ الْمُضَارِعُ لِمُشَابِهَةٍ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْاِسْمِ وَ لَمْ تَبْقَ الْمُشَابَهَةُ بَيْنَ الْاَمْرِ وَ الْاِسْمِ بِحَذْفِ حَرْفِ الْمُضَارِعَةِ۔

ترجمہ: اور بصریوں کے نزدیک فعلِ امر مبنی ہے اس لیے کہ افعال میں اصل مبنی ہونا ہے، اور فعلِ مضارع کو معرب بنایا گیا ہے اس کے اور اسمِ فاعل کے درمیان مشابہت کی وجہ سے، اور

فعلِ امر اور اسمِ فاعل کے درمیان مشابہت باقی نہیں رہی حرفِ مضارع کے حذف ہو جانے کی وجہ سے۔

وَ مِنْ ثَمَّ قِيْلَ قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (فَلْيَفْرَحُوْا) مُعْرَبٌ بِالْاِجْمَاعِ، لِوُجُوْدِ عِلَّةِ الْاِعْرَابِ وَ هِيَ حَرْفُ الْمُضَارِعَةِ وَ زِيْدَتْ فِيْ آخِرِ الْاَمْرِ نُوْنَا التَّاكِيْدِ لِتَاكِيْدِ الطَّلَبِ نَحْوُ لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَانِّ لِيَضْرِبُنَّ لِتَضْرِبَنَّ لِتَضْرِبَانِّ لِيَضْرِبْنَانِّ، وَ فُتِحَ الْبَاءُ فِيْ لِيَضْرِبَنَّ فِرَارًا عَنْ اِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ وَ فُتِحَ النُّوْنُ لِلْخِفَّةِ وَ حُذِفَتْ وَاوُ لِيَضْرِبُوْا اِكْتِفَاءً بِالضَّمَّةِ وَ يَاءُ اِضْرِبِيْ اِكْتِفَاءً بِالْكَسْرَةِ وَ لَمْ تُحْذَفُ اَلِفُ التَّثْنِيَةِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْوَاحِدِ۔

ترجمہ: اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان **فَلْيَفْرَحُوْا** بالاجماع معرب ہے اعراب کی علت پائے جانے کی وجہ سے اور وہ حرفِ مضارع ہے، اور فعلِ امر کے آخر میں تاکید کے دونوں نونوں کی زیادتی کی گئی ہے تاکید کو طلب کرنے کی وجہ سے جیسے لِيَضْرِبَنَّ لِيَضْرِبَانِّ لِيَضْرِبُنَّ لِتَضْرِبَنَّ لِتَضْرِبَانِّ لِيَضْرِبْنَانِّ اور لِيَضْرِبَنَّ میں باء کو فتحہ دیا گیا ہے اجتماعِ ساکنین سے بچتے ہوئے، اور خفت کی وجہ سے نون کو فتحہ دیا گیا ہے، اور لِيَضْرِبُوْا کی واؤ کو حذف کر دیا گیا ہے اس کے ضمہ پر اکتفاء کرتے ہوئے، اور اِضْرِبِيْ سے یاء کو حذف کر دیا گیا ہے اس کے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے، اور تثنیہ کے الف کو حذف نہیں کیا گیا تاکہ واحد سے ملتبس نہ ہونے پائے۔

سوال: فعلِ امر مبنی کیوں ہوتا ہے؟

جواب: بصریین کے نزدیک فعلِ امر مبنی ہے کہ افعال میں اصل مبنی ہونا ہے۔

سوال: اگر فعلِ امر فعل ہونے کی وجہ سے مبنی ہے تو مضارع بھی تو فعل ہے یہ کیوں مبنی نہیں ہے؟

جواب: فعلِ مضارع کے معرب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسے اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہتِ تامہ حاصل ہے، جب کہ فعلِ امر کو اسمِ فاعل سے مشابہتِ تامہ حاصل نہیں کہ فعلِ امر علامتِ مضارع کے حذف ہو جانے کے بعد اسمِ فاعل سے مشابہتِ تامہ نہیں رکھتا، اسی وجہ سے **فَلْتَفْرَحُوْا** کو بالاتفاق معرب قرار دیا گیا ہے کہ اس میں علامتِ مضارع باقی ہے، اور یہی وجہِ اعراب ہے۔

فعلِ امر کا اسمِ فاعل کے ساتھ مشابہتِ تامہ نہ رکھنے کی چند وجہیں ہیں:

(۱)۔۔۔ فعلِ امر حرکات وسکنات میں اسمِ فاعل کے ہم وزن نہیں ہوتا۔

(۲)۔۔۔ نکرہ کی صفت بننے میں اسمِ فاعل کے مشابہ نہیں ہوتا۔ کہ فعلِ امر انشاء ہوتا ہے اور اسمِ فاعل خبر ہوتا ہے، ہاں! اگر فعلِ امر کی تاویل کی جائے تو پھر فعلِ امر اسمِ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے۔ ورنہ تو نہیں۔

سوال: فعلِ امر میں نونِ ثقیلہ اور خفیفہ کیوں لاتے ہیں؟

جواب: چونکہ نونِ ثقیلہ اور خفیفہ تاکید کے لئے ہیں لہذا فعلِ امر میں طلب کے اندر تاکید پیدا کرنے کے لئے نونِ تاکید ثقیلہ اور خفیفہ لاتے ہیں، اور نونِ ثقیلہ کے ذریعہ نونِ خفیفہ کے مقابلہ زیادہ تاکید حاصل ہوتی ہے۔

سوال: نونِ ثقیلہ اور خفیفہ کو فعلِ امر کے شروع میں کیوں نہیں لاتے؟

جواب: کیونکہ زیادتی تغیر کی ایک قسم ہے اور محلِ تغیر کلمہ کا آخری حرف ہے اسی وجہ سے نونِ ثقیلہ اور خفیفہ کا اضافہ شروع میں نہ کرکے آخر میں کیا گیا ہے۔

سوال: **لِيَضْرِبَنَّ** میں باء کو فتحہ کیوں دیا گیا اور فتحہ ہی کو کیوں خاص کیا گیا؟

جواب: **لِيَضْرِبَنَّ** بنا ہے لِيَضْرِبْ سے پھر نونِ تاکید کا اضافہ کیا گیا تو **لِيَضْرِبْنَّ** ہوا پس باء اور نونِ مدغم کے ساکن ہونے کی وجہ سے اجتماعِ ساکنین ہوا لہذا اجتماعِ ساکنین سے بچتے ہوئے باء کو فتحہ دیا گیا۔ ہاں اگر کسرہ دیتے تو فعل میں کسرہ آتا جو کہ درست نہیں، اور اگر ضمہ دیتے تو جمع مذکر غائب **لِيَضْرِبُنَّ** سے التباس ہو جاتا، پس ان دونوں خرابیوں سے بچتے ہوئے اور خفت کو طلب کرتے ہوئے باء کو اخف الحرکات فتحہ دیا گیا۔

سوال: **لِيَضْرِبَنَّ** میں دوسرے نون کو فتحہ کیوں دیا گیا؟

جواب: اگر فتحہ نہ دیتے تو دونوں نون ساکن ہوتے اور یوں اجتماعِ ساکنین لازم آتا، پس خفت کے پیشِ نظر نون کو فتحہ دیا گیا۔ اور ضمہ یا کسرہ ثقل کی بناء پر نہیں دیا گیا۔

سوال: نونِ ثقیلہ اور خفیفہ کی صورت میں **لِيَضْرِبُنَّ** جمع مذکر غائب سے واؤ کو کیوں حذف کر دیتے ہیں؟

جواب: **لِيَضْرِبُنَّ** اصل میں **لِيَضْرِبُوْنَّ** تھا پس واؤ اور نونِ تاکید کا پہلا نون دونوں ساکن ہیں پس اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لئے واؤ کو حذف کر دیا گیا اور اس واؤ پر دلالت کرنے کے لئے باء پر ضمہ باقی رکھا گیا۔

سوال: واحد مؤنث حاضر **لِتَضْرِبِنَّ** سے یاء کو کیوں حذف کیا گیا؟

جواب: کیونکہ **لِتَضْرِبِنَّ** اصل میں **لِتَضْرِبِیْنَّ** تھا، یاء اور پہلے نون کے ساکن ہونے کی وجہ سے اجتماعِ ساکنین لازم آیا لہذا یاء کو حذف کیا گیا اور باء پر کسرہ کو باقی رکھا گیا تاکہ وہ یاء کے حذف ہونے پر دلالت کرے۔

سوال: نونِ تاکید لانے کی صورت میں تثنیہ کا الف کیوں نہیں گرایا جاتا؟

جواب: تثنیہ کا صیغہ **لِیَضْرِبَانَّ** سے الف کو حذف کر دیا جاتا تو **لِیَضْرِبَنَّ** بچتا، اور واحد مذکر کے صیغہ سے ملتبس ہو جاتا۔

وَ کُسِرَتِ النُّوْنُ الثَّقِیْلَةُ بَعْدَ اَلِفِ التَّثْنِیَةِ لِمُشَابَهَتِهَا بِنُوْنِ التَّثْنِیَةِ، وَ حُذِفَتِ النُّوْنُ الَّتِی هِیَ تَدُلُّ عَلَی الرَّفْعِ فِی مِثْلِ هَلْ یَضْرِبَانِّ، لِاَنَّ مَا قَبْلَ النُّوْنِ الثَّقِیْلَةِ تَصِیْرُ مَبْنِیّاً۔ فَاِنْ قِیْلَ لِمَ اُدْخِلَ الْاَلِفُ الْفَاصِلَةُ فِی مِثْلِ لِیَضْرِبْنَانِّ؟

ترجمہ: اورالفِ تثنیہ کے بعد نونِ ثقیلہ کو کسرہ دیا گیا ہے اس کے نونِ تثنیہ سے مشابہت رکھنے کی وجہ سے، اور اس نون کو حذف کر دیا گیا ہے جو رفع پر دلالت کرتا ہے هَلْ یَضْرِبَانِّ کی مثل میں، اس لیے کہ نونِ ثقیلہ کا ماقبل مبنی ہو گیا ہے، پس اگر کہا جائے کہ لِیَضْرِبْنَانِّ کی مثل میں الفِ فاصل کو کیوں داخل کیا گیا ہے؟

قُلْنَا فِرَاراً عَنْ اِجْتِمَاعِ النُّوْنَاتِ، وَحُکْمُ الْخَفِیْفَةِ مِثْلُ حُکْمِ الثَّقِیْلَةِ اِلَّا اَنَّهُ لَا یَدْخُلُ بَعْدَ الْاَلِفَیْنِ، لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ فِی غَیْرِ حَدِّهٖ وَ عِنْدَ یُوْنُسَ یُدْخَلُ قِیَاساً عَلَی

الثَّقِيْلَةِ وَ كِلْتَاهُمَا تَدْخُلَانِ فِي سَبْعَةِ مَوَاضِعَ، لِوُجُوْدِ مَعْنَى الطَّلَبِ فِيْهَا، فِي الْاَمْرِ كَمَا مَرَّ۔

تو ہم کہیں گے اجتماعِ نونات سے بچنے کے لیے، اور نونِ خفیفہ کا حکم نونِ ثقیلہ کے حکم کی طرح ہے مگر یہ کہ نونِ خفیفہ دو الفوں کے بعد داخل نہیں ہوتا اجتماعِ ساکنین فی غیر حدّہ کی وجہ سے، اور یونس کے نزدیک نونِ ثقیلہ پر قیاس کرتے ہوئے داخل کیا جاتا ہے، اور یہ دونوں ان میں معنیٔ طلب پائے جانے کی وجہ سے سات جگہوں میں داخل ہوتے ہیں۔(۱)۔۔۔ امر میں۔ جیسا کہ گزرا۔

وَ النَّهْيُ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ، وَ الْاِسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَضْرِبَنَّ وَ التَّمَنِّيْ نَحْوُ لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ، وَ الْعَرْضُ نَحْوُ اَلَا تَضْرِبَنَّ وَ الْقَسْمُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ، وَ النَّفْيُ قَلِيْلاً مُشَابَهَةٌ بِالنَّهْيِ نَحْوُ لَا تَضْرِبَنَّ۔

(۲)۔۔۔ اور نہی جیسے لَا تَضْرِبَنَّ(۳)۔۔۔ اور استفہام جیسے هَلْ تَضْرِبَنَّ(۴)۔۔۔ اور تمنی جیسے لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ(۵)۔۔۔ اور عرض جیسے اَلَا تَضْرِبَنَّ(۶)۔۔۔ اور قسم جیسے وَاللّٰهِ لَاَضْرِبَنَّ (۷)۔۔۔ اور نفی نہی کے ساتھ تھوڑی مشابہت کی وجہ سے۔

سوال: الفِ تثنیہ کے بعد آنے والے نون کو کسرہ کیوں دیتے ہیں جیسے لِيَضْرِبَانِّ؟

جواب: اس لئے کہ نونِ ثقیلہ جو تثنیہ کے صیغہ میں آتا ہے اسے الف کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے نونِ تثنیہ کے ساتھ مشابہت حاصل ہے، پس مشابہت کی وجہ سے نونِ تثنیہ کی طرح اسے بھی کسرہ دیا گیا۔

سوال: جمع مؤنث غائب و حاضر میں نونِ ثقیلہ کو کسرہ کیوں دیا حالانکہ اس نون سے پہلے الفِ تثنیہ نہیں بلکہ الفِ فاصل ہے؟

جواب: اگرچہ اس صیغہ کے نونِ ثقیلہ سے پہلے الفِ تثنیہ نہیں مگر الف تو ہے پس یہ الفِ فاصل الفِ تثنیہ کے مشابہ ہے جس کی بناء پر کسرہ دیا گیا ہے۔

سوال: نونِ ثقیلہ کی وجہ سے تثنیہ کے نونِ اعرابی کو کیوں حذف کیا جاتا ہے حالانکہ وہ نون رفع پر دلالت کرتا ہے؟

جواب: جب فعلِ مضارع میں نونِ ثقیلہ داخل ہوتا ہے تو فعلِ مضارع مبنی ہو جاتا ہے اور نونِ اعرابی معرب ہونے کی نشانی ہے اب اگر نونِ اعرابی کو حذف نہ کرتے تو ایک فعل کا معرب اور مبنی ہونا لازم آتا جو کہ خلافِ قیاس ہے اور فعلِ امر تو پہلے سے ہی مبنی ہوتا ہے اس میں نونِ ثقیلہ لاؤ یا نہ لاؤ، نونِ اعرابی پہلے ہی حذف ہو جاتا ہے، پس نونِ ثقیلہ کی بناء پر ساتوں صیغوں سے نونِ اعرابی گر جاتی ہے اور نونِ ثقیلہ کا ما قبل مبنی ہو جاتا ہے۔

سوال: جمع مؤنث غائب و حاضر کے صیغے میں الفِ فاصل کیوں لاتے ہیں؟

جواب: جمع مؤنث غائب و حاضر کے صیغے میں الفِ فاصل اس لئے لاتے ہیں تاکہ تین نون جمع نہ ہو جائیں، کیونکہ تین نون کا اجتماع ثقل کا باعث ہے، پس نونِ جمع مؤنث غائب اور نونِ ثقیلہ کے درمیان الفِ فاصل لا کر اس ثقل کو دور کرتے ہیں۔

سوال: کیا نونِ ثقیلہ اور نونِ خفیفہ کے حکم میں کوئی فرق ہے؟

جواب: نونِ خفیفہ کا وہی حکم ہے جو نونِ ثقیلہ کا ہے البتہ الفِ تثنیہ اور الفِ فاصل کے بعد نونِ خفیفہ نہیں آتا ہے۔

سوال: جن صیغوں میں الف آتا ہے ان صیغوں میں نونِ خفیفہ کے نہ آنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: جن صیغوں میں الف آتا ہے اگر ان میں نونِ خفیفہ کو لائیں تو اجتماعِ ساکنین فی غیر حدہ لازم آتا ہے، پس اگر ساکنین فی غیر حدہ سے بچنے کے لئے الفِ تثنیہ کو حذف کریں اور **لِيَضْرِبَانْ** سے **لِيَضْرِبَنْ** پڑھیں تو صیغہ واحد مذکر سے التباس ہو گا، اور اعراب نہ ہونے کی صورت میں واحد مذکر، جمع مذکر غائب سے ملتبس ہو گا، اور اگر صیغہ جمع مؤنث غائب و حاضر سے الفِ فاصل کو حذف کریں **لِيَضْرِبْنَنْ** اور **لِتَضْرِبْنَنْ** پڑھے تو دو نون کا اجتماع لازم آئے گا، اور اگر **لِيَضْرِبْنَنْ** سے پہلے نون کو بھی حذف کریں اور **لِيَضْرِبْنَ** پڑھے تو فعلِ مضارع منصوب بلام کَیْ ہو جائے گا یوں صیغہ نونِ تاکید سے خارج ہو جائے گا، اور اگر دوسرے نون کو حذف کریں تب بھی یہی خرابی لازم آئے گی، لہٰذا ان تمام خرابیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نونِ خفیفہ ان صیغوں میں نہیں آتی۔

سوال: اجتماعِ ساکنین فی غیرِ حدّہ کی وضاحت کریں اور بتائیں کہ وہ یہاں کیسے لازم آتا ہے؟

جواب: اجتماعِ ساکنین فی حدّہ: یہ ہے کہ پہلا حرفِ ساکن مدہ ہو اور دوسرا حرفِ ساکن مدغم، جیسے **وَ الضَّآلِّيْنَ** میں الف مدہ اور پہلا لام جو مدغم ہے ساکن ہے پس یہ اجتماع جائز

ہے، اجتماعِ ساکنین فی غیرِ حدّہ: یہ ہے کہ پہلا حرفِ ساکن مدہ ہو اور دوسرا حرفِ ساکن مدغم نہ ہو جیسے نونِ خفیفہ کہ یہ نون ساکن ہوتا ہے جیسے **لِيَضْرِبَانْ** اور یہ اجتماع ناجائز ہے کیونکہ یہ ثقل کا باعث ہے۔

نوٹ: چار تثنیہ اور دو جمع مؤنث غائب و حاضر کے صیغوں میں نونِ ثقیلہ کے ساتھ الف ساکن کا اجتماع اجتماعِ ساکنین فی حدّہ ہے، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ اجتماع فی غیرِ حدّہ ہے۔

سوال: کیا کسی نحوی کے نزدیک نونِ خفیفہ تمام صیغوں میں نونِ ثقیلہ کی طرح آتی ہے؟

جواب: جی ہاں! کوفیوں میں سے یونس نحوی کے نزدیک نونِ خفیفہ نونِ ثقیلہ پر قیاس کرتے ہوئے تمام صیغوں میں آتی ہے اور اس کی علت یہ بیان کرتے ہیں کہ دونوں ساکن حرفوں کا تلفظ کرنا ممکن ہے جیسے **مَحْيَايْ** میں الف اور یاءِ اضافت کے سکون کے ساتھ تلفظ کرنا ممکن ہے۔

سوال: نونِ ثقیلہ اور خفیفہ کتنے اور کون کون سے مقامات میں آتے ہیں اور کیوں آتے ہیں؟

جواب: یہ دونوں نون سات مقامات میں آتے ہیں اور ان مقامات پر ان کا آنا اس لئے ہے کہ ان میں طلب کا معنی پایا جاتا ہے اور وہ مقامات یہ ہیں:

(۱)۔۔۔امر :**اِضْرِبَنَّ** اس میں فعل کا طلب کرنا پایا جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔ نہی :**لَاتَضْرِبَنَّ** اس میں ترکِ فعل کی طلب پائی جارہی ہے۔

(۳)۔۔۔ استفہام :**هَلْ تَضْرِبَنَّ** اس میں ذہن میں صورۃُ الشئ کے حصول کی طلب پائی جارہی ہے۔

(۴)۔۔۔ تمنّی :**لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ** اس میں محبت کے طریقہ پر شیئ کے حصول کی طلب پائی جارہی ہے۔

(۵)۔۔۔ عرض :**اَلَا تَضْرِبَنَّ** اس میں نرمی کے ساتھ شیئ اور حکم کی طلب پائی جارہی ہے۔

(۶)۔۔۔ قسم :**وَاللهِ لَاَضْرِبَنَّ** اس میں قسم کی وجہ سے بظاہر طلب کا معنی نہیں پایا جارہا ہے مگر جب کوئی **وَاللهِ لَاَضْرِبَنَّ** کہتا ہے تو گویا کہ اس نے **اَسْأَلُ اللهَ لَاَضْرِبَنَّ** کہا یوں سوال کرنے کے طور پر معنئ طلب پایا گیا۔

(۷)۔۔۔ نفی :**لَا تَضْرِبَنَّ** اس میں حرفِ نفی کے ساتھ نونِ تاکید بہت کم آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نفی نہی سے مشابہت رکھتا ہے کہ دونوں کے صیغے ایک جیسے ہیں۔

سوال: نہی اور نفی میں تو ترکِ فعل کا معنی پایا جاتا ہے تو طلبِ فعل کا معنی کیسے پایا گیا؟

جواب: نہی میں تو ترکِ فعل کی طلب موجود ہے، اور رہی بات نفی کی تو یہ نہی کے مشابہ ہونے کی وجہ سے نہی کی طرح ترکِ فعل کی طلب کا معنی دیتا ہے، فلا اعتراض علیہ۔

وَالنَّهْيُ مِثْلُ الْاَمْرِ فِي جَمِيْعِ الْوُجُوْهِ اِلَّا اَنَّهُ مُعْرَبٌ بِالْاِجْمَاعِ۔

ترجمہ: **اور فعلِ نہی فعلِ امر کی طرح ہے تمام صورتوں میں مگر یہ کہ فعلِ نہی بالاجماع معرب ہے۔**

وَ يَجِيءُ الْمَجْهُوْلُ مِثْلَ الْاَشْيَاءِ الْمَذْكُوْرَةِ فَمِنَ الْمَاضِي نَحْوُ ضُرِبَ اِلٰى آخِرِهٖ، وَ مِنَ الْمُسْتَقْبِلِ نَحْوُ يُضْرَبُ اِلٰى آخِرِهٖ، وَالْغَرْضُ مِنْ وَضْعِهٖ خَسَاسَةُ الْفَاعِلِ اَوْ عَظْمَتِهٖ اَوْ شُهْرَتِهٖ، وَ اُخْتُصَّ بِصِيْغَةِ فُعِلَ فِي الْمَاضِي، لِاَنَّ مَعْنَاهُ غَيْرُ مَعْقُوْلٍ وَ هُوَ اِسْنَادُ الْفِعْلِ اِلَى الْمَفْعُوْلِ فَجُعِلَ صِيْغَتُهٗ اَيْضاً غَيْرَ مَعْقُوْلَةٍ وَ هِيَ فُعِلَ۔ وَ مِنْ ثَمَّ لَا يَجِيءُ عَلٰى هٰذِهِ الصِّيْغَةِ كَلِمَةٌ اِلَّا وُعِلَ وَ دُئِلَ، وَ فِي الْمُسْتَقْبِلِ عَلٰى يُفْعَلُ، لِاَنَّ هٰذِهِ الصِّيْغَةَ مِثْلُ فُعْلَلُ فِي الْحَرَكَاتِ وَ السَّكَنَاتِ وَ لَا يَجِيءُ عَلَيْهِ كَلِمَةٌ اَيْضاً۔

ترجمہ: اور مجہول مذکورہ چیزوں کی طرح آتا ہے، پس فعلِ ماضی سے جیسے ضُرِبَ آخر تک اور مستقبل سے جیسے یُضْرَبُ آخر تک، اور اس کے وضع کرنے کی غرض فاعل کی خساست یا اسکی عظمت یا شہرت ہوتی ہے اور فعلِ ماضی میں فُعِلَ کے صیغہ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے اس لیے کہ اس کا معنی غیر معقول ہے، اور وہ فعل کی اسناد مفعول کی طرف ہونا ہے، پس اس کے صیغہ کو بھی غیر معقول بنایا گیا ہے اور وہ فُعِلَ ہے۔ اور اسی وجہ سے اس صیغہ پر کوئی کلمہ نہیں آتا ہے مگر وُعِلَ اور دُئِلَ، اور مستقبل میں یُفْعَلُ کے وزن پر آتا ہے اس لیے کہ یہ صیغہ حرکات و سکنات میں فُعْلَلُ کے مثل ہے اور اس وزن پر بھی کوئی کلمہ نہیں آتا ہے۔

سوال: کیا فعلِ امر اور فعلِ نہی کے حکم میں کوئی فرق ہے، اور فعلِ نہی کو فعلِ امر کے بعد کیوں لائیں؟

جواب: فعلِ نہی تمام وجوہ میں فعلِ امر کے مثل ہے سوائے اس کے کہ فعلِ امر مبنی ہوتا ہے اور فعلِ نہی معرب، اور رہی یہ بات کہ فعلِ نہی کو فعلِ امر کے بعد کیوں لائیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ فعلِ امر مبنی ہونے کی وجہ سے مبنی للفاعل ہے اور فعلِ نہی معرب ہونے کی وجہ سے مبنی للمفعول ہے، اور فاعل مفعول سے مقدم ہوتا ہے لہذا اسی کا لحاظ کرتے ہوئے فعلِ امر کو مقدم اور فعلِ نہی کو مؤخر کیا گیا ہے۔

سوال: فعلِ نہی معرب کیوں ہے؟

جواب: چونکہ فعلِ نہی میں علتِ اعراب یعنی علامتِ مضارع برقرار رہتی ہے جب کہ فعلِ امر حاضر معروف میں اسے حذف کر دیا جاتا ہے لہذا فعلِ نہی علتِ اعراب کے سبب بالاجماع معرب ہے، اور فعلِ امر عدمِ علتِ اعراب کے سبب مبنی ہے۔

سوال: فعلِ مجہول کی تعریف کیا ہے نیز ماضی، مضارع، امر اور نہی کا فعلِ مجہول کس وزن پر آتے ہیں؟

جواب: جس فعل کا کرنے والا معلوم نہ ہو اسے مجہول کہتے ہیں اور فعلِ ماضی میں **فُعِلَ** کے وزن پر، اور فعلِ مضارع میں **يُفْعَلُ** کے وزن پر، اور فعلِ امر میں **لِتُفْعَلْ** کے وزن پر، اور فعلِ نہی میں **لَا تُفْعَلْ** کے وزن پر آتا ہے۔

سوال: فعلِ مجہول کے لانے کا سبب کیا ہے؟ یہ کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب: اس کی کئی وجوہات ہیں جو علمُ البلاغۃ میں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ فاعل کی خساست کی وجہ سے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہوتا تو فعل کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول کی طرف کر دی جاتی ہے جیسے **شُتِمَ الْخَلِيْقَةُ** (مخلوقِ خدا کو گالی دی گئی) پس جو مخلوقِ خدا کو گالی دے وہ خسیس و حقیر ہے وہ ذکر کرنے کے قابل نہیں۔

(۲)۔۔۔ فاعل کی عظمت کی وجہ سے اس کا ذکر کرنا بے ادبی ہوتی ہے تو فعل کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول کی طرف کر دی جاتی ہے جیسے **عُوْقِبَ اللِّصُّ** (چور کو سزا دی گئی) یہ جملہ اصل میں **عَاقَبَ السُّلْطَانُ اللِّصَّ** تھا۔

(۳)۔۔۔ فاعل کی شہرت کی وجہ سے اس کا ذکر چھوڑ دیا جاتا ہے تو فعل کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول کی طرف کر دی جاتی ہے جیسے **خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفاً** (انسان کمزور پیدا کیا گیا) پس فاعل اعرف المعارف ہے لہذا اس کے ذکر کی کوئی حاجت نہیں اور وہ اللہ تعالی ہے، کہ **خُلِقَ** ایسا فعل ہے جو غیر اللہ سے متصور نہیں۔ پس ان تمام وجوہات کی بناء پر فعل کو مجہول یعنی مبنی للمفعول لاتے ہیں۔

سوال: فعلِ مجہول کا صیغہ مثلاً **فُعِلَ، يُفْعَلُ** وغیرہ تو غیر معقول ہیں پھر بھی اس کو ان اوزان پر لایا گیا، ایسا کیوں؟

جواب: چونکہ فعلِ مجہول کا معنی بھی غیرِ معقول ہے، کیونکہ فعل کی نسبت فاعل کے بجائے مفعول کی طرف کی جاتی ہے لہذا اس کے لئے صیغہ بھی غیرِ معقول استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: **فُعِلَ** ماضی مجہول کا صیغہ کیسے غیرِ معقول ہے؟

جواب: **فُعِلَ** کے غیرِ معقول ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ اس وزن پر اسم سے صرف دو کلمے **وُعِلَ** اور **دُئِلَ** ہی آتے ہیں، نیز **فُعِلَ** میں ضمہ سے کسرہ کی طرف خروج لازم ہونے کی وجہ سے بھی غیرِ معقول ہے۔ پس جب کلامِ عرب میں **وُعِلَ** اور **دُئِلَ** کے علاوہ کوئی کلمہ نہیں پایا جاتا تو یہ وزن غیرِ معقول ہو گیا اس لئے کہ اگر یہ وزن معقول ہوتا تو ضرور اس وزن پر کثیر کلمات آتے جبکہ ایسا نہیں۔

سوال: **يُفْعَلُ** مضارع مجہول کا صیغہ کیسے غیرِ معقول ہے؟

جواب: اس لئے کہ یہ صیغہ حرکات و سکنات میں **فُعْلَلٌ** کے مثل ہے اور **فُعْلَلٌ** کے وزن پر کوئی کلمہ نہیں آتا سوائے **جُنْدَبٌ** اور **بُرْقَعٌ** کے، گویا یہ بھی غیرِ معقول اور قلیل الاستعمال ہے۔

وَيَجِيءُ فِي الزَّوَائِدِ مِنَ الثُّلَاثِي الْمُجَرَّدِ بِضَمِّ الْأَوَّلِ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ فِي الْمَاضِي نَحْوُ أُكْرِمَ وَبِضَمِّ الْأَوَّلِ وَفَتْحِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ فِي الْمُسْتَقْبِلِ تَبَعاً لِلثُّلَاثِي۔

ترجمہ: **اور ثلاثی مزید فیہ میں فعلِ ماضی میں حرفِ اول کے ضمہ اور آخر کے ماقبل کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے جیسے أُكْرِمَ، اور مستقبل میں حرفِ اول کو ضمہ اور آخر کے ماقبل کے فتحہ کے ساتھ آتا ہے، ثلاثی مجرد کی اتباع کرتے ہوئے۔**

اِلَّا فِي سَبْعَةِ اَبْوَابٍ بِضَمِّ اَوَّلِ مُتَحَرِّكٍ مَعَ ضَمِّ الْاَوَّلِ وَكَسْرِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ وَهُوَ تُفُعِّلَ وَتُفُوْعِلَ وَاُفْتُعِلَ وَاُنْفُعِلَ وَاُسْتُفْعِلَ وَاُفْعُنْلِلَ وَاُفْعُوْعِلَ۔

ترجمہ: مگر سات ابواب میں کہ پہلے متحرک حرف کے ضمہ پہلے حرف کے ضمہ کے ساتھ اور آخر کے ما قبل کے کسرہ کے ساتھ، اور وہ یہ ہیں **تُفُعِّلَ وَ تُفُوْعِلَ وَ اُفْتُعِلَ وَ اُنْفُعِلَ وَ اُسْتُفْعِلَ وَ اُفْعُنْلِلَ وَ اُفْعُوْعِلَ**۔

وَ ضُمَّ الْفَاءُ فِي الْاَوَّلَيْنِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَا بِمُضَارِعَيْ فَعَّلَ وَ فَاعَلَ وَ ضُمَّ فِي الْخَمْسَةِ الْبَاقِيَةِ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْاَمْرِ فِي الْوَقْفِ يَعْنِي اِذَا قُلْتَ وَافْتُعِلَ فِي الْمَجْهُوْلِ فِي الْوَقْفِ بِوَصْلِ الْهَمْزَةِ وَافْتَعِلْ فِي الْاَمْرِ يَلْزَمُ اللَّبْسُ فَضُمَّ التَّاءُ لِاِزَالَتِهٖ فَقِسِ الْبَاقِيَ عَلَيْهِ۔

ترجمہ: اور شروع کے دو میں فاء کلمہ کو ضمہ دیا گیا ہے تاکہ یہ دونوں **فَعَّلَ** اور **فَاعَلَ** کے مضارع سے ملتبس نہ ہوں، اور باقی پانچ میں (پہلے اور تیسرے حرف کو) ضمہ اس لیے دیا گیا ہے تاکہ وقف کی صورت میں فعلِ امر سے ملتبس نہ ہو جائے یعنی جب تونے کہا **اُفْتُعِلَ** کو حالتِ وقف میں **وَافْتَعِلْ** امر میں تو دونوں کے درمیان التباس لازم آیا پس اس التباس کو زائل کرنے کے لیے تاء کو ضمہ دے دیا گیا، پس باقی کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔

سوال: ثلاثی مزید فیہ میں فعلِ مجہول کس وزن پر آتا ہے؟

جواب: ثلاثی مزید فیہ میں سات ابواب کے علاوہ ماضی مجہول پہلے حرف کے ضمہ اور آخر سے پہلے حرف پر کسرہ کے ساتھ **اُفْعِلَ** کے وزن پر آتا ہے جیسے **اُكْرِمَ**۔ اور مضارع مجہول میں پہلے حرف پر ضمہ اور آخر کے ما قبل پر فتحہ کے ساتھ **يُفْعَلُ** کے وزن پر آتا ہے جیسے **يُكْرَمُ** یہ ثلاثی مجرد کی اتباع کرتے ہوئے **يُفْعَلُ** کے وزن پر آتا ہے۔

سوال: جن سات ابواب کی استثناء کی گئی ہے وہ ابواب کون کون سے ہیں اور ان سے فعلِ مجہول کس وزن پر آئے گا؟

جواب: وہ سات ابواب یہ ہیں:

(۱)۔۔۔**تَفَعُّلٌ** (۲)۔۔۔**تَفَاعُلٌ** (۳)۔۔۔**اِفْتِعَالٌ** (۴)۔۔۔**اِنْفِعَالٌ** (۵)۔۔۔**اِسْتِفْعَالٌ** (۶)۔۔۔**اِفْعِنْلَالٌ** (۷)۔۔۔**اِفْعِيْعَالٌ**۔ پس ان ابواب سے ماضی مجہول پہلے اور دوسرے متحرک حرف پر ضمہ اور آخر کے ما قبل پر کسرہ کے ساتھ آتا ہے جیسے **تُقُبِّلَ۔ تُقُوبِلَ۔ اُجْتُنِبَ۔ اُسْتُنْصِرَ۔ اُنْفُطِرَ۔ اُفْعُنْلِلَ۔ اُفْعُوْعِلَ۔**

سوال: بابِ **تَفَعُّلٌ** اور **تَفَاعُلٌ** کی ماضی مجہول میں فاء کلمہ کو ضمہ کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اگر ان ابواب میں فاء کلمہ کو ضمہ نہ دیا جاتا تو پھر بابِ **تَفْعِيْلٌ** اور **مُفَاعَلَةٌ** کے مضارع مجہول کے ساتھ التباس لازم آتا جیسے **يُصَرَّفُ۔ يُقَبَّلُ۔** اور **يُقَاتَلُ۔ تُقَابَلُ۔** پس اس التباس کی وجہ سے ان دونوں باب میں فاء کلمہ کو ضمہ دیا گیا ہے۔

سوال: باقی پانچ ابواب میں پہلے متحرک حرف کو ضمہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بقیہ پانچ ابواب میں پہلے متحرک حرف کو ضمہ اس لئے دیتے ہیں کہ ضمہ نہ دینے کی صورت میں حالتِ وقف میں امر کے ساتھ التباس لازم آنے کا خدشہ تھا مثلاً بابِ افتعال میں ماضی مجہول اور فعلِ امر ہم شکل ہیں جیسے **وَاجْتُنِبْ** حالتِ وقف میں ماضی مجہول ہے، اور **وَاجْتَنِبْ** فعلِ امر ہے ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ فعلِ امر میں تاء مفتوح ہے اور

فعلِ ماضی مجہول میں مضموم ہے ، پس اعراب نہ ہونے کے وقت دونوں ہم شکل ہیں، اور اعراب کے وقت صرف تاءِ مضموم ہی التباس کے ڈر کو ختم کرتا ہے۔

فَصْلٌ فِیْ اِسْمِ الْفَاعِلِ

اسمِ فاعل کا بیان

وَ هُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُضَارِعِ لِمَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَی الْحُدُوْثِ وَ اُشْتُقَّ مِنْهُ لِمُنَاسَبَتِهِمَا فِی الْوُقُوْعِ صِفَةً لِلنَّكِرَةِ وَ غَيْرِهٖ، وَ صِيْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِیِّ الْمُجَرَّدِ عَلٰی وَزْنِ فَاعِلٍ، وَ حُذِفَ عَلَامَةُ الْاِسْتِقْبَالِ مِنْ يَضْرِبُ فَاُدْخِلَ الْاَلِفُ لِخِفَّتِهَا بَيْنَ الْفَاءِ وَ الْعَيْنِ، لِاَنَّ فِی الْاَوَّلِ يَصِيْرُ مُشَابِهاً بِالْمُتَكَلِّمِ وَ بِالتَّفْضِيْلِ وَ كُسِرَ عَيْنُهٗ لِاَنَّ بِتَقْدِيْرِ الْفَتْحِ يَصِيْرُ مُشَابِهاً بِمَاضِی الْمُفَاعَلَةِ، وَ بِتَقْدِيْرِ الضَّمَّةِ يَثْقُلُ۔

ترجمہ: اور اسمِ فاعل وہ اسم ہے جو فعلِ مضارع سے بنایا جاتا ہے اس شخص کے لیے جس کے ساتھ فعل بمعنیٰ حدوث قائم ہوتا ہے، اور اسمِ فاعل کو فعلِ مضارع سے بنایا گیا ہے نکرہ اور اس کے علاوہ کی صفت واقع ہونے میں ان دونوں کے درمیان مناسبت پائے جانے کی وجہ سے، اور ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کا صیغہ فاعل کے وزن پر آتا ہے، اور یَضْرِبُ سے علامتِ مضارع کو حذف کیا گیا ہے اور الف کے خفیف ہونے کی وجہ سے فاء اور عین کے درمیان داخل کیا گیا ہے، اس لیے کہ الف کو شروع میں داخل کرنے سے اسمِ فاعل مضارع کے صیغہ واحد متکلم اور اسمِ تفضیل کے مشابہ ہو جاتا، اور اس کے عین کلمہ کو کسرہ دیا گیا ہے اس لیے کہ فتحہ دینے کی تقدیر میں اسمِ فاعل بابِ مفاعلۃ کے فعلِ ماضی کے مشابہ ہو جاتا، اور ضمہ کی تقدیر میں اسمِ فاعل ثقیل ہو جاتا۔

وَ بِتَقْدِيْرِ الْكَسْرَةِ اَيْضاً يَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ بِاَمْرِ بَابِ الْمُفَاعَلَةِ وَ لٰكِنْ اَبْقٰى مَعَ ذٰلِكَ لِلضَّرُوْرَةِ، وَقِيْلَ اِخْتِيَارُ الْاِلْتِبَاسِ بِالْاَمْرِ اَوْلٰى، لِاَنَّ الْاَمْرَ مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُسْتَقْبِلِ وَ اِسْمَ الْفَاعِلِ اَيْضاً مُشْتَقٌّ مِنَ الْمُسْتَقْبِلِ۔

ترجمہ: اور عین کلمہ کو کسرہ دینے کی صورت میں بھی بابِ مفاعلۃ کے فعلِ امر سے التباس لازم آرہا ہے لیکن اس کے باوجود اس کو ضرورت کی بناء پر باقی رکھا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ امر کے ساتھ التباس کو اختیار کرنا اولٰی ہے اس لیے کہ فعلِ امر فعلِ مستقبل سے مشتق ہوتا ہے اور اسمِ فاعل بھی فعلِ مستقبل سے مشتق ہوتا ہے۔

سوال: اسمِ فاعل کسے کہتے ہیں اور یہ کس سے مشتق ہوتا ہے؟

جواب: اسمِ فاعل وہ اسم ہے جس کے ساتھ فعل بمعنی حدوث قائم ہو، اور یہ فعلِ مضارع سے مشتق ہوتا ہے۔

سوال: اسمِ فاعل فعلِ مضارع سے ہی کیوں مشتق ہوتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اسمِ فاعل کو فعلِ مضارع سے مشابہتِ تامہ حاصل ہے مثلاً دونوں نکرہ کی صفت واقع ہو سکتے ہیں نیز اس کے علاوہ کئی امور میں مشابہت پائی جاتی ہے جن کا ذکر مستقبل کی فصل میں ہو چکا ہے۔

سوال: ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کا صیغہ کس وزن پر آتا ہے اور کیسے بنتا ہے؟

جواب: ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل **فَاعِلٌ** کے وزن پر آتا ہے، علامتِ مضارع کو حذف کر کے فاء اور عین کلمہ کے درمیان الف کا اضافہ کرتے ہیں اور عین کلمہ کو کسرہ دیتے ہیں اور آخر میں تنوین لاتے ہیں جیسے **یَضْرِبُ** سے **ضَارِبٌ**۔

سوال: اضافہ کے لئے الف کی تخصیص کیوں کی گئی ہے اور اضافہ کی ضرورت کیوں درپیش ہوئی؟

جواب: اگر الف کا اضافہ نہ کرتے تو اسمِ فاعل فعلِ ماضی سے ملتبس ہو جاتا جیسے **ضَرِبٌ** اور **ضَرَبَ**۔ اور اضافہ کے لئے الف کی تخصیص اس کی خفت کی وجہ سے کی گئی ہے۔ جبکہ یاء اور واؤ لانے کی صورت میں صیغہ ثقیل ہو جاتا۔

سوال: الف کا اضافہ شروع میں کیوں نہیں کیا جاتا، یا آخر میں کیوں نہیں کیا جاتا جبکہ آخر ہی محلِ تغییر ہے؟

جواب: کیونکہ ان دونوں صورتوں میں التباس لازم آتا ہے، پس اگر الف کا اضافہ شروع میں کرتے تو ابتداء بالسکون لازم آتا، اور اگر خفت کے پیشِ نظر الف کو فتحہ دیتے تو وقف کی حالت میں فعلِ مضارع کے واحد متکلم کے صیغہ **اَضْرِبُ** سے ملتبس ہو جاتا، اور اگر الف کو کسرہ دیتے تو فعلِ امر حاضر معروف **اِضْرِبْ** سے ملتبس ہو جاتا، اور اگر الف کو ضمہ دیتے تو حرکت نہ ہونے کی صورت میں فعلِ امر حاضر معروف **اُنْصُرْ** سے ملتبس ہو جاتا، اور اگر الف کا آخر میں اضافہ کرتے تو فعلِ ماضی کے تثنیہ مذکر غائب کے صیغہ **ضَرَبَا** سے ملتبس ہو جاتا، اور اگر الف کی زیادتی عین اور لام کلمہ کے درمیان کرتے تو حرکت نہ ہونے کی صورت میں مبالغہ کے صیغہ

فَتَّامٌ۔صَبَّارٌ سے ملتبس ہو جاتا۔پس ان خرابیوں کے پیشِ نظر الف کی زیادتی فاء اور عین کلمہ کے درمیان کی گئی ہے۔

سوال: اسمِ فاعل میں عین کلمہ کو کسرہ کیوں دیا گیا فتحہ یا ضمہ دے دیتے؟

جواب: اسمِ فاعل کے عین کلمہ کو کسرہ کی جگہ اگر ضمہ دیتے تو ثقل لازم آتا اس لئے کہ ضمہ واؤ کا جزء ہے اور واؤ ثقیل ہے لہذا ثقیل کا جزء بھی ثقیل ہوا،اور اگر عین کلمہ کو فتحہ دیتے تو بابِ **مُفَاعَلَۃٌ** کے فعلِ ماضی کے صیغہ **قَاتَلَ** سے ملتبس ہو جاتا لہذا عین کلمہ کو کسرہ دے کر ان خرابیوں سے اجتناب کیا گیا ہے۔

سوال: اسمِ فاعل کے عین کلمہ کو کسرہ دینے کی صورت میں بھی تو بابِ مفاعلۃ کے فعلِ امر سے التباس لازم آتا ہے،لہذا اس خرابی کو کیوں دور نہ کیا گیا؟

جواب: یہ بات درست ہے کہ عین کلمہ کو کسرہ دینے کی صورت میں بابِ **مُفَاعَلَۃٌ** کے فعلِ امر سے التباس لازم آرہا ہے، لیکن ضرورت کے تحت عین کلمہ کو کسرہ دیا گیا ہے کیونکہ کسرہ درمیانی حرکت ہے اور کسرہ کا التباس عین کے ضمہ کے التباس سے اولی ہے اس لئے کہ اہلِ عرب کی لغت ہر ثقل سے سالم ہے۔ اور عین کلمہ کے فتحہ کے التباس سے عین کلمہ کے کسرہ کا التباس اہون (بہت تھوڑا) ہے اس لئے کہ فعلِ امر بھی فعلِ مضارع سے مشتق ہوتا ہے اور اسمِ فاعل بھی، پس کسرہ دینے کی صورت میں فرع کے فرع کا التباس فرع کے فرع کے ساتھ ہے کہ فعلِ ماضی کی فرع فعلِ مضارع اور فعلِ مضارع کی فرع فعلِ امر اور اسمِ فاعل ہیں، جبکہ فتحہ

دینے کی صورت میں فرع کے فرع کا التباس اصل کے اصل کے ساتھ ہے کہ فعلِ مضارع فعلِ امر اور اسمِ فاعل کی اصل ہے اور اس اصل یعنی فعلِ مضارع کی اصل فعلِ ماضی ہے۔ فافہم۔

وَ تَجِيءُ الصِّفَةُ الْمُشَبَّهَةُ عَلٰى وَزْنِ فَعِلٌ وَ فَعْلٌ وَ فُعْلٌ وَ فِعْلٌ وَ فُعُلٌ وَ فَعَلٌ وَ فَعَالٌ وَ فُعَالٌ وَ فَعْلَانٌ وَ اَفْعَلُ نَحْوُ فَرِقٌ وَ شَكْسٌ وَ صُلْبٌ وَ مِلْحٌ وَ جُنُبٌ وَ حَسَنٌ وَ جَبَانٌ وَ شُجَاعٌ وَ عَطْشَانٌ وَ اَحْوَلُ، وَ هُوَ يُخْتَصُّ بِبَابِ فَعِلَ اِلَّا سِتَّةٌ تَجِيءُ مِنْ بَابِ فَعُلَ نَحْوُ اَحْمَقُ وَ اَخْرَقُ وَ آدَمُ وَ اَرْعَنُ وَ اَسْمَرُ وَ اَعْجَفُ، وَ زَادَ الْاَصْمَعِيُّ الْاَعْجَمَ وَ قَالَ الْفَرَّاءُ يَجِيءُ اَحْمَقُ مِنْ حَمِقَ وَ هُوَ لُغَةٌ فِي حَمُقَ وَ كَذٰلِكَ يَجِيءُ خَرِقَ وَ سَمُرَ وَ عَجُفَ اَعْنِي فَعِلَ لُغَةٌ فِيهِنَّ۔

ترجمہ: اور صفتِ مشبہ فَعِلٌ وَ فَعْلٌ وَ فُعْلٌ وَ فِعْلٌ وَ فُعُلٌ وَ فَعَلٌ وَ فَعَالٌ وَ فُعَالٌ وَ فَعْلَانٌ وَ اَفْعَلُ کے اوزان پر آتا ہے جیسے فَرِقٌ وَ شَكْسٌ وَ صُلْبٌ وَ مِلْحٌ وَ جُنُبٌ وَ حَسَنٌ وَ جَبَانٌ وَ شُجَاعٌ وَ عَطْشَانٌ وَ اَحْوَلُ۔ اور یہ خاص کیا گیا ہے بابِ فَعِلَ کے ساتھ مگر چھ اسماء ایسے ہیں جو بابِ فَعُلَ سے آتے ہیں جیسے اَحْمَقُ وَ اَخْرَقُ وَ آدَمُ وَ اَرْعَنُ وَ اَسْمَرُ وَ اَعْجَفُ، اور اصمعی نے اَعْجَمُ کو زیادہ کیا ہے، اور فراء نے کہا ہے کہ اَحْمَقُ حَمِقَ سے ہے اور ایک لغت حَمُقَ میں ہے اور ایسے ہی خَرِقَ وَ سَمُرَ وَ عَجُف آتے ہیں یعنی ان میں ایک لغت فَعِلَ کی ہے۔

سوال: صفتِ مشبہ کو اسمِ فاعل کی بحث میں کیوں ذکر کیا گیا ہے الگ سے اس کا باب کیوں نہیں باندھا گیا، نیز صفتِ مشبہ کی تعریف کیا ہے؟

جواب: چونکہ ثلاثی مجرد کے اسمِ فاعل اور صفتِ مشبہ کے درمیان مشابہتِ تامہ پائی جاتی ہے لہذا مشابہت کو پیشِ نظر رکھ کر صفتِ مشبہ کا ذکر اسمِ فاعل کے ساتھ کر دیا گیا ہے۔ اور رہی اس کی تعریف تو وہ یہ ہے: صفتِ مشبہ وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں صفت بطورِ ثبوت کے ہو۔

سوال: صفتِ مشبہ کے اوزان کون کون سے ہیں؟

جواب: صفتِ مشبہ کے سماعی ہونے کی وجہ سے اس کے اوزان خاص نہیں ہیں لیکن ہم یہاں پر چند اوزان لکھتے ہیں جو کثیر الاستعمال ہیں۔

وزن	مثال	معنی	وزن	مثال	معنی	وزن	مثال	معنی
فَعِلٌ	فَرِقٌ	ڈرپوک	فَعُلٌ	شَكُسٌ	بدخو	فُعُلٌ	صُلُبٌ	سخت
فَعِلٌ	مَلِحٌ	نمکین	فُعُلٌ	جُنُبٌ	ناپاک	فَعَالٌ	جَنَابٌ	بزدل
فَعَلٌ	حَسَنٌ	خوبصورت	فُعَالٌ	شُجَاعٌ	بہادر	فَعْلَانٌ	عَطْشَانٌ	پیاسا
اَفْعَلُ	اَحْوَلُ	بھینگا						

سوال: ان اوزان میں سے کون سا وزن ماضی مکسور العین **سَمِعَ يَسْمَعُ** کے ساتھ خاص ہے؟

جواب: **اَفْعَلُ** کا وزن ماضی مکسور العین **سَمِعَ يَسْمَعُ** کے ساتھ خاص ہے جیسے **اَحْوَلُ**۔

سوال: کیا **اَفْعَلُ** کے وزن پر آنے والے اسماء **سَمِعَ يَسْمَعُ** کے علاوہ کسی دوسرے ابواب سے بھی آتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! چھ اسماء ایسے ہیں جو **اَفْعَلُ** کے وزن پر آکر بھی ماضی مضموم العین **فَعُلَ یَفْعُلُ** کے باب سے آتے ہیں، اور وہ اسماء یہ ہیں۔

اَحْمَقُ۔ اَخْرَقُ۔ آدَمُ۔ اَرْعَنُ۔ اَسْمَرُ۔ اَعْجَفُ۔ یہ فَعُلَ یَفْعُلُ باب سے آتے ہیں۔

سوال: کیا ان کے علاوہ بھی کوئی اسم باب **فَعُلَ یَفْعُلُ** سے آتا ہے؟

جواب: جی ہاں! اصمعی کے نزدیک **اَعْجَمُ** بھی **فَعُلَ یَفْعُلُ** باب سے آتا ہے۔

سوال: کیا ان مندرجہ بالا اسماء کی لغات میں کچھ اختلاف بھی ہے؟

جواب: جی ہاں! فراء کے نزدیک **اَحْمَقُ** ماضی مکسور العین **فَعِلَ یَفْعَلُ** سے بھی آتا ہے اور اسی طرح **اَخْرَقُ۔ اَسْمَرُ۔ اَعْجَفُ** بھی ایک لغت کے مطابق ماضی مکسور العین **فَعِلَ یَفْعَلُ** سے آتے ہیں۔

سوال: کیا صفتِ مشبہ کے یہی اوزان ہیں اور ان کے علاوہ نہیں ہیں؟

جواب: مصنف نے اپنی کتاب مراح الارواح میں کل دس اوزان شمار کروائے ہیں حالانکہ ان دس اوزان کے علاوہ بھی دیگر اوزان پر صفتِ مشبہ آتا ہے جو علم الصیغہ اور دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارہ مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ کتاب بنام نصاب الصرف میں مذکور ہیں۔

وَیَجِیْءُ اَفْعَلُ لِتَفْضِیْلِ الْفَاعِلِ مِنَ الثُّلَاثِیْ غَیْرِ مَزِیْدٍ فِیْهِ مِمَّا لَیْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَیْبٍ

ترجمہ: اوراس ثلاثی مجرد سے جس میں لون وعیب کا معنی نہ ہو فاعل کی تفضیل کے لیے (اسمِ تفضیل) اَفْعَلُ کا وزن آتا ہے۔

وَ لَا یَجِیءُ مِنَ الْمَزِیْدِ فِیْهِ لِعَدْمِ اِمْکَانِ مُحَافَظَةِ جَمِیْعِ حُرُوْفِهٖ فِیْ اَفْعَلَ وَ لَا یَجِیءُ مِنْ لَوْنٍ وَ لَا عَیْبٍ، لِاَنَّ فِیْهِمَا یَجِیءُ اَفْعَلُ لِلصِّفَةِ فَیَلْزَمُ الْاِلْتِبَاسُ، وَ لَا یَجِیءُ لِتَفْضِیْلِ الْمَفْعُوْلِ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِتَفْضِیْلِ الْفَاعِلِ،فَاِنْ قِیْلَ لِمَ لَمْ یُجْعَلْ عَلَی الْعَکْسِ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ الْاِلْتِبَاسُ ؟ قُلْنَا جَعْلُهٗ لِلْفَاعِلِ اَوْلٰی، لِاَنَّ الْفَاعِلَ مَقْصُوْدٌ وَ الْمَفْعُوْلَ فُضْلَةٌ وَ اَیْضاً یُمْکِنُ التَّعْمِیْمُ فِی الْفَاعِلِ دُوْنَ الْمَفْعُوْلِ، وَ نَحْوُ اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْیَیْنِ لِتَفْضِیْلِ الْمَفْعُوْلِ وَ نَحْوُ اَعْطَاهُمْ وَ اَوْلَاهُمْ مِنَ الزَّوَائِدِ وَ اَحْمَقُ مِنْ هَبَنَّقَةَ مِنَ الْعُیُوْبِ شَاذٌّ۔

ترجمہ: اور ثلاثی مزید فیہ سے اسمِ تفضیل تمام حروف کی حفاظت کے ممکن نہ ہونے کی وجہ سے اَفْعَلُ کے وزن پر نہیں آتا، اور نہ لون و عیب سے آتا ہے اس لیے کہ ان دونوں میں اَفْعَلُ کا وزن صفت کے لیے آتا ہے، پس التباس لازم آئیگا، اور مفعول کی تفضیل کے لیے بھی نہیں آتا تا کہ فاعل کی تفضیل سے التباس نہ ہونے پائے، پس اگر کہا جائے کہ اس کے بر عکس کیوں نہ کیا گیا تا کہ التباس لازم نہ آتا؟ ہم کہیں گے کہ فاعل کے لیے اسمِ تفضیل بنانا اولیٰ ہے اس لیے کہ فاعل مقصود ہوتا ہے اور مفعول فضلہ ہوتا ہے، نیز فاعل میں تعمیم ممکن ہے نہ کہ مفعول میں، اور مفعول کی تفضیل میں اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْیَیْنِ کے جیسے، اور زوائد سے اَعْطَاهُمْ وَ اَوْلَاهُمْ کے جیسے، اور عیوب سے اَحْمَقُ مِنْ هَبَنَّقَةَ کے جیسے شاذ میں سے ہیں۔

سوال: اسمِ تفضیل کی تعریف کیا ہے اور یہ کس وزن پر آتا ہے اور ثلاثی مجرد کے علاوہ دوسرے ابواب سے کیوں نہیں آتا؟

جواب: تعریف: اسمِ تفضیل وہ اسم ہے جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس میں کسی کے مقابلہ میں مصدری معنی کی زیادتی ہو جیسے **بَكْرٌ اَكْبَرُ مِنْ زَيْدٍ** (بکر زید سے بڑا ہے۔

وزن: ثلاثی مجرد سے اسمِ تفضیل **اَفْعَلُ** کے وزن پر آتا ہے جیسے **اَكْبَرُ۔ اَفْضَلُ** وغیرہ۔ ثلاثی مجرد کے علاوہ ابواب سے **اَفْعَلُ** کے وزن پر اسمِ تفضیل نہیں آتا ہے اس لئے کہ اگر کلمہ چار حرف والا ہو یا اس سے زیادہ والا، اور اس کے شروع میں الفِ تفضیل کا اضافہ کیا جائے تو کلمہ **اَفْعَلُ** کے وزن سے نکل جائے گا جیسے **يَجْتَنِبُ** سے **اَجْتَنِبُ**، پس مزید فیہ میں **اَفْعَلُ** کا وزن برقرار نہ رہ سکا۔ اور اگر حروف زوائد کو حذف کر کے **اَفْعَلُ** کے وزن پر لائیں تو ثلاثی مجرد کے اسمِ تفضیل سے ملتبس ہو جائے گا جیسے بابِ افعال سے **اَخْرَجُ اَفْعَلُ** کے وزن پر بنائیں تو یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ اس کا معنی زیادہ نکلنے والا ہے یا زیادہ نکالنے والا، یا بابِ استفعال سے خروج کی زیادتی کی طلب ہے، پس اس التباسِ فاسد کی بناء پر غیرِ ثلاثی مجرد سے **اَفْعَلُ** کے وزن پر اسمِ تفضیل نہیں آتا۔

سوال: تو کیا غیرِ ثلاثی مجرد سے اسمِ تفضیل نہیں آتا؟

جواب: آتا ہے مگر **اَفْعَلُ** کے وزن پر نہیں بلکہ اس باب کے مصدر کو منصوب ذکر کر کے اس سے پہلے لفظِ **اَشَدُّ** یا **اَزْيَدُ** یا **اَكْبَرُ** وغیرہ ذکر کرتے ہیں جیسے **اَشَدُّ اِخْرَاجاً۔ اَزْيَدُ اِجْتِنَاباً۔ اَكْبَرُ اِسْتِنْصَاراً۔**

سوال: رنگ و عیب کے معانی پر مشتمل ابواب سے اسمِ تفضیل کیوں نہیں آتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ رنگ و عیب میں **اَفْعَلُ** کا وزن صفتِ مشبہ کے لئے آتا ہے جیسے **اَحْمَرُ۔ اَسْوَدُ۔ اَقْبَحُ**۔ پس اگر **اَفْعَلُ** کے وزن پر لون و عیب سے اسمِ تفضیل بھی لائیں اور آپ **اَسْوَدُ** کہیں تو پتہ نہیں چلے گا کہ اس کا معنی ذو سواد ہے یا زائد فی السواد ہے، اس التباسِ فاسد کی بناء پر لون و عیب سے **اَفْعَلُ** کے وزن پر اسمِ تفضیل نہیں آتا ہے۔

سوال: تو کیا لون و عیب سے اسمِ تفضیل نہیں آتا ہے؟

جواب: ایسی بات نہیں ہے لون و عیب سے بھی اسمِ تفضیل آتا ہے مگر **اَفْعَلُ** کے وزن پر نہیں بلکہ اس کے مصدر کو منصوب ذکر کر کے اس سے پہلے **اَشَدُّ** یا **اَزْیَدُ** یا **اَکْبَرُ** لگا کر بناتے ہیں جیسے **اَشَدُّ حُمْرَۃً**۔

سوال: اسمِ تفضیل اسمِ فاعل سے آتا ہے اسمِ مفعول سے کیوں نہیں آتا ہے؟

جواب: اس لئے کہ اس صورت میں معنی کے اعتبار سے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے اسمِ تفضیل کے درمیان التباس لازم آتا ہے، کہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ **اَضْرَبُ** کا معنی زیادہ مارنے والا ہے یا زیادہ مار کھانے والا ہے، پس اس قباحت کے پیشِ نظر اسمِ مفعول سے اسمِ تفضیل نہیں آتا ہے۔

سوال: اس کا الٹ بھی تو کیا جا سکتا تھا کہ اسمِ تفضیل اسمِ فاعل کے لئے نہ آتا اور اسمِ مفعول کے لئے آتا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اس کا الٹ کرنے سے بہت ساری خرابیاں لازم آرہی تھیں جن کی بناء پر اسمِ مفعول کے اسمِ تفضیل سے اعراض کر کے اسمِ فاعل کے اسمِ تفضیل کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔

اور وہ خرابیاں یہ ہیں:

(۱)۔۔۔ فاعل مقصود ہوتا ہے جبکہ مفعول زائد و فضلہ۔

(۲)۔۔۔ فاعل میں عموم ہوتا ہے کہ یہ لازم و متعدی دونوں میں پایا جاتا ہے جبکہ مفعول میں خصوص کہ یہ صرف متعدی سے آتا ہے۔

(۳)۔۔۔ کلام میں اگر مفعول نہ ہو تب بھی کلام پورا ہو جاتا ہے جبکہ فاعل نہ ہو تو کلام ہی نہیں پایا جاتا۔

(۴)۔۔۔ اگر اسمِ مفعول سے اسمِ تفضیل لاتے اور اسمِ فاعل سے نہ لاتے تو صرف فعلِ متعدی سے ہی اسمِ تفضیل آتا اور فعلِ لازم سے نہ آتا اس طرح چند افعال میں اسمِ تفضیل محدود ہو جاتا۔ پس ان خرابیوں کے پیشِ نظر مفعول سے نہ لا کر فاعل سے لایا گیا ہے۔

سوال: آپ نے کہا کہ مفعول سے اسمِ تفضیل نہیں آتا حالانکہ **اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْيَيْنِ** میں **اَشْغَلُ** مفعول کے معنی میں زیادتی کے لئے آیا ہے، اسی طرح غیر ثلاثی مجرد سے اسمِ تفضیل **اَفْعَلُ** کے وزن پر آتا ہے جیسے **اَعْطَاهُمْ۔اَوْلَاهُمْ**۔ نیز لون و عیب سے بھی **اَفْعَلُ** کے وزن پر **اَحْمَقُ** اسمِ تفضیل آیا ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: یہ تمام مثالیں شاذ ہیں اور الشاذ کالمعدوم۔ لہذا ان کے ذریعہ دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔

سوال: ذاتِ النحیین اور احمق من ھبنّقة سے کیا مراد ہے؟

جواب:(**ذاتُ النِّحْیَیْنِ :** ذات بمعنی والی اور **النحیین** یہ تثنیہ ہے **النِّحِیْ** کی، بمعنی گھی کی مشک، اور **النحیین** کا لفظ ایک مشہور و معروف مثل میں استعمال ہوتا ہے جیسے **اَشْغَلُ مِنْ ذَاتِ النِّحْیَیْنِ** در حقیقت یہ مثل اس طرح مشہور ہوئی کہ ایک عورت تھی جو بنو تمیم (جو کہ ثعلب کی شاخ ہے) سے تعلق رکھتی تھی وہ ایک مرتبہ بازارِ عکاظ میں حاضر ہوئی جو مکہ کے قریب ہے اور اس عورت کے پاس گھی کے دو مشک تھے، تو اس کو خولہ بن جبیر الانصاری اپنے خالو کے مکان کی طرف لے گیا تاکہ اس سے گھی خریدے، پس اس سے کہا کہ اپنا گھی دکھاؤ لہذا اس نے ایک مشک کو کھول کر دیا تو اس نے اس کو چکھا اور واپس کر دیا تو اس عورت نے اپنا ایک ہاتھ اس مشک کے منہ پر رکھ کر بند کر دیا اور دوسرے مشک کو کھول کر اس کو دیا، لہذا اس نے اس کے ساتھ بھی وہی کیا جو پہلے والے مشک کے ساتھ کیا تھا تو اس نے اپنا دوسرا ہاتھ اس دوسرے مشک کے منہ پر رکھ کر اس کو بند کر دیا اب اس عورت کے دونوں ہاتھوں کے مشغول ہونے کی وجہ سے اس مرد نے اس کے ساتھ جماع کرنے لگا اور وہ اپنے ہاتھوں کے مشغول ہونے کی وجہ سے اس کو ہٹانے پر قادر نہ ہو سکی گویا اس نے گھی کو بچایا اور اپنی عزت کو گنوا بیٹھی تو اس پر یہ مقولہ مشہور ہو گیا کہ وہ اس عورت سے بھی زیادہ مشغول ہے۔

ھبنقة : یہ ایک ایسے آدمی کا لقب ہے جس کو ذو قلادہ یعنی قلادے والا کہا جاتا تھا اور اس کا نام یزید بن ثوران تھا جو کہ قیس بن ثعلبہ کا دادا تھا، اور یہ حماقت کی ضرب المثل میں مشہور تھا، اس کی تمام تر حماقت کا حاصل یہ تھا کہ یہ اپنی گردن میں قلادہ ڈالے رکھتا تھا جو مختلف رنگوں

کے چیتھڑوں یا دھاگوں سے بنا ہوا تھا جب اس سے پوچھا گیا کہ تو اپنے گردن میں یہ قلادہ کیوں لٹکاتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں اس کو اپنی گردن میں اس لئے لٹکاتا ہوں تاکہ میں لوگوں میں اپنے آپ کو پہچان سکوں، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اس کے بھائی نے رات کے وقت اس کا قلادہ چرا لیا اور اس کو اپنی گردن میں ڈال لیا، جب صبح ہوئی اور یزید بن ثوران نے اپنے بھائی کو دیکھا کہ اس نے وہ قلادہ اپنی گردن میں لٹکائے ہوئے ہے تو یزید بن ثوران ہنسا اور اپنے بھائی سے کہنے لگا، اے میری بھائی! کیا تو نے مجھ سے قلادہ چرا لیا ہے؟ تب تو تو میں ہوا تو پھر میں کون ہوں۔ اس طرح یہ مثل مشہور ہو گئی اور کسی بے وقوف شخص کو دیکھ کر ایسا کہا جاتا ہے۔

وَ يَجِيءُ الْفَاعِلُ عَلَى الْفَعِيْلِ نَحْوُ نَصِيْرٌ، وَقَدْ يَسْتَوِي فِيْهِ الْمُذَكَّرُ وَ الْمُؤَنَّثُ اِذَا كَانَ بِمَعْنٰى مَفْعُوْلٍ نَحْوُ قَتِيْلٍ وَ جَرِيْحٍ، فَرْقاً بَيْنَ الْفَاعِلِ وَ الْمَفْعُوْلِ اِلَّا اِذَا جُعِلَتِ الْكَلِمَةُ مِنْ عَدَادِ الْاَسْمَاءِ نَحْوُ ذَبِيْحَةٍ وَ لَقِيْطَةٍ، وَ قَدْ يَشْبَهُ بِهٖ مَا هُوَ بِمَعْنٰى فَاعِلٍ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ) الاعراف ۷:۵۶

ترجمہ: اسمِ فاعل **فَعِیْلٌ** کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے **نَصِیْرٌ**، اور کبھی اس میں مذکر و مؤنث دونوں برابر ہوتے ہیں جبکہ یہ اسمِ مفعول کے معنی میں ہو جیسے **قَتِیْلٌ** اور **جَرِیْحٌ**، فاعل اور مفعول کے درمیان فرق کرتے ہوئے مگر یہ کہ جب کلمہ اسمائے عدد میں سے ہو جیسے **ذَبِیْحَۃٌ** اور **لَقِیْطَۃٌ**، اور کبھی اس چیز کے مشابہ ہوتا ہے جو فاعل کے ہم معنی ہو جیسے فرمانِ باری تعالیٰ (اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ) الاعراف ۷:۵۶۔

سوال: کیا اسمِ فاعل فعیل کے وزن پر بھی آتا ہے؟

جواب: جی ہاں ! اسمِ فاعل **فَعِيْلٌ** کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے **نَصِيْرٌ**۔ نیز **فَعِيْلٌ** کا وزن اسمِ مفعول کے لئے بھی آتا ہے جیسے **قَتِيْلٌ** بمعنی مقتول اور **جَرِيْحٌ** بمعنی مجروح۔ جب **فَعِيْلٌ** بمعنی مفعول ہو تو مذکر اور مؤنث کے لئے **فَعِيْلٌ** ہی آئے گا جیسے **رَجُلٌ قَتِيْلٌ**۔ اور۔ **اِمْرَأَةٌ قَتِيْلٌ**۔ اور یہ برابری اس لئے رکھی گئی ہے تاکہ اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول میں فرق کیا جا سکے، ہاں اگر کلمہ اسمائے اعداد میں سے ہو تو پھر مؤنث کے لئے آخر میں گول تاء لگائیں گے جیسے **شَاةٌ ذَبِيْحَةٌ** بمعنی مذبوحہ بکری، **اِمْرَأَةٌ لَقِيْطَةٌ** بمعنی ملقوطہ عورت، اور مذکر کے لئے **جَمَلٌ ذَبِيْحٌ۔ جَمَلٌ لَقِيْطٌ**۔ اور کبھی **فَعِيْلٌ** بمعنی فاعل، **فَعِيْلٌ** بمعنی مفعول کے مشابہ ہوتا ہے، پس اس صورت میں **فَعِيْلٌ** بمعنی فاعل مذکر اور مؤنث کے لئے برابر ہوتا ہے جیسے **اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ**، پس **قَرِيْبٌ رَحْمَةٌ** کی صفت ہے اور **قَرِيْبٌ** بمعنی قارب ہے لیکن اسمِ مفعول کے مشابہ ہونے کی وجہ سے قریب پر جو رحمۃ کی صفت ہے تاءِ تانیث نہیں لگائی گئی حالانکہ رحمۃ مؤنث کی وجہ سے قریبۃ ہونا چاہئے تھا۔

وَ يَجِيْءُ عَلٰى فَعُوْلٍ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ مَنُوْعٍ وَ يَسْتَوِيْ فِيْهِ الْمُذَكَّرُ وَ الْمُؤَنَّثُ اِذَا كَانَ بِمَعْنٰى فَاعِلٍ نَحْوُ اِمْرَأَةٍ صَبُوْرٍ وَ رَجُلٍ صَبُوْرٍ، وَ يُقَالُ فِي الْمَفْعُوْلِ نَاقَةٌ حَلُوْبَةٌ۔

ترجمہ: اور اسمِ فاعل کبھی مبالغہ کے لیے فَعُوْلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَنُوْعٌ، اور اس میں مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں جبکہ یہ اسمِ فاعل کے معنٰی میں ہو جیسے اِمْرَأَةٌ صَبُوْرٌ وَ رَجُلٌ صَبُوْرٌ، اور مفعول کے معنی میں بولا جاتا ہے نَاقَةٌ حَلُوْبَةٌ۔

فَاُعْطِیَ الْاِسْتِوَاءُ فِیْ فَعِیْلٍ لِلْمَفْعُوْلِ وَ فِیْ فَعُوْلٍ لِلْفَاعِلِ طَلَباً لِلْعَدْلِ۔وَ یَجِیْءُ لِلْمُبَالَغَةِ نَحْوُ صَبَّارٍ وَ سَیْفٍ مِجْذَمٍ وَ هُوَ مُشْتَرَكٌ بَیْنَ الْآلَةِ وَ بَیْنَ مُبَالَغَةِ الْفَاعِلِ، وَ فِسِّیْقٌ وَ کُبَّارٌ وَ طُوَّالٌ وَ عَلَّامَةٌ وَ نَسَّابَةٌ وَ رَوَّایَةٌ وَ فَرُوْقَةٌ وَ ضُحْکَةٌ وَ ضُحَکَةٌ وَ ضُحُکَةٌ مِجْزَامَةٌ وَ مِسْقَامٌ وَ مِعْطِیْرٌ،وَ یَسْتَوِی الْمُذَکَّرُ وَ الْمُؤَنَّثُ فِی التِّسْعَةِ الْاَخِیْرَةِ، لِقِلَّتِهِنَّ، اَمَّا قَوْلُهُمْ مِسْکِیْنَةٌ فَمَحْمُوْلَةٌ عَلٰی فَقِیْرَةٍ کَمَا قَالُوْا هِیَ عَدُوَّةُ اللهِ، وَ اِنْ لَمْ یُدْخَلِ التَّاءُ فِیْ فَعُوْلٍ الَّذِیْ لِلْفَاعِلِ حَمْلاً عَلٰی مَعْنٰی صَدِیْقَةٍ، لِاَنَّهٗ نَقِیْضُهٗ۔

پس جو فَعِیْلٌ بمعنی مفعول ہو اور جو فَعُوْلٌ بمعنی فاعل ہو تو اس میں مذکر و مؤنث کو برابر رکھا جاتا ہے عدل کو طلب کرنے کی غرض سے۔اور اسمِ فاعل مبالغہ کے لیے بھی آتا ہے جیسے صَبَّارٌ اور سَیْفٌ مَجْذَمٌ، اور یہ اسمِ آلہ اور اسمِ فاعل کے مبالغہ کے درمیان مشترک ہوتا ہے، اور فَسِیْقٌ وَ کُبَّارٌ وَ طُوَّالٌ وَ عَلَّامَةٌ وَ نَسَّابَةٌ وَ رَوَّایَةٌ وَ فَرُوْقَةٌ وَ ضُحْکَةٌ وَ ضُحَکَةٌ وَ مِجْزَامَةٌ وَ مِسْقَامٌ وَ مِعْطِیْرٌ۔ ان مذکورہ اسماء میں سے آخری آٹھ میں ان کے قلتِ استعمال کی وجہ سے مذکر و مؤنث برابر ہوتا ہے، رہا اہلِ صرف کا قول مِسْکِیْنَةٌ پس یہ فَقِیْرَةٌ پر محمول ہے جیسے کہ انہوں نے کہا هِیَ عَدُوَّةُ اللهِ (حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عَدُوُّ اللہ ہوتا)، اور اگرچہ اس فَعُوْلٌ میں جو اسمِ فاعل کے معنی میں ہے تاء کو داخل نہیں کیا گیا صَدِیْقَةٌ کے معنی پر محمول کرتے ہوئے اس لیے کہ یہ اس کی نقیض ہے۔

سوال: کیا مبالغہ کے لئے اسمِ فاعل **فَعُوْلٌ** کے وزن پر بھی آتا ہے؟

جواب: جی ہاں! فاعل کے مبالغہ کے لئے **فَعُوْلٌ** کا وزن آتا ہے جیسے **مَنُوْعٌ** بمعنی مانع بہت روکنے والا، **فَعُوْلٌ** کا وزن جب فاعل کے لئے آئے تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے **فَعُوْلٌ** مذکر کا صیغہ ہی استعمال ہو گا جیسے **رَجُلٌ مَنُوْعٌ۔اِمْرَأَةٌ مَنُوْعٌ**۔ اور اگر **فَعُوْلٌ** بمعنی مفعول ہو تو مؤنث کے لئے تاءِ تانیث کے ساتھ اور مذکر کے لئے بغیر تاءِ تانیث کے استعمال ہو گا جیسے **رَجُلٌ مَنُوْعٌ۔اِمْرَأَةٌ مَنُوْعَةٌ**۔

نوٹ: پس مفعول کو **فَعِيْلٌ** میں برابری دی گئی ہے مذکر اور مؤنث کے استعمال میں، اور فاعل کو **فَعُوْلٌ** میں برابری دی گئی مذکر اور مؤنث کے استعمال میں، عدل اور انصاف کو طلب کرتے ہوئے کہ مفعول **فَعِيْلٌ** میں کثیر الاستعمال ہے اور **فَعُوْلٌ** میں قلیل الاستعمال، جبکہ فاعل **فَعُوْلٌ** میں کثیر الاستعمال ہے اور **فَعِيْلٌ** میں قلیل الاستعمال۔

سوال: اسمِ فاعل کے مبالغہ کے لئے اور کون کون سے اوزان آتے ہیں؟

جواب: فاعل کے مبالغہ کے لئے **فَعَّالٌ** کا وزن آتا ہے جیسے **صَبَّارٌ** بہت صبر کرنے والا، نیز ایک وزن **مِفْعَلٌ** کا آتا ہے جیسے **سَيْفٌ مِجْزَمٌ**، لیکن **مِفْعَلٌ** کا وزن اسمِ آلہ کے لئے بھی آتا ہے لہذا **مِفْعَلٌ** کا وزن اسمِ فاعل اور اسمِ آلہ کے درمیان مشترک ہے، نیز اسمِ فاعل کے مبالغہ کے لئے یہ اوزان بھی ہیں:

(۱)۔۔۔(**فِسِّيْقٌ**) بہت فسق کرنے والا۔(۲)۔۔۔(**كُبَّارٌ**) بہت بڑا۔(۳)۔۔۔(**طُوَّالٌ**) بہت لمبا(۴)۔۔۔(**عَلَّامَةٌ**) بہت علم والا۔(۵)۔۔۔ (**نَسَّابَةٌ**) بہت نسب کو جاننے والا۔ (۶)۔۔۔(**رَوَّايَةٌ**) بہت روایت کرنے والا۔(۷)۔۔۔(**فَرُوْقَةٌ**) بہت فرق کرنے والا۔

(۸)۔۔۔(**ضُحُكَةٌ**) لوگوں پر بہت ہنسنے والا۔(۹)۔۔۔(**ضُحُكَةٌ**)۔(۱۰)۔۔۔(**مِجْزَامَةٌ**) کثیر جزام والا۔(۱۱)۔۔۔(**مِعْطِيرٌ**) بہت عطر والا۔

پس آخر کے نو اوزان سے آنے والا مبالغۃ الفاعل مذکر اور مؤنث میں یکساں استعمال ہوں گے ان کی قلتِ استعمال کی وجہ سے جیسے **رَجُلٌ مِعْطِيرٌ۔ اِمْرَأَةٌ مِعْطِيرٌ**۔

سوال: **مِفْعِيْلٌ** کے آخر میں تاءِ تانیث کی ضرورت نہیں ہے لیکن **مِسْكِيْنَةٌ** کے آخر میں تاء آرہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ معنوی اعتبار سے **مِسْكِيْنَةٌ فَقِيْرَةٌ** کے مقابلہ میں ہے اور **فَقِيْرَةٌ** میں تاء موجود ہے اس لئے **مِسْكِيْنَةٌ** میں بھی تاء لائی گئی ہے جیسا کہ **هِيَ عَدُوَّةُ اللهِ** کے **عَدُوَّةٌ** میں تاء نہیں آنی چاہئے تھی کیونکہ **فَعُوْلٌ** جب فاعل کے معنی میں ہو تو مذکر اور مؤنث کے لئے **فَعُوْلٌ** کا وزن بغیر تاء کے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں پر **عَدُوَّةٌ صَدِيْقَةٌ** کے مقابلہ میں ہے، اس لئے **صَدِيْقَةٌ** کا لحاظ کرتے ہوئے **عَدُوٌّ** کے آخر میں تاء لگاکر **عَدُوَّةٌ** بنایا گیا ہے۔

وَ صِيْغَتُهٗ مِنْ غَيْرِ الثُّلَاثِيْ عَلٰى صِيْغَةِ الْمُسْتَقْبِلِ بِمِيْمٍ مَضْمُوْمَةٍ وَ كَسْرِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ نَحْوُ مُكْرِمٌ۔ وَ اُخْتِيْرَ الْمِيْمُ لِتَعَذُّرِ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ وَ قُرْبِ الْمِيْمِ مِنَ الْوَاوِ فِيْ كَوْنِهِمَا شَفَوِيَّةً۔

ترجمہ: **اور اسمِ فاعل کا صیغہ ثلاثی مزید فیہ سے میم مضموم اور آخر کے ما قبل کے کسرہ کے ساتھ مستقبل کے صیغہ پر آتا ہے جیسے مُكْرِمٌ۔ اور میم کو حرفِ علت کے متعذر ہونے اور میم کا واو سے دونوں کے شفویہ ہونے میں قریب ہونے کی وجہ سے اختیار کیا گیا ہے۔**

وَ ضُمَّ الْمِيْمُ لِلْفَرْقِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْمَوْضِعِ، وَ نَحْوُ مُسْهَبٍ لِلْفَاعِلِ عَلٰى صِيْغَةِ الْمَفْعُوْلِ مِنْ اَسْهَبَ وَ يَافِعٍ مِنْ اَيْفَعَ شَاذٌّ، وَ يُبْنٰى مَا قَبْلَ تَاءِ التَّانِيْثِ عَلَى الْفَتْحِ فِىْ ضَارِبَةٍ، لِاَنَّهٗ صَارَ بِمَنْزِلَةِ وَسْطِ الْكَلِمَةِ كَمَا فِىْ نُوْنِ التَّاكِيْدِ وَ يَاءِ النِّسْبَةِ وَ عَلَى الْفَتْحِ لِلْخِفَّةِ۔

ترجمہ: اور میم کو ضمہ دیا گیا ہے اسمِ فاعل اور اسمِ ظرف کے درمیان فرق کرنے کی وجہ سے، اور مُسْهَبٌ جو اَسْهَبَ سے اسمِ مفعول کے صیغہ پر ہے یہ اسمِ فاعل کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یَافِعٌ جو اَیْفَعَ سے اسمِ فاعل کے لیے استعمال ہوتا ہے یہ دونوں شاذ ہیں، اور ضَارِبَۃٌ میں تائے تانیث کے ماقبل کو مبنی بر فتح کیا گیا ہے اس لیے کہ باء وسطِ کلمہ کی منزل میں ہو گیا ہے جیسے کہ نونِ تاکید اور یائے نسبتی میں، نیز اس کو خفت کی وجہ سے فتحہ پر مبنی کیا گیا ہے۔

سوال: غیرِ ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کس وزن پر آتا ہے اور بنانے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: غیرِ ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کا صیغہ فعلِ مضارع کے صیغہ سے یوں بنتا ہے کہ علامتِ مضارع کو حذف کر کے اس کی جگہ میمِ مضموم لگا دیتے ہیں اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دے کر آخر میں تنوین لگا دیتے ہیں جیسے **يُكْرِمُ** سے **مُكْرِمٌ**، **يَجْتَنِبُ** سے **مُجْتَنِبٌ**۔ **يَسْتَنْصِرُ** سے **مُسْتَنْصِرٌ** وغیرہ۔

سوال: اسمِ فاعل بنانے کے لئے شروع میں میم ہی کو کیوں لگاتے ہیں، حروفِ علت میں سے کسی کو لے آتے؟

جواب: چاہئے تو یہی تھا کہ حروفِ علت میں سے کوئی حرف لگایا جاتا لیکن ان حروف کو لانا مشکل ہے کیونکہ شروع میں واؤ کا اضافہ کرنا درست نہیں جیسا کہ گزرا، اور اگر اس واؤ کو تاء سے بدلتے تو فعلِ مضارع کے مخاطب کے صیغہ سے التباس ہوتا، اور اگر الف کا اضافہ کرتے تو ابتداء بالسکون لازم آتا، پس اگر الف کو فتحہ دیتے تو فعلِ مضارع کے واحد متکلم سے التباس ہوتا، اور اگر یاء کا اضافہ کرتے تو فعلِ مضارع کے غائب سے التباس لازم آتا، لہذا ان خرابیوں سے بچتے ہوئے میم کا اضافہ کیا گیا کہ یہ حرف شفوی ہونے کی وجہ سے واؤ کے مشابہ ہے۔

سوال: مزید فیہ کے سمِ فاعل کے میم کو ضمہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کیونکہ میم کو فتحہ دینے کی وجہ سے ثلاثی مجرد کے اسمِ ظرف سے التباس لازم آتا ہے جیسے **مَسْجِدٌ**، اور کسرہ اس لئے نہیں دیتے کہ میم علامتِ مضارع کے قائم مقام ہے اور علامتِ مضارع پر کسرہ نہیں آتا لہذا میم کو بھی کسرہ نہیں دیا جائے گا، پس جب فتحہ اور کسرہ باطل ہو گئے تو ضمہ ثابت ہو گیا۔

سوال: آپ کے بقول اسمِ فاعل کے آخر کا ما قبل مکسور ہوتا ہے لیکن **مُسْهَبٌ** بابِ افعال سے اسمِ فاعل ہے مگر آخر کا ما قبل مکسور نہیں بلکہ مفتوح ہے، اسی طرح بابِ افعال سے **یَافِعٌ** اسمِ فاعل ہے حالانکہ بابِ افعال کا اسمِ فاعل **مُفْعِلٌ** کے وزن پر آتا ہے ایسا کیوں؟

جواب: یہ دونوں مثالیں شاذ ہیں اور الشاذ کالمعدوم، لہذا ان سے حجت پکڑنا درست نہیں۔

نوٹ: اسمِ فاعل کے آخر میں جب تاءِ تانیث آتی ہے تو تاءِ تانیث کا ما قبل فتحہ پر مبنی ہوتا ہے، کیونکہ یہ کلمہ اب وسط کی طرح ہو جاتا ہے اور اعراب وسط میں نہیں آتا جیسے کہ نونِ تاکید اور یاءِ نسبتی لگانے کے وقت اعراب ختم ہو جاتا ہے، اور فتحہ پر مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ خفیف حرکت ہے جیسے **ضَارِبَةٌ- مُسْلِمَةٌ- لِيَضْرِبَنَّ**-

فَصْلٌ فِی اِسْمِ الْمَفْعُوْلِ
اسمِ مفعول کا بیان

وَ هُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ یُفْعَلُ لِمَنْ وَقَعَ عَلَیْهِ الْفِعْلُ وَ صِیْغَتُهٗ مِنَ الثُّلَاثِیْ یَجِیْءُ عَلٰی وَزْنِ مَفْعُوْلٍ نَحْوُ مَضْرُوْبٌ وَ هُوَ مُشْتَقٌّ مِّنْ یُضْرَبُ لِمُنَاسَبَةِ بَیْنَهُمَا، فَاِنْ قِیْلَ لِمَ اُدْخِلَ الْمِیْمُ مَقَامَ الزَّوَائِدِ؟ قُلْنَا لِتَعَذُّرِ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فَصَارَ مُضْرَبٌ ثُمَّ فُتِحَ الْمِیْمُ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِمَفْعُوْلِ الْاِفْعَالِ فَصَارَ مَضْرَبٌ ثُمَّ ضُمَّ الرَّاءُ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِالْمَوْضِعِ فَصَارَ مَضْرُبٌ، ثُمَّ اُشْبِعَتِ الضَّمَّةُ لِانْعِدَامِ مَفْعُلٍ فِی کَلَامِهِمْ بِغَیْرِ التَّاءِ فَصَارَ مَضْرُوْبٌ۔

ترجمہ: اور اسمِ مفعول وہ اسم ہے جو **یُفْعَلُ** (فعلِ مضارع مجہول) سے بنایا جاتا ہے اس شخص کے لیے جس پر فعل واقع ہوا ہو، اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے **مَفْعُوْلٌ** کے وزن پر آتا ہے جیسے **مَضْرُوْبٌ**، اور یہ **یُضْرَبُ** سے بنایا گیا ہے، ان دونوں (اسمِ مفعول اور فعلِ مضارع مجہول) کے درمیان مناسبت پائے جانے کی وجہ سے، پس اگر کہا جائے کہ حروفِ زوائد کی جگہ میم کو کیوں زائد کیا گیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ حروفِ علت کے متعذر ہونے کی وجہ سے، پس یہ **یُضْرَبُ** سے **مُضْرَبٌ** ہو گیا پھر میم کو فتحہ اس لیے دیا گیا کہ بابِ افعال کے اسمِ مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو جائے پس یہ **مَضْرَبٌ** ہو گیا پھر راء کو ضمہ دیا گیا تا کہ اسمِ ظرف کے ساتھ کے ساتھ التباس نہ ہو

تو یوں مَضْرُبٌ ہو گیا پھر اہلِ صرف کے کلام میں مَفْعُلٌ کا کلمہ بغیر تاء کے نہ پائے جانے کی وجہ سے راء کے ضمہ کا اشباع کیا گیا (جس کی بنا پر واو پیدا ہو گیا) تو مَضْرُوْبٌ ہو گیا۔

سوال: اسمِ مفعول کی تعریف کیا ہے، نیز ثلاثی مجرد سے یہ کس وزن پر آتا ہے اور کس سے مشتق ہوتا ہے؟

جواب: اسمِ مفعول وہ اسمِ مشتق ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہو جیسے **مَنْصُوْرٌ** (مدد کیا ہوا)۔ ثلاثی مجرد سے اسمِ مفعول **مَفْعُوْلٌ** کے وزن پر آتا ہے، اور یہ فعلِ مضارع مجہول سے مشتق (بنایا جاتا) ہے۔

سوال: اسمِ مفعول فعلِ مضارع سے کیوں مشتق ہوتا ہے؟

جواب: چونکہ حرکات وسکنات اور حروف کی تعداد کے اعتبار سے مضارع مجہول اور اسمِ مفعول جو اصل میں **مُفْعَلٌ** کے وزن پر آتا ہے، اس طرح ان دونوں میں مشابہت پائی جاتی ہے، نیز یہ دونوں مبنی للمفعول بھی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اسمِ مفعول کو فعلِ مضارع مجہول سے بنایا جاتا ہے۔

سوال: اسمِ مفعول میں میم کی زیادتی کیوں کی گئی، کسی حرفِ علت کا اضافہ کرنا تھا؟

جواب: اسمِ مفعول میں میم کا اضافہ حروفِ علت کے متعذر ہونے کی وجہ سے کی گئی ہے مثلاً اگر الف لاتے تو ابتداء بالسکون لازم آتا، اور یہ متعذر ہے، اور اگر علامتِ مضارع کو حذف کر کے یاء لاتے تو مضارع سے التباس ہوتا، اور اگر علامتِ مضارع کا حذف نہ کرتے تو دو یاء کلمہ کے شروع میں جمع ہو جاتے جو فائدہ سے خالی تھی، اور اگر واؤ کا اضافہ کرتے تو عرب کے

کلام میں کلمہ کے شروع میں واؤ نہیں آتی، پس ان تمام خرابیوں کے پیشِ نظر میم کو لایا گیا کہ میم واؤ کے قریب ہے مخرج کے اعتبار سے کہ دونوں شفوی ہیں۔

سوال: میم کو فتحہ کیوں دیا گیا، کسرہ یا ضمہ دیتے اور عین کلمہ کو ضمہ کیوں دیا گیا؟

جواب: ثلاثی مجرد کے اسمِ مفعول کے میم کو فتحہ دیا گیا تاکہ بابِ افعال کے اسمِ مفعول کے ساتھ التباس نہ ہوسکے، اور کسرہ اس لئے نہیں دیا گیا ہے کہ کسرہ کی صورت میں اسمِ آلہ سے التباس لازم آتا ہے، اور عین کلمہ کو ضمہ اس لئے دیا گیا تاکہ اسمِ ظرف کے ساتھ التباس نہ ہوسکے۔

سوال: اسمِ مفعول کا صیغہ مَفْعُوْلٌ کیسے بن گیا؟

جواب: فعلِ مضارع مجہول سے علامتِ مضارع کو حذف کر کے اس کی جگہ میمِ مفتوح لے آئے تو **مَفْعَلٌ** ہوا، اب اس صورت میں اسمِ ظرف **مَقْبَرٌ** کے ساتھ التباس لازم آتا تھا اس لئے عین کلمہ کو ضمہ دے دیا تو **مَفْعُلٌ** ہوا، لیکن کلامِ عرب میں **مَفْعُلٌ** کا وزن بغیر تاء کے نہیں آتا اس لئے عین کلمہ کے ضمہ کو اشباع کے ساتھ پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے واؤ پیدا ہوتی ہے اور یوں **مَفْعُوْلٌ** کا صیغہ بن جاتا ہے اور آخر حرف میں تنوین اس لئے داخل کی گئی ہے کہ تنوین اسم کی علامت ہے۔

وَ غُيِّرَ مَفْعُوْلٌ مِنَ الثُّلَاثِيْ دُوْنَ مَفْعُوْلِ سَائِرِ الْاَفْعَالِ وَ الْمَوْضِعِ حَتّٰى يَصِيْرَ مُشَابِهاً فِي التَّغَيُّرِ بِاِسْمِ الْفَاعِلِ اَعْنِى غُيِّرَ الْفَاعِلُ مِنْ يَفْعَلُ وَ يَفْعُلُ اِلٰى فَاعِلٍ، وَ الْقِيَاسُ

فَاعَلٌ وَ فَاعُلٌ فَغُيِّرَ الْمَفْعُوْلُ اَيْضاً لِلْمُؤَاخَاةِ بَيْنَهُمَا، وَ صِيْغَتُهٗ مِنْ غَيْرِ الثُّلَاثِيْ عَلٰى صِيْغَةِ الْفَاعِلِ بِفَتْحِ مَا قَبْلَ الْآخِرِ مِثْلُ مُسْتَخْرَجٌ۔

ترجمہ: اور صرف ثلاثی مجرد کے اسمِ مفعول میں تبدیلی کی گئی ہے نہ کہ تمام افعال کے اسمِ مفعول اور اسمِ ظرف میں تاکہ یہ تبدیلی میں اسمِ فاعل کے مشابہ ہو جائیں، یعنی اسمِ فاعل میں یَفْعَلُ اور یَفْعُلُ سے فَاعِلٌ کی طرف تبدیلی کی گئی ہے، حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ یَفْعَلُ سے اسمِ فاعل فَاعَلٌ اور یَفْعُلُ سے فَاعُلٌ آتا، پس اسمِ مفعول میں بھی ان دونوں کے درمیان بھائی چارے (تعلق) کی وجہ سے تبدیلی کی گئی ہے، اور اسمِ مفعول کا صیغہ غیر ثلاثی مجرد سے اسمِ فاعل کے وزن پر آخر کے ماقبل فتحہ کے ساتھ مُسْتَخْرَجٌ کے مثل آتا ہے۔

سوال: غیر ثلاثی مجرد کا اسمِ مفعول اور اسمِ ظرف فعلِ مضارع مجہول کے وزن پر آتے ہیں جیسے یُکْرَمُ سے مفعول اور ظرف مُکْرَمٌ بغیر کسی تبدیلی کے سوائے میمِ مفعول کے، لیکن ثلاثی مجرد کے اسمِ مفعول میں حرکات کی تبدیلی اور حرف کی زیادتی کی جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ثلاثی مجرد کے اسمِ مفعول میں حرکات کی تبدیلی اور حروف کی زیادتی اس لئے کی گئی ہے تاکہ تبدیلی کے لحاظ سے ثلاثی مجرد کے اسمِ فاعل سے مشابہت پیدا ہو جائے، کیونکہ مضارع مفتوح العین ہو یا مضموم العین ہو اسمِ فاعل بناتے وقت عین کلمہ کی حرکت میں تبدیلی کر کے کسرہ دیتے ہیں اور بجائے فَاعَلٌ اور فَاعُلٌ کے فَاعِلٌ پڑھتے ہیں، پس اسمِ مفعول میں تبدیلی کر کے اسمِ فاعل کے ساتھ اس بھائی چارے کو قائم رکھا گیا ہے، اور غیر

ثلاثی مجرد سے اسمِ مفعول کا صیغہ اسمِ فاعل کے صیغہ کی طرح ہوتا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ اسمِ فاعل میں آخر کا ماقبل مکسور ہوتا ہے اور اسمِ مفعول میں آخر کا ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے اسمِ فاعل مُکْرِمٌ اور اسمِ مفعول مُکْرَمٌ۔

فَصْلٌ فِی اِسْمَیِ الزَّمَانِ وَ الْمَکَانِ

اسمِ ظرف کا بیان

اِسْمُ الْمَکَانِ هُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ یَفْعَلُ لِمَکَانٍ وَقَعَ فِیْهِ الْفِعْلُ فَزِیْدَتِ الْمِیْمُ کَمَا فِی الْمَفْعُوْلِ لِمُنَاسَبَةٍ بَیْنَهُمَا، وَ لَمْ یَزِدِ الْوَاوُ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِهٖ، وَ صِیْغَتُهٗ مِنْ بَابِ یَفْعَلُ مَفْعَلٌ کَالْمَذْهَبِ اِلَّا فِی الْمِثَالِ فَاِنَّهٗ مِنْهُ بِکَسْرِ الْعَیْنِ نَحْوُ الْمَوْجِلِ حَتّٰی لَا یُظَنَّ اِنَّ وَزْنَهٗ کَانَ فَوْعَلاً مِثْلُ جَوْرَبٍ وَ لَا یُظَنُّ فِی الْکَسْرِ لِاَنَّ فَوْعِلاً لَا یُوْجَدُ فِی کَلَامِهِمْ، وَ صِیْغَتُهٗ مِنْ بَابِ یَفْعِلُ مَفْعِلٌ اِلَّا فِی النَّاقِصِ فَاِنَّهٗ مِنْهُ یَجِیْءُ بِفَتْحِ الْعَیْنِ نَحْوُ مَرْمیً فِرَارًا عَنْ تَوَالِی الْکَسْرَاتِ۔

ترجمہ: اسمِ مکان وہ اسم ہے جو فعلِ مضارع یَفْعَلُ سے مشتق ہوتا ہے اس مکان کے لیے جس میں وہ فعل واقع ہوا ہو، پس اس میں میم کی زیادتی کی گئی جیسے کہ اسمِ مفعول میں ان دونوں کے درمیان مناسبت پائے جانے کی وجہ سے، اور واؤ کو زیادہ نہیں کیا جاتا تاکہ اسمِ ظرف اسمِ مفعول سے ملتبس نہ ہو جائے، اور اسمِ ظرف کا صیغہ بابِ یَفْعَلُ سے مَفْعَلٌ آتا ہے جیسے مَذْهَبٌ مگر مثال سے کہ مثال سے اسمِ ظرف عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ (مَفْعِلٌ) مَوْجِلٌ کے وزن پر آتا ہے تاکہ یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس کا وزن فَوْعَلٌ تھا جَوْرَبٌ کے مثل، اور نہ کسرہ کی صورت میں گمان کیا جائے، اس لیے کہ فَوْعِلٌ کا وزن اہلِ صرف کے کلام میں نہیں پایا جاتا، اور اس کا

صیغہ بابِ یَفْعِلُ سے مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے مگر ناقص سے کہ ناقص سے اسمِ ظرف عین کے فتحہ کے ساتھ (مَفْعَلٌ) مَرْمیٰ کے وزن پر آتا ہے توالیٔ کسرات سے بچتے ہوئے۔

سوال: ظرفِ مکان کی تعریف کریں اور بتائیں کہ یہ کس سے بنتا ہے؟

جواب: ظرفِ مکان وہ اسم ہے جس جگہ میں فاعل کا فعل واقع ہو، یہ فعلِ مضارع معروف سے بنتا ہے، پس علامتِ مضارع کو حذف کر کے میمِ مفتوح لگا دیتے ہیں اور آخر حرف کو تنوین دے دیتے ہیں جیسے **یَفْعَلُ** سے **مَفْعَلٌ**۔

سوال: اسمِ ظرف کے شروع میں میمِ مفتوح کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟

جواب: اسمِ ظرف کے شروع میں میمِ مفتوح لگانے کی یہ وجہ ہے کہ اسمِ ظرف اور اسمِ مفعول میں مشابہت ہوتی ہے کیونکہ فعل کا وقوع ان دونوں پر ہوتا ہے اس لئے اسمِ مفعول کی طرح اسمِ ظرف میں بھی میمِ مفتوح کا اضافہ کیا گیا ہے۔

سوال: اگر اسمِ ظرف اسمِ مفعول کے مشابہ ہوتا ہے تو اسمِ مفعول کی طرح اسمِ ظرف میں واؤ کی زیادتی کیوں نہیں کی گئی؟

جواب: اگر اسمِ مفعول کی طرح اسمِ ظرف میں بھی واؤ کا اضافہ کیا جاتا تو دونوں کے ما بین التباس لازم آتا لہٰذا اس التباس کے پیشِ نظر واؤ کی زیادتی نہیں کی گئی ہے۔

سوال: مضارع مفتوح العین سے اسمِ ظرف کا صیغہ کس وزن پر آتا ہے؟

جواب: مضارع مفتوح العین سے اسمِ ظرف کا صیغہ **مَفْعَلٌ** کے وزن پر آتا ہے جیسے **يَذْهَبُ** سے **مَذْهَبٌ**، ہاں اگر وہ فعل مثالِ واوی یا یائی ہو تو پھر **مَفْعَلٌ** کے بجائے مکسور العین **مَفْعِلٌ** کے وزن پر آئے گا جیسے **يَجِلُ** سے **مَوْجِلٌ**۔

سوال: اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر مثال سے اسمِ ظرف مفتوح العین **مَفْعَلٌ** کے وزن پر ہوتا تو **فَوْعَلٌ** کا وزن بن جاتا جیسے **جَوْرَبٌ**، جس سے یہ گمان ہوتا کہ یہ اسمِ ظرف نہیں بلکہ ثلاثی مجرد ملحق برباعی مجرد کا مصدر ہے، اس طرح اسمِ ظرف کی میم زائد حروف اصلی میں داخل ہو جاتا، لہذا اس وہم کو دور کرنے کے لئے عین کلمہ کو کسرہ دے دیا کیونکہ کسرہ کی صورت میں **فَوْعِلٌ** کا وزن بن جائے گا اور یہ وزن مصدر کا نہیں آتا ہے۔

سوال: مضارع مکسور العین سے اسمِ ظرف کا صیغہ کس وزن پر آتا ہے؟

جواب: مضارع مکسور العین سے اسمِ ظرف کا صیغہ مکسور العین **مَفْعِلٌ** کے وزن پر آتا ہے، البتہ ناقص سے مفتوح العین آتا ہے جیسے **مَرْمًى**، جو اصل میں **مَرْمَيٌ** ہے۔

سوال: اس فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ناقص سے مفتوح العین لانے کی یہ وجہ ہے کہ یاء دو کسرہ کے قائم مقام ہوتی ہے اور اگر عین کلمہ کو بھی کسرہ دیا جائے تو توالیٔ کسرات لازم آئیں گے جو ثقل کا باعث ہے پس اس ثقل سے بچنے کے لئے ناقص میں عین کلمہ کو فتحہ دے دیا تا کہ توالیٔ کسرات لازم نہ آئیں۔

وَ لَا یُبْنیٰ مِنْ یَفْعُلُ مَفْعُلٌ لِثِقْلِ الضَّمَّةِ، فَقُسِّمَ مَوْضِعُهٗ بَیْنَ مَفْعِلٍ وَ مَفْعَلٍ وَ اُعْطِیَ لِلْمَفْعِلِ اَحَدَ عَشَرَ اِسماً نَحْوُ الْمَنْسِكِ وَ الْمَجْزِرِ وَ الْمَنْبِتِ وَ الْمَطْلِعِ وَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ الْمَفْرِقِ وَ الْمَسْقِطِ وَ الْمَسْكِنِ وَ الْمَرْفِقِ وَ الْمَسْجِدِ، وَ الْبَاقِیْ لِلْمَفْعَلِ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ، وَ اِسْمُ الزَّمَانِ مِثْلُ الْمَكَانِ نَحْوُ مَقْتَلِ الْحُسَیْنِ۔

ترجمہ: اور بابِ یَفْعُلُ سے اسمِ ظرف کا صیغہ مَفْعُلٌ کے وزن پر نہیں بنایا گیا ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، پس بابِ یَفْعُلُ کے اسمِ ظرف کو مَفْعِلٌ اور مَفْعَلٌ کے درمیان تقسیم کیا گیا ہے، اور مَفْعِلٌ کا وزن گیارہ اسماء کو عطا کیا گیا ہے جیسے (۱) اَلْمَنْسِكُ (۲) وَ الْمَجْزِرُ (۳) وَ الْمَنْبِتُ (۴) وَ الْمَطْلِعُ (۵) وَ الْمَشْرِقُ (۶) وَ الْمَغْرِبُ (۷) وَ الْمَفْرِقُ (۸) وَ الْمَسْقِطُ (۹) وَ الْمَسْكِنُ (۱۰) وَ الْمَرْفِقُ (۱۱) وَ الْمَسْجِدُ، اور باقی مَفْعَلٌ کے وزن پر آتے ہیں فتحہ کے خفیف ہونے کی وجہ سے، اور اسمِ زمان اسمِ مکان کے مثل ہے جیسے مَقْتَلُ الْحُسَیْنِ۔

سوال: مضارع مضموم العین کا اسمِ ظرف مضموم العین مَفْعُلٌ کے وزن پر کیوں نہیں آتا؟

جواب: مضارع مضموم العین کا اسمِ ظرف مضموم العین **مَفْعُلٌ** کے وزن پر نہیں آتا کیونکہ ضمہ ثقیل ہوتا ہے لہذا اس کے اسمِ ظرف کو مکسور العین **مَفْعِلٌ** اور مفتوح العین **مَفْعَلٌ** کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے، پس گیارہ اسماء مکسور العین **مَفْعِلٌ** کے وزن پر آئیں گے اور وہ یہ ہیں: (۱)۔۔۔ مَنْسِكٌ (۲)۔۔۔ مَجْزِرٌ (۳)۔۔۔ مَنْبِتٌ (۴)۔۔۔ مَطْلِعٌ (۵)۔۔۔ مَشْرِقٌ

(٦)۔۔۔مَغْرِبٌ (٧)۔۔۔ مَرْفِقٌ (٨)۔۔۔ مَقْسِطٌ (٩)۔۔۔ مَسْکِنٌ (١٠)۔۔۔ مَسْجِدٌ (١١)۔۔۔مَفْرِقٌ۔

نوٹ: ظرفِ زمان بھی ظرفِ مکان کی طرح ہے مثلاً **مَقْتَلُ الْحُسَیْنِ** حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی جگہ یا شہادت کا وقت۔

فَصْلٌ فِیْ اِسْمِ الْآلَةِ

اسمِ آلہ کا بیان

وَ هُوَ اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ يَفْعَلُ لِلْآلَةِ وَ صِيْغَتُهٗ مِفْعَلٌ وَ مِنْ ثَمَّ قَالَ الشَّاعِرُ:

اَلْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَ الْمِفْعَلُ لِلْآلَةِ　　وَ الْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَ الْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ

وَ كُسِرَتِ الْمِيْمُ لِلْفَرْقِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ الْمَوْضِعِ وَ يَجِيْءُ عَلٰى وَزْنِ مِفْعَالٍ نَحْوُ مِقْرَاضٍ وَ مِفْتَاحٍ، وَ يَجِيْءُ مَضْمُوْمَ الْعَيْنِ وَ الْمِيْمِ نَحْوُ الْمُسْعُطِ وَ الْمُنْخُلِ وَ نَحْوُهُمَا، قَالَ سِيْبَوَيْهِ هٰذَانِ مِنْ عَدَادِ الْاَسْمَاءِ يَعْنِي الْمُسْعُطُ اِسْمٌ لِهٰذَا الْوِعَاءُ وَ لَيْسَ بِالْآلَةِ وَ كَذٰلِكَ اَخَوَاتُهٗ۔

ترجمہ: اور اسمِ آلہ وہ اسم ہے جو فعلِ مضارع يَفْعَلُ سے آلہ کے لئے مشتق ہوتا ہے، اور اس کا صیغہ مِفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے، اور اسی وجہ سے شاعر نے کہا ہے: ترجمہ: مَفْعَلٌ ظرف کے لیے اور مِفْعَلٌ آلہ کے لیے۔ اور فَعْلَةٌ مرّۃ (مرتبہ) کے لئے اور فِعْلَةٌ حالت کے لئے۔ اور میم کو کسرہ دیا گیا ہے اسمِ آلہ اور اسمِ ظرف کے درمیان فرق کرنے کے لئے، اسمِ آلہ مِفْعَالٌ کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے مِقْرَاضٌ اور مِفْتَاحٌ، اور اسمِ آلہ عین اور میم کے ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے اَلْمُسْعُطُ اور اَلْمُنْخُلُ اور ان دونوں کے مثل، اور سیبویہ نے کہا کہ یہ دونوں اسماء میں ہی شمار ہوتے ہیں یعنی اَلْمُسْعُطُ اسم ہے اس وجہ سے کہ یہ ایک برتن کا نام ہے اور یہ اسمِ آلہ نہیں ہے اور ایسے ہی اس کے اخوات۔

سوال: اسمِ آلہ کی تعریف کیا ہے اور کس فعل سے بنتا ہے اور اس کا وزن کیا ہے؟

جواب: اسمِ آلہ وہ اسم ہے جو ایسی چیز کے لئے بولا جائے جو کام کے لئے بطورِ آلہ استعمال ہو، اور یہ فعلِ مضارع معروف سے بنتا ہے، پس علامتِ مضارع کو حذف کرکے میمِ مکسور شروع میں لگا دیتے ہیں اور اگر عین کلمہ کو فتحہ نہ ہو تو فتحہ دیتے ہیں اور لام کلمہ کو تنوین دیتے ہیں جیسے **یَضْرِبُ** سے **مِضْرَبٌ** ہو گیا جیسے کہ ایک شاعر کا قول ہے: **اَلْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَ الْمِفْعَلُ لِلْآلَةِ وَ الْفَعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَ الْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ**۔ ترجمہ: **مَفْعَلٌ** کا وزن اسمِ ظرف کے لئے آتا ہے اور **مِفْعَلٌ** کا وزن اسمِ آلہ کے لئے آتا ہے، اور **فَعْلَةٌ** کا وزن تعداد کے لئے آتا ہے اور **فِعْلَةٌ** کا وزن حالت کے لئے آتا ہے مثلاً **ضَرْبَةٌ** ایک بار مارنا۔ **جِلْسَةٌ** ایک مخصوص حالت میں بیٹھنا۔

سوال: اسمِ آلہ کے میم کو کسرہ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ اسمِ ظرف کا میم بھی مفتوح ہوتا ہے اس لئے ان دونوں میں فرق کرنے کے لئے اسمِ آلہ کے میم کو مکسور رکھا جاتا ہے، اور اگر یہ کہا جائے کہ میم کو ضمہ دے کر بھی فرق کیا جا سکتا تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ضمہ ثقیل ہوتا ہے نیز ضمہ دینے کی صورت میں بابِ افعال کے اسمِ مفعول سے التباس لازم آتا جیسے **مُضْرَبٌ** اسمِ آلہ ہوتا اور **مُکْرَمٌ** مفعول، پس ان خرابیوں کے پیشِ نظر میم کو کسرہ دیا گیا ہے۔

سوال: کیا اسمِ آلہ کے اور بھی کوئی اوزان ہیں؟

جواب: جی ہاں! اسمِ آلہ **مِفْعَالٌ** کے وزن پر بھی آتا ہے جیسے **مِقْرَاضٌ** (کینچی) **مِفْتَاحٌ** (چابی) اور کبھی مضموم المیم اور مضموم العین بھی آتا ہے جیسے **مُفْعُلٌ مُسْعُطٌ** (نسوار

دان) **مُنْخُلٌ** (چھلنی) وغیرہ، لیکن سیبویہ نے کہا کہ **مُفْعُلٌ** کا وزن اسمِ آلہ کے لئے نہیں آتا بلکہ یہ مثالیں جو پیش کی گئی ہیں یہ مخصوص چیزوں کے نام ہیں یعنی **مُسْعُطٌ** ایک برتن کا نام ہے اسمِ آلہ نہیں، اسی طرح دوسرے اسماء بھی اسمِ آلہ نہیں ہیں۔

اَلْبَابُ الثَّانِیْ فِی الْمُضَاعَفِ

مضاعف کا بیان

وَ يُقَالُ لَهُ اَصَمُّ لَشِدَّتِهٖ وَ لَا يُقَالُ لَهٗ صَحِيْحٌ لِصَيْرُوْرَةِ اَحَدِ طَرَفَيْهِ حَرْفَ عِلَّةٍ فِيْ نَحْوِ تَقَضِّيَ الْبَازِيْ، وَ هُوَ يَجِيْءُ مِنْ ثَلَاثَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ سَرَّ يَسُرُّ وَ فَرَّ يَفِرُّ وَ عَضَّ يَعَضُّ، وَ لَا يَجِيْءُ مِنْ فَعُلَ يَفْعُلُ اِلَّا قَلِيْلاً نَحْوُ حَبَّ يَحُبُّ فَهُوَ حَبِيْبٌ وَ لَبَّ يَلُبُّ فَهُوَ لَبِيْبٌ، فَاِذَا اِجْتَمَعَ فِيْهِ حَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ اَوْ مُتَقَارِبَيْنِ فِي الْمَخْرَجِ يُدْغَمُ الْاَوَّلُ فِي الثَّانِيْ لِثِقْلِ الْمُكَرَّرِ نَحْوُ مَدَّ مَدًّا مَدُّوْا اِلٰى آخِرِهٖ، وَ نَحْوُ اَخْرَجَ شَّطْاءَهٗ، وَ قَالَتْ طَّائِفَةٌ۔

ترجمہ: اور مضاعف کو اس کے شدّت (سختی سے ادا ہونے) کی وجہ سے اصم (مضبوط یا سخت) کہا جاتا ہے، اور اس کے دو حرفوں میں سے ایک حرف کے حرفِ علت سے بدل جانے کی وجہ سے اس کو صحیح نہیں کہا جاتا جیسے تَقَضِّيَ الْبَازِيْ (کہ اس میں آخری ضاد کو یاء سے بدل دیا گیا ہے)، اور مضاعف تین ابواب سے آتا ہے: (۱)۔۔۔نَصَرَ يَنْصُرُ سے جیسے سَرَّ يَسُرُّ (۲)۔۔۔ضَرَبَ يَضْرِبُ جیسے فَرَّ يَفِرُّ (۳)۔۔۔سَمِعَ يَسْمَعُ جیسے عَضَّ يَعَضُّ، اور مضاعف باب فَعُلَ يَفْعُلُ سے نہیں آتا مگر بہت کم جیسے حَبَّ يَحُبُّ فَهُوَ حَبِيْبٌ اور لَبَّ يَلُبُّ فَهُوَ لَبِيْبٌ، پس جب اس میں دو حرف ایک جنس کے یا دو حرف قریب المخرج جمع ہو جائیں تو مکرر کی ثقل کی وجہ سے اوّل کو دوسرے میں ادغام کر دیا جاتا ہے جیسے مَدَّ مَدًّا مَدُّوْا آخر تک، اور جیسے اَخْرَجَ شَّطْاءَهٗ اور قَالَتْ طَّائِفَةٌ۔

سوال: مضاعف کی تعریف کیا ہے نیز اس کو اصم کیوں کہتے ہیں؟

جواب: تعریف: وہ کلمہ ہے جس میں دو حروفِ اصلیہ ایک جنس کے ہوں جیسے **مَدٌّ** (کھینچنا) یہ اصل میں مَدْدٌ تھا۔ اوراس کی دو قسمیں ہیں(۱) مضاعفِ ثلاثی جیسے **فَرٌّ** (بھاگنا)(۲) مضاعفِ رباعی جیسے **غَرْغَرَةٌ** (غرغرہ کرنا) مضاعف کو اصم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اصم بہرے کو کہتے ہیں اور بہرے کو کوئی بات سنانے کے لئے شدت و جہر کی ضرورت پڑتی ہے، اور مضاعف میں ادغام ہوتا ہے اور ادغام کی بناء پر اس کے پڑھنے میں شدّت اور قدرے جہر پایا جاتا ہے لہذا شدّت و جہر کی بناء پر مضاعف کو اصم بھی کہتے ہیں۔

سوال: مضاعف میں حرفِ علت اور ہمزہ نہیں ہوتا اس لئے اس کو صحیح کہنا چاہئے تھا مگر کیا وجہ ہے کہ اس کو صحیح نہ کہہ کر مضاعف کا نام دیا جاتا ہے؟

جواب: مضاعف کو صحیح نہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ بعض اوقات ضرورت کی بناء پر اس کے ایک حرف کو حرفِ علت سے بدل دیا جاتا ہے جیسے **تَقَضِّيَ الْبَازِي** کہ اس کی اصل **تَقَضُّضُ الْبَازِي** ہے پس آخری ضاد کو یاء سے بدل دیا اور ما قبل کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دے دیا، اور دوسری مثال **اَمْلَيْتُ** ہے کہ اس کی اصل **اَمْلَلْتُ** ہے پس ضرورت کی بناء پر دوسرے لام کو یاء سے بدل کر **اَمْلَيْتُ** کر دیا گیا ہے۔ ضرورت: ثقل کو دور کرنا ہے کہ جب متجانسین یا متقاربین فی المخرج حروف جمع ہو جائیں تو زبان پر ثقل کو پیدا کرتے ہیں لہذا اس ثقل کو دور کرنے کے لئے یا تو ادغام کرتے ہیں اور اگر ادغام ممکن نہ ہو تو ایک کو حرفِ علت سے بدل دیتے ہیں جیسے کہ **تَقَضُّضُ الْبَازِي** اور **اَمْلَلْتُ** میں کیا گیا ہے۔

سوال: مضاعف کتنے ابواب سے آتا ہے؟

جواب: مضاعف اکثر و بیشتر تین ابواب سے آتا ہے:(۱)۔۔۔ **فَعَلَ- يَفْعُلُ** جیسے **سَرَّ -يَسُرُّ**۔ (۲)۔۔۔ **فَعَلَ -يَفْعِلُ** جیسے **فَرَّ- يَفِرُّ**۔ (۳)۔۔۔ **فَعِلَ- يَفْعَلُ -عَضَّ -يَعَضُّ**۔ اور **فَعُلَ -يَفْعُلُ** سے بہت کم آتا ہے جیسے **حَبأَ -يَحُبُّ فَهُوَ حَبِيْبٌ**۔ اور **لَبَّ -يَلُبُّ فَهُوَ لَبِيْبٌ**۔ **حَبَّ** اور **لَبَّ** اصل میں **حَبُبَ** اور **لَبُبَ** تھے پھر ادغام کیا تو **حَبَّ** اور **لَبَّ** ہو گئے۔

سوال: مضاعف میں ادغام کرنے کی کیا ضرورت ہے نیز ادغام کرنے کی کیا صورت ہے؟

جواب: چونکہ مضاعف میں دو حرف ایک جنس کے یا دو حرف قریب المخرج جمع ہوتے ہیں اور تکرارِ حروف ثقل کا باعث ہوتا ہے پس ثقل کو دور کرنے کے لئے ان دونوں حرف کو ایک دوسرے میں ادغام کر دیا جاتا ہے اور ادغام کرنے کی صورت یہ ہے کہ جب مضاعف میں دو ہم جنس یا دو ہم مخرج حرف جمع ہوں تو پہلے کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے متجانسین میں **مَدَدَ** سے **مَدَّ**، اور متقاربین میں **اَخْرَجَ شَّطَاءَةٗ** اور **قَالَتْ طَّائِفَةٌ**، پہلی مثال میں جیم اور شین اور دوسری مثال میں تاء اور طاء قریب المخرج ہیں۔

وَ الْاِدْغَامُ اِلْبَاسُ الْحَرْفِ فِيْ مَخْرَجِهٖ، مِقْدَارُ اِلْبَاسِ الْحَرْفَيْنِ كَذَا نُقِلَ عَنْ جَارِ اللّٰهِ۔

ترجمہ: اور ادغام حرف کو اس کے مخرج میں دو حرفوں کے ٹھہرانے کی مقدار ٹھہرانا ہے جیسے کہ جار اللہ سے نقل کیا گیا ہے۔

وَ قِيْلَ اِسْكَانُ الْاَوَّلِ وَ اِدْرَاجُهٗ فِي الثَّانِي، اَلْمُدْغَمُ وَ الْمُدْغَمُ فِيْهِ حَرْفَانِ فِي اللَّفْظِ وَ حَرْفٌ وَاحِدٌ فِي الْكِتَابَةِ، وَ هٰذَا فِي الْمُتَجَانِسَيْنِ، وَ اَمَّا فِي الْمُتَقَارِبَيْنِ فَحَرْفَانِ فِي اللَّفْظِ وَ الْكِتَابَةِ جَمِيْعاً كَالرَّحْمٰنِ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ ادغام پہلے حرف کو ساکن کرنا اور اس کو دوسرے حرف میں داخل کرنا ہے، مدغم (ادغام کیا ہوا) اور مدغم فیہ (جس میں ادغام کیا گیا) لفظ میں دو حرف ہوتے ہیں اور لکھنے میں ایک حرف ہوتا ہے، اور یہ قاعدہ حروفِ متجانسین میں ہے، اور رہا حروفِ متقاربین میں تو مدغم اور مدغم فیہ لفظ اور لکھنے میں دو حرف اکٹھے ہوتے ہیں جیسے اَلرَّحْمٰنُ۔

سوال: ادغام کا معنی اور مفہوم کیا ہے اور کس طرح پڑھا جائے گا؟

جواب: اس میں دو قول ہیں۔ علامہ زمخشری کے نزدیک حرف کو اس کے مخرج میں اتنا ٹھہرانا کہ جتنی دیر میں دو حرف کو ٹھہرایا جاتا ہے ادغام ہے۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ پہلے حرف کو ساکن کرکے دوسرے میں داخل کر دینا ادغام ہے۔

نوٹ: اگر دونوں حرف ایک جنس کے ہوں اور ایک کلمہ میں ہوں تو پڑھنے میں دو حرف آئیں گے اور لکھنے میں ایک حرف آئے گا جیسے **مَدَّ۔ يَمُدُّ**۔ اور اگر دو کلمہ میں ہوں تو پڑھنے اور لکھنے میں دو حرف آئیں گے جیسے **فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ**۔ اور اگر ہم مخرج ہوں تو لکھنے اور پڑھنے میں دو حرف آئیں گے جیسے **قَالَتْ طَّائِفَةٌ**۔

وَ اِجْتِمَاعُ الْحَرْفَيْنِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَضْرُبٍ۔ اَلْاَوَّلُ اَنْ يَّكُوْنَا مُتَحَرِّكَيْنِ يَجُوْزُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ اِذَا كَانَا فِي كَلِمَتَيْنِ نَحْوُ مَنَاسِكَكُمْ، وَ اَمَّا اِذَا كَانَا فِي كَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ يَجِبُ فِيْهِ الْاِدْغَامُ اِلَّا

فِی الْاِلْحَاقِیَاتِ نَحْوُ قَرْدَدٌ وَ جَلْبَبَ حَتّٰی لَا یَبْطُلَ الْاِلْحَاقُ وَ الْاَوْزَانُ الَّتِی یَلْزَمُ فِیْهَا الْاِلْتِبَاسُ نَحْوُ صَکَکٌ وَ سُرُرٌ وَ جُدَدٌ وَ طَلَلٌ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِصَكٍّ وَ سُرٍّ وَ جُدٍّ وَ طَلٍّ، وَ لَا یَلْتَبِسُ فِی مِثْلِ رَدَّ وَ فَرَّ وَ عَضَّ، لِاَنَّ رَدَّ یُعْلَمُ مِنْ یَرُدُّ اَنَّ اَصْلَهٗ رَدَدَ، لِاَنَّ الْمُضَاعَفَ لَا یَجِیءُ مِنْ بَابِ فَعُلَ یَفْعُلُ، وَ فَرَّ اَیْضاً یُعْلَمُ مِنْ یَفِرُّ لِاَنَّ الْمُضَاعَفَ لَا یَجِیءُ مِنْ فَعِلَ یَفْعِلُ، وَعَضَّ اَیْضاً یُعْلَمُ مِنْ یَعَضُّ لِاَنَّ الْمُضَاعَفَ لَا یَجِیءُ مِنْ فَعَلَ یَفْعَلُ۔

ترجمہ: اور دو حرفوں کا جمع ہونا تین قسموں پر ہے۔ (ا) پہلی قسم: دونوں حرفوں کا متحرک ہونا، پس اس میں ادغام کرنا جائز ہوتا ہے جب کہ یہ دونوں حرف دو کلموں میں ہوں جیسے مَنَاسِکَکُمْ، اور رہا اس وقت جب دونوں حرف ایک کلمہ میں ہوں تو اس میں ادغام کرنا واجب ہوتا ہے سوائے الحاقیات کے جیسے قَرْدَدٌ اور جَلْبَبَ، تا کہ الحاق اور وہ اوزان جن میں التباس لازم آتا ہے باطل نہ ہو جائیں جیسے صَکَکٌ وَ سُرُرٌ وَ جُدَدٌ وَ طَلَلٌ تا کہ یہ صَكٌّ وَ سُرٌّ وَ جَدٌّ وَ طَلٌّ سے ملتبس نہ ہو جائیں، اور رَدَّ وَ فَرَّ وَ عَضَّ کے مثل میں التباس نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ رَدَّ۔ یَرُدُّ سے جانا جاتا ہے کہ اس کی اصل رَدَدَ ہے اس لئے کہ مضاعف بابِ فَعُلَ یَفْعُلُ سے نہیں آتا ہے، اور فَرَّ بھی یَفِرُّ سے جانا جاتا ہے، اس لئے کہ مضاعف بابِ فَعِلَ۔ یَفْعِلُ سے نہیں آتا ہے، اورعَضَّ بھی یَعَضُّ سے جانا جاتا ہے، اس لئے کہ مضاعف فَعَلَ۔ یَفْعَلُ سے نہیں آتا ہے۔

سوال: اجتماعِ حرفین کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: جب دو متجانسین یا متقاربین حرف جمع ہو جائیں تو اس کی تین قسمیں ہیں: **(۱)**۔۔۔دونوں متحرک ہوں۔**(۲)**۔۔۔پہلا ساکن ہو اور دوسرا متحرک ہو۔**(۳)**۔۔۔پہلا متحرک ہو اور دوسرا ساکن ہو۔

سوال: دونوں حرف متحرک ہوں تو ادغام کرنا کیا ہے اس کا حکم بیان کریں؟

جواب: اس کی چند صورتیں ہیں۔**(۱)**۔۔۔دونوں متحرک ہوں: اگر دونوں متحرک حرف دو کلمہ میں ہوں تو ادغام کرنا جائز ہے جیسے **مَنَاسِكَكُمْ** سے **مَنَاسِكُّمْ**۔اور اگر دونوں متحرک حرف ایک کلمہ میں ہوں تو ادغام کرنا واجب ہے جیسے **مَدَدَ** سے **مَدَّ**۔ ہاں اگر وہ کلمہ الحاقیات میں سے ہو تو پھر ادغام کرنا جائز نہیں جیسے **قَرْدَدٌ**۔**جَلْبَبَ** وغیرہ۔

علت: الحاقیات میں ادغام کرنے سے الحاق باطل ہو جاتا ہے حالانکہ الحاق کسی غرض کی بناء پر کیا جاتا ہے لہذا غرض کو باقی رکھنا ضروری ہے۔ اور ان اوزان میں بھی ادغام نہیں کیا جائے گا جن میں ادغام کرنے کی وجہ سے التباس لازم آتا ہے جیسے **صَكَكٌ**(سست آدمی) **سُرَرٌ**(چارپائیاں) **جُدَدٌ**(سخت زمین) **طَلَلٌ**(کھنڈرات) ان الفاظ میں ادغام کرنے کی صورت میں **صَكَكٌ صَكٌّ** سے، **سُرَرٌ سُرٌّ** سے، **جُدَدٌ جُدٌّ** سے، **طَلَلٌ طَلٌّ** سے ملتبس ہو جائے گا حالانکہ **صَكَكٌ** اور **صَكٌّ** کا معنی الگ الگ ہے اسی طرح تمام الفاظ کا جدا جدا معنی ہے کہ **صَكٌّ** کا معنی چیک ہے، **سُرٌّ** کا معنی ناف ہے، **طَلٌّ** کا معنی شبنم ہے۔

سوال: جن اوزان میں التباس لازم آتا ہے ان میں ادغام کرنا جائز نہیں تو **رَدَّ**۔**فَرَّ**۔**عَضَّ** میں بھی تو التباس لازم آ رہا ہے کہ پتا نہیں چلتا کہ **رَدَّ** ماضی مضموم العین ہے یا مفتوح

العین۔ یوں ہی **فَرَّ** ماضی مفتوح العین ہے یا مکسور العین۔ اور **عَضَّ** مفتوح العین ہے یا مکسور العین ہے۔ لہذا ان میں بھی ادغام نہیں ہونا چاہیئے تھا کیونکہ التباس لازم آ رہا ہے، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: ان الفاظ و اوزان میں التباس لازم نہیں آتا کیونکہ **رَدَّ** ماضی ہے **یَرُدُّ** کی، اور مضاعف میں **فَعُلَ یَفْعُلُ** کا باب نہیں آتا، لہذا واضح ہو گیا کہ **رَدَّ** اصل میں **رَدُدَ** نہیں بلکہ **رَدَدَ** ماضی مفتوح العین **نَصَرَ** کے وزن پر ہے۔ اسی طرح **فَرَّ** ماضی ہے **یَفِرُّ** کی، اور مضاعف باب **فَعِلَ یَفْعِلُ** سے نہیں آتا، لہذا پتہ چلا کہ **فَرَّ** اصل میں **فَرِرَ** نہیں بلکہ **فَرَرَ** ماضی مفتوح العین **ضَرَبَ** کے وزن پر ہے۔ اسی طرح **عَضَّ** ماضی ہے **یَعَضُّ** کی، اور مضاعف باب **فَعَلَ یَفْعَلُ** سے نہیں آتا، لہذا معلوم ہوا کہ **عَضَّ** اصل میں عَضَضَ نہیں بلکہ **عَضِضَ** ماضی مکسور العین **سَمِعَ** کے وزن پر ہے۔ فلا اعتراض علیہ۔

وَ لَا یُدْغَمُ فِی حَیِیَ فِی بَعْضِ اللُّغَاتِ حَتّٰی لَا یَقَعَ الضَّمَّةُ عَلَی الْیَاءِ الضَّعِیْفِ فِی یَحَیُّ وَ قِیْلَ اَلْیَاءُ الْاَخِیْرَةُ غَیْرُ لَازِمَةٍ، لِاَنَّهُ تُسْقَطُ تَارَةً نَحْوُ حَیُوْا وَ تُقْلَبُ اُخْرٰی نَحْوُ یَحْیَا، وَ الثَّانِی اَنْ یَّکُوْنَ الْاَوَّلُ سَاکِنًا یَجِبُ فِیْهِ الْاِدْغَامُ ضَرُوْرَةً نَحْوُ مَدٍّ وَ هُوَ عَلٰی فَعْلٍ۔

ترجمہ: اور بعض لغات میں حَیِیَ میں ادغام نہیں کیا جاتا ہے تاکہ ضمہ یاءِ ضعیف پر واقع نہ ہو یَحَیُّ میں، اور کہا گیا ہے کہ آخری یاء غیر لازمی ہے اس لئے کہ یہ کبھی ساقط کر دی جاتی ہے جیسے حَیُوْا، اور کبھی دوسری یاء کو الف سے بدل دیا جاتا ہے جیسے یَحْیَا، (۲)۔۔۔ دوسری قسم: پہلے

حرف کا ساکن ہونا اور دوسرے حرف کا متحرک ہونا، پس اس میں ضرورت کی بناء پر ادغام کرنا واجب ہے جیسے مَدٌّ، اور یہ فَعْلٌ کے وزن پر ہے۔

سوال: آپ نے بیان کیا کہ جب دو حرفِ متحرک متجانسین یا متقاربین ایک کلمہ میں جمع ہوں تو ادغام کرنا واجب ہے تو **حَيِيَ** میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

جواب: **حَيِيَ** میں ادغام نہ کرنے کی دو وجہیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر **حَيِيَ** ماضی میں ادغام کرتے تو لا محالہ مضارع میں بھی ادغام کرنا پڑتا اور اگر مضارع میں ادغام ہوتا تو **يَحَيُّ** بنتا اور اس صورت میں یائے ضعیف پر ضمہ آتا جو کہ ثقل کا باعث ہے۔

(۲)۔۔۔ کہا گیا ہے کہ **حَيِيَ** کی آخری یاء غیرِ لازم ہے کیونکہ یہ بعض اوقات گر جاتی ہے جیسے **حَيُوْا** میں، اور کبھی یہ الف سے بدل جاتی ہے جیسے **يَحْيَا** میں، کہ اس کی اصل **يَحْيَيُ** ہے، یاء پر ضمہ دشوار ماقبل فتحہ کی وجہ سے یاء الف ہو گئی تو **يَحْيَا** ہو گیا۔

سوال: جب پہلا ساکن ہو اور دوسرا متحرک ہو تو ادغام کرنا کیا ہے اس کا حکم بیان کریں؟

جواب: (۲)۔۔۔ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک :اگر دونوں حرف میں سے پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو چاہے ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلمہ میں ہوں ادغام کرنا ضرورت کی بناء پر واجب ہے کیونکہ ادغام کے بغیر کلمہ کا پڑھنا مشکل ہے جیسے **مَدٌّ** جو اصل میں **مَدْدٌ** تھا **فَعْلٌ** کے وزن پر۔ اور **اِضْرِبْ بَّكْرًا**۔

وَ الثَّالِثُ اَنْ یَّکُوْنَ الثَّانِی سَاکِناً فَالْاِدْغَامُ فِیْہِ مُمْتَنِعٌ لِعَدْمِ شَرْطِ صِحَّۃِ الْاِدْغَامِ۔ وَ هُوَتَحَرُّكُ الثَّانِی۔

ترجمہ: (۳)۔۔۔ اور تیسری قسم: دوسرے حرف کا ساکن ہونا، پس اس میں ادغام کے صحیح ہونے کی شرط کے معدوم ہونے کی وجہ سے ادغام کرنا ممتنع ہے، اور ادغام کے صحیح ہونے کی شرط دوسرے حرف کا متحرک ہونا ہے۔

وَ قِیْلَ لَا بُدَّ مِنْ تَسْکِیْنِ الْاَوَّلِ فَیَجْتَمِعُ سَاکِنَانِ فَتَفِرُّ مِنْ وَرْطَۃٍ وَ تَقَعُ فِی اُخْرٰی وَ قِیْلَ لِوُجُوْدِ الْخِفَّۃِ بِالسَّاکِنِ وَ عَدْمِ شَرْطِ الْاِدْغَامِ وَ لٰکِنْ جَوَّزُوْا الْحَذْفَ فِی بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَظْراً اِلٰی اِجْتِمَاعِ الْمُتَجَانِسَیْنِ نَحْوُ ظَلْتُ کَمَا جَوَّزُوْا الْقَلْبَ فِی نَحْوِ تَقَضِّیَ الْبَازِی وَ عَلَیْہِ قِرَاءَۃُ مَنْ قَرَءَ (وَقِرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ) الاحزاب:۳۳۔ مِنَ الْقَرَارِ اَصْلُہٗ اِقْرِرْنَ

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ (ادغام میں) پہلے حرف کا ساکن ہونا ضروری ہے (اور اگر اس صورت میں پہلے حرف کو ساکن کر دیں گے تو) دو حرفِ ساکن جمع ہو جائیں گے، تو یہ ایسے ہی ہو جائے گا کہ ایک کیچڑ سے فرار ہوئے تو دوسرے کیچڑ میں جا پڑے، اور کہا گیا ہے کہ (دوسرے حرف کے ساکن ہونے کی بناء پر) خفت کے پائے جانے کی وجہ سے اور ادغام کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے ادغام نہیں کیا جائے گا، لیکن اہلِ عرب نے بعض جگہوں میں اجتماعِ متجانسین کی جانب نظر کرتے ہوئے دوسرے ساکن حرف کو حذف کرنا جائز قرار دیا ہے جیسے ظَلْتُ (جو اصل میں ظَلَلْتُ تھا) جیسے کہ اہلِ عرب نے تَقَضِّیَ الْبَازِی میں آخری ضاد کو یاء سے بدلنے کو

جائز قرار دیا ہے، اور اسی پر اس کی قرائت ہے جس نے قَرَارٌ سے پڑھا ہے، کہ قِرْنَ کی اصل اِقْرَرْنَ ہے۔

فَحُذِفَتِ الرَّاءُ الْاُوْلٰی فَنُقِلَ حَرَکَتُهَا اِلَی الْقَافِ ثُمَّ حُذِفَتِ الْهَمْزَةُ لِاِنْعِدَامِ الْاِحْتِیَاجِ اِلَیْهَا فَصَارَ قِرْنَ، وَ قِیْلَ مِنْ وَقَرَ یَقِرُ وَقَاراً وَ اِذَا قُرِءَ قَرْنَ یَکُوْنُ مِنْ اَقَرَّ بِالْمَکَانِ بِفَتْحِ الْقَافِ وَهُوَ لُغَةٌ فِی اَقِرُّ فَیَکُوْنُ اَصْلُهٗ اِقْرَرْنَ عَلٰی وَزْنِ اِعْلَمْنَ فَنُقِلَ حَرَکَةُ الرَّاءِ اِلَی الْقَافِ فَصَارَ قَرْنَ۔

ترجمہ: پس پہلی راء کو حذف کیا گیا ہے، اور اس پہلی راء کی حرکت قاف کی جانب نقل کر دی گئی ہے پھر ہمزہ کو اس کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے تو قِرْنَ ہو گیا، اور کہا گیا ہے کہ (قِرْنَ) وَقَرَ یَقِرُ وَقَاراً سے ماخوذ ہے، اور جب قَرْنَ پڑھا جائے تو یہ اَقَرَّ بِالْمَکَانِ (قاف کے فتحہ کے ساتھ) سے ماخوذ ہو گا، اور ایک لغت اَقِرُّ میں بھی ہے، پس اس کی اصل اِقْرَرْنَ اِعْلَمْنَ کے وزن پر ہے، پس پہلے راء کو حذف کرنے کے بعد اس کی حرکت قاف کی جانب نقل کر دی گئی تو قَرْنَ ہو گیا۔

سوال: جب پہلا متحرک ہو اور دوسرا ساکن ہو تو ادغام کرنا کیا ہے اس کا حکم بیان کریں؟

جواب: پہلا متحرک اور دوسرا ساکن : اگر دونوں حرف میں سے پہلا متحرک اور دوسرا ساکن لازم ہو تو ایسی صورت میں ادغام کرنا ناممکن ہو گا کیونکہ ادغام صحیح ہونے کی شرط

مفقود ہے لہذا ادغام نہیں ہو گا جیسے **ظَلَلْتُ**۔ شرط: ادغام کے صحیح ہونے کی شرط دوسرے حرف کا متحرک ہونا ہے۔

اور اگر مجبوراً ادغام کرنا چاہیں تو ضروری ہے کہ پہلے حرف کو ساکن کر دیا جائے لیکن اس صورت میں دو ساکن حرف جمع ہو جائیں گے جس کی بناء پر ثقل لازم آئے گا کہ اجتماعِ ساکنین ثقل کا باعث ہوتا ہے، پس یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک کیچڑ سے بچو تو دوسرے میں جا پڑو، کہ ادغام ثقل کو دور کرنے کے لئے کیا جاتا ہے اور ادغام کرنے کی صورت میں اجتماعِ ساکنین لازم آرہا ہے جو خود ثقل کا باعث ہے، پس گئے تھے بچانے مگر خود پھنس گئے کے مصداق ہو گیا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ادغام کا مقصد تخفیف کا حصول ہے اور تخفیف دوسرے حرف کے سکون سے خود ہی حاصل ہے نیز ادغام کی شرط بھی نہیں پائی جاتی لہذا ادغام کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں ہے۔ ہاں دو ہم جنس حرف کے اجتماع سے بچنے کے لئے بعض مقامات پر ایک حرف کو حذف کرنا جائز ہے جیسے **ظَلْتُ** جو اصل میں **ظَلَلْتُ** تھا پس پہلے متحرک لام کو حذف کر دیا گیا، اور یہ جواز ایسے ہی ہے جیسے **تَقَضِّيَ الْبَازِيْ** میں آخری ضاد کو یاء سے بدل دیا گیا ہے کیونکہ اس کی اصل **تَقَضُّضَ الْبَازِيْ** ہے۔ اور اس قاعدے کے مطابق بعض لوگوں نے (**وَقِرْنَ فِي بُيُوْتِكُنَّ**) کی قرائت میں **قِرْنَ** کو **قَرَارٌ** مصدر سے لیا ہے یعنی اس کا مادّہ **قَرَرَ** ہے اس صورت میں **قِرْنَ** کی اصل **اِقْرِرْنَ** ہے پہلی راء کی حرکت قاف کو دے دی پھر راء کو حذف کر دیا گیا اور شروع میں واؤ کے آنے کی وجہ سے ہمزۂ وصل بھی حذف کر دیا گیا حاجت نہ ہونے کی وجہ سے تو **وَقِرْنَ** ہو گیا۔ اور بعض لوگوں نے **وَقِرْنَ** کو **وَقَرَ يَقِرُ وَقَارًا** سے پڑھا ہے کہ **يَقِرُ** کی اصل **يَوْقِرُ** ہے پس

واؤ کسرہ اور یاء کے درمیان واقع ہونے کی وجہ سے گر گئی تو **یَقِرُّ** ہوا پھر جب **فعل** امر بنایا تو علامتِ مضارع ساقط ہوا تو **قِرُّ** بچا اور جب جمع مؤنث حاضر کا صیغہ بنایا گیا تو **قِرْنَ** ہو گیا۔ اور جب **قَرْنَ** قاف کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو یہ **اَقَرَّ بِالْمَكَانِ** سے ماخوذ ہو گا، اور ایک لغت یہ بھی ہے کہ **قِرْنَ اَقِرُّ** سے بنا ہے پس **قِرْنَ** کی اصل ان دونوں لغت کے اعتبار سے **اِقْرِرْنَ** بر وزنِ **اِعْلَمْنَ** ہے، راء کی حرکت قاف کو دیا تو **اِقَرْرْنَ** ہوا، اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے پہلے راء کو حذف کیا اور عدمِ احتیاج کی بناء پر ہمزۂ وصل کو بھی حذف کیا تو **قَرْنَ** ہو گیا۔

وَ هٰذَا اِذَا كَانَ سُكُوْنُهٗ لَازِماً وَ اَمَّا اِذَا كَانَ عَارِضاً يَجُوْزُ الْاِدْغَامُ وَ عَدَمُهٗ نَحْوُ اُمْدُدْ وَ مُدَّ بِفَتْحِ الدَّالِ لِلْخِفَّةِ وَ مُدِّ بِالْكَسْرِ لِاَنَّهٗ اَصْلٌ فِي تَحْرِيْكِ السَّاكِنِ وَ مُدُّ بِالضَّمِّ لِلْاِتِّبَاعِ وَ مِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ فِرُّ لِعَدَمِ الْاِتِّبَاعِ، وَ لَا يَجُوْزُ الْاِدْغَامُ فِي اُمْدُدْنَ، لِاَنَّ سُكُوْنَ الثَّانِي لَازِمٌ، وَ تَقُوْلُ بِالنُّوْنِ الثَّقِيْلَةِ مُدَّنَّ مُدَّانِّ مُدُّنَّ مُدِّنَّ مُدَّانِّ اُمْدُدْنَانِّ، وَ بِالنُّوْنِ الْخَفِيْفَةِ مُدَّنْ مُدُّنْ مُدِّنْ۔

ترجمہ: اور یہ قاعدہ اس وقت ہے جب دوسرے حرف کا سکون لازم ہو، اور رہا اس وقت جب دوسرے حرف کا سکون عارضی ہو تو ادغام کرنا اور ادغام نہ کرنا دونوں جائز ہے، جیسے **اُمْدُدْ**، اور **مُدَّ** خفت کی وجہ سے دال کے فتحہ کے ساتھ، اور **مُدِّ** کسرہ کے ساتھ، اس لئے کہ کسرہ ساکن حرف کو حرکت دینے میں اصل ہے، اور **مُدُّ** عین کلمہ کی اتباع کرتے ہوئے ضمہ کے ساتھ، اور اسی وجہ سے عین کلمہ کی عدمِ اتباع کی وجہ سے **فِرُّ** جائز نہیں ہے، اور **اُمْدُدْنَ** میں

ادغام کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ دوسرے حرف کا سکون لازم ہے، اور تو نونِ ثقیلہ کے ساتھ کہے مُدَّنَّ مُدَّانِّ مُدُّنَّ مُدِّنَّ مُدَّانِّ اُمْدُدْنَانِّ اور نونِ خفیفہ کے ساتھ کہے مُدَّنْ مُدُّنْ مُدِّنْ۔

سوال: آپ کا بیان کردہ قاعدہ سکونِ لازمی کی صورت میں ہے اور اگر دوسرا حرف سکونِ عارضی کی بناء پر ساکن ہو تو کیا کریں گے؟

جواب: جب دوسرے حرف کا سکون عارضی ہو تو ادغام کرنا اور ادغام نہ کرنا دونوں جائز ہے جیسے **اُمْدُدْ** بغیر ادغام کے پڑھے، یا **مُدَّ** دال کے فتحہ کے ساتھ خفت کی وجہ سے یا **مُدِّ** دال کے کسرہ کے ساتھ الساکن اذا حرک حرک بالکسر کے تحت، یا **مُدُّ** دال کے ضمہ کے ساتھ عین کلمہ کی اتباع کرتے ہوئے، پس اس میں چاروں صورتیں روا ہیں، اور **اِفْرِرْ** میں **فِرَّ۔ فِرِّ** تو جائز ہے مگر **فِرُّ** جائز نہیں، کیونکہ یہاں پر اتباع نہیں پائی جارہی کہ عین کلمہ مکسور ہے۔

سوال: اُمْدُدْنَ میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ دو حرف ایک جنس کے جمع ہیں؟

جواب: **اُمْدُدْنَ** کے دوسری دال کا سکون سکونِ لازمی ہے اور جب سکونِ لازمی ہو تو ادغام جائز نہیں ہوتا جیسے کہ اوپر بیان ہوا۔

سوال: امر حاضر معروف بنونِ ثقیلہ اور خفیفہ کی گردان کریں۔

جواب: فعلِ امر حاضر معروف بنونِ ثقیلہ:

مُدَّنَّ۔ مُدَّانِّ۔ مُدُّنَّ۔ مُدِّنَّ مُدَّانِّ۔ اُمْدُدْنَانِّ۔

فعلِ امر حاضر معروف بنونِ خفیفہ: **مُدَّنْ۔ مُدُّنْ۔ مُدِّنْ۔**

اُمْدُدْنَانِّ میں ادغام نہیں ہوا کیونکہ دوسری دال کا سکون سکونِ لازمی ہے۔

اِسْمُ الْفَاعِلِ مَادٌّ، وَ اِسْمُ الْمَفْعُوْلِ مَمْدُوْدٌ، اِسْمُ الزَّمَانِ وَ الْمَكَانِ مَمَدٌّ، اِسْمُ الْآلَةِ مِمَدٌّ، وَ الْمَجْهُوْلُ مُدَّ يُمَدُّ مَدّاً، وَ يَجُوْزُ الْاِدْغَامُ اِذَا وَقَعَ قَبْلَ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ مِنْ حُرُوْفِ اتثدذز سشص ضطظوى، نَحْوُ اِتَّخَذَ وَ هُوَ شَاذٌّ، وَ نَحْوُ اِتَّجَرَ، وَ نَحْوُ اِثَّارَ بِالثَّاءِ، يَجُوْزُ فِيْهِ اِتَّارَ بِالتَّاءِ لِاَنَّ التَّاءَ وَ الثَّاءَ مِنَ الْمَهْمُوْسَةِ، وَ حُرُوْفُهَا ستشحثك خصفه، فَتَكُوْنَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ نَظْراً اِلَى الْمَهْمُوْسِيَّةِ، فَيَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ ثَاءً وَ الثَّاءِ تَاءً۔

ترجمہ: اسمِ فاعل **مَادٌّ**، اور اسمِ مفعول **مَمْدُوْدٌ**، اسمِ زمان اور مکان **مَمَدٌّ**، اسمِ آلہ **مِمَدٌّ**، اور مجہول **مُدَّ يُمَدُّ مَدّاً**، ادغام کرنا جائز ہے جب افتعال کی تاء سے پہلے اتثدذز سشص ضطظوی کے حروف میں سے واقع ہو جیسے **اِتَّخَذَ**۔ اور یہ شاذ ہے، اور جیسے **اِتَّجَرَ**، اور جیسے **اِثَّارَ** ثاء کے ساتھ، اور اس میں تاء کے ساتھ **اِتَّارَ** بھی جائز ہے اس لئے کہ تاء اور ثاء مہموسہ میں سے ہیں، اور مہموسہ کے حروف ستشحثك خصفه ہیں، پس تاء اور ثاء مہموسہ کی جانب نظر کرتے ہوئے ایک جنس کے ہو گئے، پس تیرے لئے جائز ہے تاء کو ثاء کر کے اور ثاء کو تاء کر کے ادغام کرنا۔

سوال: اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

جواب: اسمِ فاعل **مَادٌّ** آتا ہے جو اصل میں **مَادِدٌ** تھا پس پہلی دال کو ساکن کر کے دوسری میں ادغام کر دیا۔ اور اسمِ مفعول **مَمْدُوْدٌ** آتا ہے اس میں ادغام نہیں ہو گا کہ درمیان میں واؤ حائل ہے جس کی وجہ سے دو ہم جنس حرف جدا جدا ہیں۔

سوال: اسمِ ظرف اور اسمِ آلہ میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

جواب: اسمِ ظرف زمان اور مکان **مَمَدٌّ** آتا ہے جو اصل میں **مَمْدَدٌ** تھا پس پہلی دال کا فتحہ ما قبل میمِ ساکن کو دیا اور پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا تو **مَمَدٌّ** ہو گیا، اسمِ ظرف کی گردان :

مَمَدٌّ۔ مَمَدَّانِ۔ مَمَدُّوْنَ۔ مَمَدَّةٌ۔ مَمَدَّتَانِ۔ مَمَدَّاتٌ۔

اسمِ آلہ **مِمَدٌّ** آتا ہے جو اصل میں **مِمْدَدٌ** تھا پس پہلی دال کا فتحہ ما قبل میمِ ساکن کو دیا اور پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا تو **مِمَدٌّ** ہو گیا۔

اسمِ آلہ کی گردان :**مِمَدٌّ۔ مِمَدَّانِ۔ مِمَدُّوْنَ۔ مِمَدَّةٌ۔ مِمَدَّتَانِ۔ مِمَدَّاتٌ۔**

سوال: فعلِ ماضی مجہول اور فعلِ مضارع مجہول کے صیغوں میں ادغام کی وضاحت کیا ہے؟

جواب: فعلِ ماضی مجہول **مُدَّ** آتا ہے جو اصل میں **مُدِدَ** تھا پس پہلی دال کو ساکن کر کے دال کا دال میں ادغام کر دیا تو **مُدَّ** ہو گیا۔

فعلِ ماضی مجہول کی گردان :

مُدَّ۔　مُدَّا۔　مُدُّوْا۔　　مُدَّتْ۔　مُدَّتَا۔　مُدِدْنَ۔

مُدِدْتَ۔ مُدِدْتُمَا۔ مُدِدْتُمْ۔　　مُدِدْتِ۔ مُدِدْتُمَا۔ مُدِدْتُنَّ۔

مُدِدْتُ۔ مُدِدْنَا۔

فعلِ مضارع مجہول **یُمَدُّ** آتا ہے جو اصل میں **یُمْدَدُ** تھا پس پہلی دال کا فتحہ نقل کر کے میمِ ساکن کو دیا پھر دال کا دال میں ادغام کر دیا تو **یُمَدُّ** ہو گیا۔

فعلِ مضارع مجہول کی گردان :

یُمَدُّ۔ یُمَدَّانِ۔ یُمَدُّوْنَ۔　　تُمَدُّ۔ تُمَدَّانِ۔ یُمْدَدْنَ۔

تُمَدُّ۔ تُمَدَّانِ۔ تُمَدُّوْنَ۔　　تُمَدِّیْنَ۔ تُمَدَّانِ۔ تُمْدَدْنَ۔　　اُمَدُّ۔ نُمَدُّ۔

سوال: مَدٌّ جو کہ مصدر ہے اصل میں کیا تھا؟

جواب: مصدر **مَدٌّ** اصل میں **مَدْدٌ فَعْلٌ** کے وزن پر تھا پس دالِ ساکن کا دالِ متحرک میں ادغام کر دیا تو **مَدٌّ** ہو گیا۔

سوال: بابِ افتعال میں ادغام کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب: جب افتعال کی تاء سے پہلے **(۱)**۔۔۔ اَ۔ **(۲)**۔۔۔ د۔ **(۳)**۔۔۔ ذ۔ **(۴)**۔۔۔ ز۔ **(۵)**۔۔۔ س۔ **(۶)**۔۔۔ ش۔ **(۷)**۔۔۔ ص۔ **(۸)**۔۔۔ ض۔ **(۹)**۔۔۔ ط۔ **(۱۰)**۔۔۔ ظ۔ **(۱۱)**۔۔۔ و۔ **(۱۲)**۔۔۔ ی۔ **(۱۳)**۔۔۔ ت ۔**(۱۴)**۔۔۔ ث ۔ میں سے کوئی حرف واقع ہو تو تائے افتعال کو اس حرف سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے جیسے **اِتَّجَرَ** کہ اس کی اصل **اِتْتَجَرَ** ہے جو کہ **تَجَرَ** سے بنا ہے یہاں تائے افتعال سے پہلے بھی تاء ہے لہذا پہلی تاء کو دوسری تاء میں ادغام کر دیا تو **اِتَّجَرَ** ہو گیا۔

اور **اِثّارَ** جو کہ اصل میں **اِثْتَارَ** ہے، اس میں دو صورتیں جائز ہیں یعنی **اِثّارَ** اور **اِتّارَ**۔ کیونکہ ثاء اور تاء دونوں صفتِ مہموسہ میں سے ہیں، پس صفتِ ہمس کی بناء پر دونوں کو ہم جنس قرار دیا گیا ہے اور اس صورت میں تاء کو ثاء اور ثاء کو تاء کر کے ادغام کر سکتے ہیں اسی لئے **اِثّارَ** اور **اِتّارَ** دونوں طرح منقول ہے۔ بخلاف **اِتَّخَذَ** کے کہ اس کی اصل **اِءْتَخَذَ** ہے پس دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلا اور پھر یاء کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا تو **اِتَّخَذَ** بن گیا، اور یہ ادغام کرنا شاذ ہے کیونکہ جو یاء تاء سے بدل گئی ہے وہ یائے اصلی نہیں ہے بلکہ ہمزہ سے بدل کر آئی ہے۔

سوال: حروفِ مہموسہ کون کون سے ہیں اور صفتِ ہمس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: حروفِ مہموسہ دس ہیں :

ت۔ث۔ح۔خ۔س۔ش۔ص۔ف۔ک۔ہ۔

صفتِ ہمس کی تعریف :ہمس صوتِ خفی کو کہتے ہیں اسی لئے حروفِ مہموسہ میں آواز ضعیف ہوتی ہے۔

وَ نَحْوُ اِدَّانَ لَا یَجُوْزُ فِیْہِ غَیْرُ اِدْغَامِ التَّاءِ فِی الدَّالِ، لِاَنَّہٗ اِذَا جُعِلَتِ التَّاءُ دَالاً لِبُعْدِھَا مِنَ الدَّالِ فِی الْمَھْمُوْسِیَّةِ وَ لِقُرْبِ الدَّالِ مِنَ التَّاءِ فِی الْمَخْرَجِ فَیَلْزَمُ حِیْنَئِذٍ حَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فَیُدْغَمُ، وَ نَحْوُ اِذَّکَرَ یَجُوْزُ فِیْہِ اِدَّکَرَ وَ اِذْدَکَرَ۔

ترجمہ: **اور جیسے اِدَّانَ اس میں دال میں تاء کو ادغام کے بغیر پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ جب تاء کو دال بنایا گیا تاء کا دال سے مہموسہ میں دور ہونے کی وجہ سے، اور دال کا تاء سے مخرج**

میں قریب ہونے کی وجہ سے، پس اس وقت دو حرفوں کا ایک جنس سے ہونا لازم آئے گا، تو ادغام کر دیا گیا، اور جیسے اِذَّکَرَ اس میں اِدَّکَرَ اور اِذْدَکَرَ دونوں جائز ہے۔

لِاَنَّ الدَّالَ وَ الذَّالَ مِنَ الْمَجْهُوْرَةِ فَجُعِلَ التَّاءُ دَالاً كَمَا فِی اِدَّانَ لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ بَيْنَهُمَا فَيَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ نَظْراً اِلٰى اِتِّحَادِهِمَا فِی الْمَجْهُوْرِيَّةِ يُجْعَلُ الدَّالُ ذَالاً وَ الذَّالُ دَالاً، وَ الْبَيَانُ نَظْراً اِلٰى عَدَمِ اِتِّحَادِهِمَا فِی الذَّاتِ۔

ترجمہ: اس لئے کہ دال اور ذال مجہورہ میں سے ہیں پس تاء کو دال بنایا جیسے کہ اِدَّانَ میں ان دونوں کے درمیان مخرج میں قرب کی وجہ سے، پس تیرے لئے جائز ہے ادغام کرنا مجہورہ میں ان دونوں کے متحد ہونے کی وجہ سے، پس دال کو ذال اور ذال کو دال بنایا گیا، اور ذات میں ان دونوں کے عدمِ اتحاد کی جانب نظر کرتے ہوئے بیان (بغیر ادغام کے) بھی جائز ہے۔

سوال: اِدَّانَ اصل میں کیا تھا اور اس میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

جواب: اِدَّانَ اصل میں **اِدْتَانَ** تھا تائے افتعال کو دال کر کے دال کا دال میں ادغام کر دیا تو **اِدَّانَ** ہو گیا۔ لیکن یہاں پر دال کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر کے **اِتَّانَ** پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ تاء اور دال دونوں میں ہمس کی صفت موجود نہیں ہے کہ تاء مہموسہ ہے اور دال مجہورہ ہے اور دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ہاں مخرج کے اعتبار سے دال تاء کے قریب ہے لہذا جب تاء کو دال سے بدلیں گے تو **اِدْدَانَ** ہو گا پھر ایک جنس کے دو حرف جمع ہونے کی وجہ سے ادغام کر دیں گے تو **اِدَّانَ** ہو جائے گا۔

سوال: اِذَّکَرَ اصل میں کیا تھا اور اس کو کتنی طرح سے پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اِدَّکَرَ اصل میں اِذْتَکَرَ تھا۔ اور اس میں تین صورتیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔ **اِدَّکَرَ** جو کہ **اِذْتَکَرَ** تھا پس تاء اور ذال کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تائے افتعال کو دال سے بدل دیا تو **اِذْدَکَرَ** ہو گیا پھر ذال اور دال کے صفتِ جہر میں متحد ہونے کی وجہ سے دال کو ذال سے بدل دیا تو **اِذْذَکَرَ** ہو گیا پھر ذال کو ذال میں ادغام کر دیا دونوں کے ہم جنس ہونے کی وجہ سے تو **اِذَّکَرَ** ہو گیا۔

(۲)۔۔۔ **اِذْدَکَرَ** جو کہ **اِذْتَکَرَ** تھا پس تائے افتعال کو دال سے بدل دیا دونوں کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تو **اِذْدَکَرَ** ہو گیا، اس مثال میں دال کو ذال سے نہیں بدلا گیا کہ دال اپنی ذات کے اعتبار سے ذال کے متحد نہیں ہے۔

(۳)۔۔۔ **اِدَّکَرَ** جو کہ **اِذْتَکَرَ** تھا پس تائے افتعال کو دال سے بدل دیا دونوں کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تو **اِذْدَکَرَ** ہو گیا، پھر ذال کو دال سے بدل دیا گیا دونوں کے مہموسہ ہونے کی وجہ سے تو **اِدْدَکَرَ** ہو گیا پھر دونوں دال کے ہم جنس ہونے کی وجہ سے دال کا دال میں ادغام کر دیا تو **اِدَّکَرَ** ہو گیا۔

وَ نَحْوُ اِزَّانَ مِثْلُ اِذَّکَرَ وَلٰکِنْ لَا یَجُوْزُ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الزَّاءِ دَالاً لِاَنَّ الزَّاءَ اَعْظَمُ مِنَ الدَّالِ فِی اِمْتِدَادِ الصَّوْتِ فَیَصِیْرُ حِیْنَئِذٍ کَوَضْعِ الْقَصْعَةِ الْکَبِیْرَةِ فِی الصَّغِیْرَةِ اَوْ لِاَنَّهٗ یُوَازِیْ بِاِدَّانَ۔

ترجمہ: اور جیسے اِزَّانَ یہ اِذَّکَرَ کے مثل ہے، لیکن زاء کو دال بنا کر ادغام کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ زاء دال سے آواز کو لمبا کرنے میں اعظم ہے، پس اس وقت ایسے ہی ہو گیا جیسے بڑے پیالے کو چھوٹے پیالے میں رکھنا، یا اس لئے کہ یہ اِدَّانَ کے مقابل ہے۔

وَ نَحْوُ اِسَّمَعَ یَجُوْزُ فِیْهِ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ سِیْناً، لِاَنَّ السِّیْنَ وَالتَّاءَ مِنَ الْمَهْمُوْسِیَّةِ، وَ لَا یَجُوْزُ فِیْهِ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ السِّیْنَ تَاءً لِعَظْمِ السِّیْنِ فِی اِمْتِدَادِ الصَّوْتِ، وَیَجُوْزُ الْبَیَانُ لِعَدَمِ الْجِنْسِیَةِ فِی الذَّاتِ۔

اور جیسے اِسَّمَعَ اس میں تاء کو سین بنا کر ادغام کرنا جائز ہے اس لئے کہ سین اور تاء مہموسہ میں سے ہیں، اور اس میں سین کو تاء بنا کر ادغام کرنا جائز نہیں ہے سین کا آواز کو لمبا کرنے میں بڑا ہونے کی وجہ سے، اور اس میں بیان (بغیر ادغام کئے) بھی جائز ہے ذات میں عدمِ جنسیت کی وجہ سے۔

سوال: اِزَّانَ اصل میں کیا تھا اور اس میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟

جواب: اِزَّانَ اصل میں **اِزْتَانَ** تھا، اور اس میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔**اِزَّانَ** جو کہ **اِزْتَانَ** تھا پس تائے افتعال کو دال سے بدل دیا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تو **اِزْدَانَ** ہو گیا، پھر دال کو زاء سے بدلا تو **اِزْزَانَ** ہو گیا پھر دونوں کے ہم جنس ہونے کی وجہ سے زاء کا زاء میں ادغام کر دیا تو **اِزَّانَ** ہو گیا۔

(۲)۔۔۔**اِزْدَانَ** جو کہ **اِزْتَانَ** تھا پس تائے افتعال کو دال سے بدل دیا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تو **اِزْدَانَ** ہو گیا۔

اور اس مثال میں زاء کو دال سے بدلنا جائز نہیں ہے کیونکہ زاء آواز کو کھینچنے میں دال سے اعظم ہے، اب اگر زاء کو دال سے بدلیں گے تو ایسا ہی ہو گا جیسے بڑے پیالہ کو چھوٹے پیالہ میں رکھ دینا، اور یہ درست نہیں کہ چھوٹا پیالہ تو بڑے پیالہ میں رکھا جاتا ہے مگر بڑا پیالہ چھوٹے پیالہ میں نہیں رکھا جاتا۔

نیز **اِزْدَانَ** میں زاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام نہیں کریں گے کیونکہ ایسا کرنے سے صیغہ **اِدَّانَ** بن جائے گا جو کہ التباس کا سبب ہے کہ اس صورت میں پتہ نہ چلے گا کہ **اِدَّانَ** **اِزْتَانَ** سے بنا ہے جو کہ زینت کا معنی دیتا ہے، یا **اِدْتَانَ** سے بنا ہے جو کہ دین کا معنی دیتا ہے، پس اس خرابی کی وجہ سے **اِزَّانَ** میں تیسری صورت جائز نہیں ہے۔

سوال: **اِسَّمَعَ** اصل میں کیا تھا اور اس میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟

جواب: **اِسَّمَعَ** اصل میں **اِسْتَمَعَ** تھا۔ اور اس میں دو صورتیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔ **اِسَّمَعَ** جو کہ **اِسْتَمَعَ** تھا پس تائے افتعال کو سین سے بدل دیا دونوں کے مہموسہ ہونے کی وجہ سے تو **اِسْسَمَعَ** ہو گیا، پھر سین کا سین میں ادغام کر دیا دونوں کے ہم جنس ہونے کی بناء پر تو **اِسَّمَعَ** ہو گیا۔

(۲)۔۔۔ **اِسْتَمَعَ** پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ ذات کے اعتبار سے سین اور تاء ہم جنس نہیں ہیں لہذا ادغام نہیں کیا جائے گا۔

سوال: **اِسَّمَعَ** جو اصل میں **اِسْتَمَعَ** ہے اس میں سین کو تائے افتعال سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر کے **اِتَّمَعَ** پڑھنا کیوں جائز نہیں ہے؟

جواب: اِسْتَمَعَ میں سین کو تاء سے نہیں بدلا جائے گا کیونکہ سین میں آواز کو لمبا کیا جاتا ہے جسے امتدادِ صوت کہتے ہیں، لہذا سین تاء کی بنسبت اعظم ہے اور اس عظمت کی وجہ سے سین کو تاء سے نہیں بدلیں گے۔

وَ نَحْوُ اِشَّبَهَ مِثْلُ اِسَّمَعَ، وَ نَحْوُ اِصَّبَرَ يَجُوْزُ فِيْهِ اِصْطَبَرَ، لِاَنَّ الصَّادَ وَ الطَّاءَ مِنَ الْمُسْتَعْلِيَةِ الْمُطْبِقَةِ، وَ حُرُوْفُهَا صضطظ خغق، اَلْاَرْبَعَةُ الْاُوْلٰى مُسْتَعْلِيَةٌ مُطْبِقَةٌ، وَ الثَّلَاثَةُ الْاَخِيْرَةُ مُسْتَعْلِيَةٌ فَقَطْ، وَ التَّاءُ مِنَ الْمُنْخَفِضَةِ فَجُعِلَ التَّاءُ طَاءً لِمُبَاعَدَةِ بَيْنَهُمَا وَ قُرْبِ التَّاءِ مِنَ الطَّاءِ فِي الْمَخْرَجِ فَصَارَ اِصْطَبَرَ۔ كَمَا فِي سِتٍّ اَصْلُهٗ سِدْسٌ فَجُعِلَ السِّيْنُ وَ الدَّالُ تَاءً لِقُرْبِ السِّيْنِ مِنَ التَّاءِ فِي الْمَهْمُوْسِيَّةِ وَ التَّاءُ مِنَ الدَّالِ فِي الْمَخْرَجِ ثُمَّ اُدْغِمَ فَصَارَ سِتٌّ۔

ترجمہ: اور جیسے اِشَّبَهَ اِسَّمَعَ کے مثل ہے، اور جیسے اِصَّبَرَ اس میں اِصْطَبَرَ بھی جائز ہے، اس لئے کہ صاد اور طاء مستعلیہ مطبقہ میں سے ہے، اور مستعلیہ کے حروف صضطظ خغق ہیں، شروع کے چار حرف مستعلیہ مطبقہ ہیں اور آخر کے تین حرف صرف مستعلیہ ہیں، اور تاء منخفضہ میں سے ہے، پس تاء کو طاء بنایا گیا ان دونوں کے درمیان باہم دوری کی وجہ سے اور تاء کا طاء سے مخرج میں قرب کی وجہ سے تو اِصْطَبَرَ ہو گیا۔ جیسے کہ سِتٌّ میں کہ اس کی اصل سِدْسٌ ہے، پس سین اور دال کو تاء بنایا گیا سین کا تاء سے مہموسہ میں قریب ہونے کی وجہ سے، اور تاء کا دال سے مخرج میں قریب ہونے کی وجہ سے، پھر ادغام کر دیا گیا تو سِتٌّ ہو گیا۔

ثُمَّ یَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الطَّاءِ صَادًا نَظَرًا اِلٰی اِتِّحَادِهِمَا فِی الْاِسْتِعْلَاءِیَّةِ نَحْوُ اِصَّبَرَ، وَلَا یَجُوْزُ لَكَ الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الصَّادِ طَاءً لِعَظْمِ الصَّادِ اَعْنِی لَا یُقَالُ اِطَّبَرَ، وَ یَجُوْزُ الْبَیَانُ لِعَدْمِ الْجِنْسِیَّةِ فِی الذَّاتِ۔

ترجمہ: پھر تیرے لئے طاء کو صاد بنا کر ادغام کرنا جائز ہے استعلائیہ میں ان دونوں کے اتحاد کی جانب نظر کرتے ہوئے، جیسے اِصَّبَرَ، اور تیرے لئے جائز نہیں ہے صاد کو طاء بنا کر ادغام کرنا صاد کے بڑا ہونے کی وجہ سے، یعنی اِطَّبَرَ نہیں کہیں گے، اور ذات میں عدمِ جنسیت کی بناء پر بیان (ادغام نہ کرنا) بھی جائز ہے۔

سوال: اِشَّبَهَ کی اصل کیا ہے اور اس میں ادغام کی کیا صورت ہے؟

جواب: اِشَّبَهَ۔اِسَّمَعَ کے مثل ہے یعنی اِسَّمَعَ اور اِسْتَمَعَ پڑھنا جائز ہے لہذا **اِشَّبَهَ** اور **اِشْتَبَهَ** پڑھنا جائز ہے اور **اِتَّمَعَ** پڑھنا جائز نہیں ہے کہ تاء کو سین سے بدلنا تو درست ہے دونوں میں صفتِ ہمس پائے جانے کی وجہ سے مگر سین کو تاء سے بدلنا جائز نہیں ہے کہ سین تاء سے اعظم ہے۔پس اسی طرح **اِتَّبَهَ** پڑھنا بھی جائز نہیں ہے علتِ مذکورہ کی وجہ سے۔

سوال: اِصَّبَرَ کو کتنے طریقوں سے پڑھنا جائز ہے؟

جواب: اِصَّبَرَ کو دو طریقوں سے پڑھنا جائز ہے:

(ا)۔۔۔**اِصْطَبَرَ** جو کہ **اِصْتَبَرَ** تھا پس تاء حروفِ منخفضہ میں سے اور صاد حروفِ مستعلیہ مطبقہ میں سے ہے اور یہ دونوں صفات آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی وجہ سے تائے افتعال کو صاد سے نہیں بدلا گیا کیونکہ دونوں حرف میں صفت کے اعتبار سے ثقل ہے۔ہاں! تائے افتعال

کو طاء سے بدلا گیا ہے کیونکہ تاء اور طاء قریب المخرج ہیں لہذا **اِضْطَرَبَ** ہو گیا جیسے کہ **سِتٌّ** کہ اصل میں **سِدْسٌ** تھا سین اور دال کو تاء سے بدل دیا کیونکہ سین اور تاء صفتِ ہمس میں متحد ہیں اور دال مخرج میں تاء کے قریب ہے پس سین کو تاء سے بدلا پھر دال کو تاء سے بدلا اور پھر دونوں تاء میں ادغام کر دیا تو **سِتٌّ** ہو گیا۔

(۲)۔۔۔اِصَّبَرَ جب **اِصْتَبَرَ** سے **اِصْطَبَرَ** بن گیا تو اب طاء کو صاد سے بدل دیا گیا دونوں کے صفتِ استعلاء میں مشترک ہونے کی وجہ سے تو **اِصْصَبَرَ** ہو گیا اور پھر صاد کا صاد میں ادغام کر دیا گیا تو **اِصَّبَرَ** ہو گیا۔

سوال: اِصَّبَرَ میں طاء کو صاد سے بدلا گیا ہے، صاد کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کر کے **اَطَّبَرَ** کیوں نہیں پڑھا گیا؟

جواب: طاء اور صاد اگرچہ صفتِ استعلاء کے اعتبار سے ایک ہیں مگر امتدادِ صوت کے اعتبار سے صاد طاء سے اعظم ہے پس اگر صاد کو طاء سے بدلتے تو بڑے پیالہ کو چھوٹے پیالہ میں رکھنا لازم آتا جو کہ درست نہیں لہذا **اِطَّبَرَ** جائز نہیں ہے۔

سوال: حروفِ مستعلیہ مطبقہ کون کون سے ہیں؟

جواب: حروفِ مستعلیہ یہ ہیں: صاد۔ ضاد۔ طاء۔ ظاء۔ حاء۔ غین۔ قاف۔ شروع کے چار مستعلیہ مطبقہ ہیں اور آخر کے تین صرف مستعلیہ ہیں۔

وَ نَحْوُ اِضَّرَبَ مِثْلُ اِصَّبَرَ اَعْنِی یَجُوْزُ فِیْہِ اِضَّرَبَ وَ اِضْطَرَبَ، وَلَا یَجُوْزُ اِطَّرَبَ، وَ نَحْوُ اِطَّلَبَ یَجِبُ فِیْہِ الْاِدْغَامُ لِقُرْبِ التَّاءِ مِنَ الطَّاءِ فِی الْمَخْرَجِ، وَ نَحْوُ اِظَّلَمَ یَجُوْزُ فِیْہِ

الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ الطَّاءِ ظَاءً وَالظَّاءِ طَاءً لِمُسَاوَاتِ بَيْنَهُمَا فِي الْعَظْمِ، وَيَجُوْزُ فِيْهِ الْبَيَانُ لِعَدْمِ الْجِنْسِيَّةِ فِي الذَّاتِ مِثْلُ اِظَّلَمَ وَاِطَّلَمَ وَاِظْطَلَمَ۔

ترجمہ: اور جیسے اِضَّرَبَ۔ اِصَّبَرَ کے مثل ہے، یعنی اس میں اِضَّرَبَ اور اِضْطَرَبَ جائز ہے اور اِطَّرَبَ جائز نہیں ہے، اور جیسے اِطَّلَبَ اس میں مخرج میں تاء کا طاء سے قریب ہونے کی وجہ سے ادغام واجب ہے، اور جیسے اِظَّلَمَ جائز ہے اس میں طاء کو ظاء کر کے اور ظاء کو طاء کر کے ادغام کرنا بڑا ہونے میں ان دونوں کے درمیان برابری ہونے کی وجہ سے، اور اس میں ذات میں عدمِ جنسیت کی وجہ سے بیان (بغیر ادغام) بھی جائز ہے اِظَّلَمَ۔ اِطَّلَمَ۔ اِظْطَلَمَ کے مثل۔

سوال: اِضْتَرَبَ میں کتنی صورتیں جائز ہیں نیز اس میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

جواب: اِضْتَرَبَ میں اِصَّبَرَ کی طرح دو صورتیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔ اِضْطَرَبَ جو کہ اِضْتَرَبَ تھا پس تائے افتعال کو طاء سے بدل دیا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تو اِضْطَرَبَ ہو گیا۔

(۲)۔۔۔ اِضَّرَبَ جو کہ اِضْتَرَبَ تھا پس تائے افتعال کو طاء سے بدلا تو اِضْطَرَبَ ہو گیا پھر طاء کو ضاد سے بدلا صفتِ مستعلیہ میں ایک ہونے کی وجہ سے تو اِضْضَرَبَ ہو گیا پھر دو ہم جنس حرف جمع ہونے کی وجہ سے ضاد کا ضاد میں ادغام کر دیا تو اِضَّرَبَ ہو گیا۔

سوال: جب اِضْتَرَبَ میں تائے افتعال کو طاء سے بدلا تو اِضْطَرَبَ ہوا اب ضاد کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کر کے اِطَّرَبَ کیوں نہیں کیا گیا، جبکہ صفتِ استعلاء میں ضاد اور طاء مشترک ہیں؟

جواب: ضاد کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام اس لئے نہیں کیا گیا کہ ضاد میں استطالت ہے جو اس کے علاوہ حروف میں نہیں، لہذا اگر ضاد کو طاء سے بدل دیا جائے تو ضاد سے یہ فضیلت ختم ہو جائے گی، اس لئے **اِطَّرَبَ** پڑھنا جائز نہیں ہے۔

سوال: **اِطَّلَبَ** میں کتنی صورتیں جائز ہیں اور اس میں کس طرح تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: **اِطَّلَبَ** میں صرف ایک صورت جائز ہے کیونکہ یہ اصل میں **اِطْتَلَبَ** تھا پس تائے افتعال کو طاء سے بدل کر طاء کا طاء میں ادغام کرنا واجب ہے دو ہم جنس حرف کے جمع ہونے کی وجہ سے لہذا ادغام کرنے کے بعد **اِطَّلَبَ** ہو گیا۔

سوال: **اِظَّلَمَ** میں کتنی صورتیں جائز ہیں اور اس میں تعلیل کی کیا کیفیت ہے؟

جواب: **اِظَّلَمَ** میں تین صورتیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔**اِظْطَلَمَ** جو کہ **اِظْتَلَمَ** تھا پس تائے افتعال کو طاء سے بدلا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے تو **اِظْطَلَمَ** ہو گیا۔

(۲)۔۔۔**اِطَّلَمَ** جو کہ **اِظْتَلَمَ** تھا پس تائے افتعال کو طاء سے بدلا علت مذکورہ کی وجہ سے پھر ظاء کو طاء سے بدلا دونوں کے مستعلیہ ہونے کی وجہ سے اور پھر طاء کا طاء میں ادغام کر دیا تو **اِطَّلَمَ** ہو گیا۔

(۳)۔۔۔**اِظَّلَمَ** جو کہ **اِظْتَلَمَ** تھا پس تائے افتعال کو طاء سے بدلا علت مذکورہ کی وجہ سے پھر طاء کو ظاء سے بدلا دونوں کے مستعلیہ ہونے کی وجہ سے اور پھر ظاء کا ظاء میں ادغام کر دیا تو **اِظَّلَمَ** ہو گیا۔

وَ نَحْوُ اِتَّقَدَ اَصْلُهٗ اِوْتَقَدَ فَجُعِلَ الْوَاوُ تَاءً، لِاَنَّهٗ اِنْ لَمْ تُجْعَلْ تَاءً يَصِيْرُ يَاءً لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا فَيَلْزَمُ حِيْنَئِذٍ كَوْنُ الْفِعْلِ مَرَّةً يَائِيًّا نَحْوُ اِيْتَقَدَ وَ مَرَّةً وَاوِيًّا نَحْوُ اُوْتُقِدَ، اَوْ يَلْزَمُ تَوَالِي الْكَسَرَاتِ، وَ نَحْوُ اِتَّسَرَ اَصْلُهٗ اِيْتَسَرَ فَجُعِلَ الْيَاءُ تَاءً فِرَاراً عَنْ تَوَالِي الْكَسَرَاتِ، وَ لَمْ يُدْغَمْ فِي مِثْلِ اِيْتَكَلَ، لِاَنَّ الْيَاءَ لَيْسَتْ بِلَازِمَةٍ يَعْنِي تَصِيْرُ الْيَاءُ هَمْزَةً اِذَا جُعِلَتْهُ ثُلَاثِيًّا وَ مِنْ ثَمَّ لَا يُدْغَمُ فِي حَيِيَ فِي بَعْضِ اللُّغَاتِ وَ اِدْغَامُ اِتَّخَذَ شَاذٌّ۔

ترجمہ: اور جیسے اِتَّقَدَ اس کی اصل اِوْتَقَدَ ہے پس واو کو تاء بنایا گیا، اس لئے کہ اگر واو کو تاء نہ بنایا جاتا تو یہ واو ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے یاء ہو جاتی تو اس وقت فعل کا کبھی یائی ہونا لازم آتا جیسے اِيْتَقَدَ اور کبھی واوی ہونا لازم آتا جیسے اُوْتُقِدَ، یا توالیٔ کسرات لازم آتا، اور جیسے اِتَّسَرَ کہ اس کی اصل اِيْتَسَرَ ہے پس یاء کو تاء بنایا گیا توالیٔ کسرات سے بچتے ہوئے، اور اِيْتَكَلَ کی مثل میں ادغام نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ یاء لازمہ نہیں ہے یعنی یاء ہمزہ ہو جاتی ہے جب اس کو ثلاثی بنایا جائے، اور اسی وجہ سے بعض لغات میں حَيِيَ میں ادغام نہیں کیا جاتا، اور اِتَّخَذَ کا ادغام شاذ ہے۔

سوال: اِتَّقَدَ کی اصل کیا ہے اور اس میں کس طرح تعلیل ہوتی ہے؟

جواب: اِتَّقَدَ کی اصل اِوْتَقَدَ ہے پس واؤ کو تاء سے بدل کر تاء کو تاء میں ادغام کر دیا گیا تو اِتَّقَدَ ہو گیا۔

سوال: اِوْتَقَدَ کی واؤ کو تاء سے کیوں بدلا گیا ہے؟

جواب: اگر واؤ کو تاء سے نہ بدلتے تو واؤ یاء سے بدل جاتی ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے، یوں **اِیْتَقَدَ** ہو جاتا اور جب اس سے فعلِ ماضی مجہول بنایا جاتا تو ما قبل ضمہ ہونے کی وجہ سے پھر واؤ سے بدل جاتی جیسے **اُوْتُقِدَ** یوں ایک فعل، معروف میں یائی ہوتا اور مجہول میں واوی ہوتا نیز اگر **اِوْتَقَدَ** میں واؤ کو تاء سے نہ بدلتے تو ما قبل کسرہ کی بناء پر یاء سے بدل جاتی اور **اِیْتَقَدَ** ہو جاتا اور اس صورت میں توالیٔ کسرات لازم آتا کہ یاء خود دو کسروں کے قائم مقام ہے اور اس سے پہلے ہمزہ بھی مکسور ہے لہذا ان دونوں خرابیوں سے بچنے کے لئے واؤ کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر کے **اِتَّقَدَ** پڑھا گیا ہے۔

سوال: اِتَّسَرَ اصل میں کیا تھا اور اس میں ادغام کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: **اِتَّسَرَ** اصل میں **اِیْتَسَرَ** تھا پس یاء کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کیا تو **اِتَّسَرَ** ہو گیا، اور اگر یاء کو تاء سے نہ بدلتے تو تین کسروں کا جمع ہونا لازم آتا اور یہ ثقل کا باعث ہے لہذا اسی وجہ سے یاء کو تاء سے بدل کر بعدِ ادغام **اِتَّسَرَ** پڑھا گیا ہے۔

سوال: **اِیْتَکَلَ** میں **اِتَّسَرَ**۔ کی طرح یاء کو تاء سے کیوں نہیں بدلا گیا ہے؟

جواب: **اِیْتَکَلَ** کی یاء کو تاء سے اس لئے نہیں بدلا گیا کہ یہ یاء اصلی اور لازم نہیں ہے کیونکہ ثلاثی مجرد میں یہ یاء ہمزہ ہو جاتی ہے اور **اَکَلَ** پڑھتے ہیں، پس **اِیْتَکَلَ** کی اصل **اِءْتَکَلَ** ہے، پس ہمزہ کے ساکن ہونے اور ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے ہمزہ کو یاء سے بدل دیا گیا اس لئے یہ یاء عارضی ہوئی اور اہلِ عرب کے نزدیک عارضی کا کوئی اعتبار نہیں اسی وجہ سے **حَیِیَ** کو بعض

لغات کو بغیر ادغام کے پڑھتے ہیں کیونکہ فعلِ مضارع میں یہ یاء الف سے بدل کر **یَحْیَا** پڑھا جاتا ہے لہذا **اِحْيِيَ** کی آخری یاء کو غیر لازم جانتے ہوئے ادغام نہیں کیا جاتا۔

سوال: **اِتَّخَذَ** جو **اِيْتَخَذَ** تھا اس کی یاء بھی تو اصلی اور لازم نہیں کہ ثلاثی مجرد میں یہ یاء ہمزہ ہو جاتی ہے جیسے **اَخَذَ**، تو پھر کیوں اس یاء کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر کے **اِتَّخَذَ** پڑھا جاتا ہے؟

جواب: **اِتَّخَذَ** والی مثال شاذ ہے اور شاذ سے دلیل اور حجت پکڑنا درست نہیں ہے۔

وَ يَجُوْزُ الْاِدْغَامُ اِذَا وَقَعَ بَعْدَ تَاءِ الْاِفْتِعَالِ مِنْ حُرُوْفِ ت د ذ ز س ص ض ط ظ، نَحْوُ يَقَتِّلُ وَ يَبَدِّلُ وَ يَعَذِّرُ وَ يَنَزِّعُ وَ يَبَسِّمُ وَ يَخَصِّمُ وَ يَنَضِّلُ وَ يَبَطِّرُ وَ يَنَظِّمُ وَ لٰكِنْ لَا يَجُوْزُ فِي اِدْغَامِهِنَّ اِلَّا الْاِدْغَامُ بِجَعْلِ التَّاءِ مِثْلَ الْعَيْنِ لِضُعْفِ اِسْتِدْعَاءِ الْمُؤَخَّرِ وَ عِنْدَ بَعْضِ الصَّرْفِيِّيْنَ لَا يَجِيْءُ هٰذَا الْاِدْغَامُ فِي الْمَاضِي، حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِمَاضِي التَّفْعِيْلِ۔

ترجمہ: اور جب بابِ اِفتعال کی تاء کے بعد ت د ذ ز س ص ض ط ظ کے حروف میں سے کوئی واقع ہو تو ادغام کرنا جائز ہے جیسے **يَقَتِّلُ وَ يَبَدِّلُ وَ يَعَذِّرُ وَ يَنَزِّعُ وَ يَبَسِّمُ وَ يَخَصِّمُ وَ يَنَضِّلُ وَ يَبَطِّرُ وَ يَنَظِّمُ**، لیکن ان کے ادغام کرنے میں جائز نہیں ہے مگر تاء کو عین کلمہ کے مثل بنا کر ادغام کرنا، مؤخر کی استدعاء کے ضعف کی وجہ سے، اور بعض اہلِ صرف کے نزدیک یہ ادغام فعلِ ماضی میں نہیں آئے گا، تاکہ تفعیل کی ماضی کے ساتھ التباس نہ ہو جائے۔

لِاَنَّ عِنْدَهُمْ تُنْقَلُ حَرَكَةُ التَّاءِ اِلٰى مَا قَبْلَهَا وَتُحْذَفُ الْمُجْتَلِبَةُ وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجِيْءُ بِكَسْرِ الْفَاءِ نَحْوُ خِصَّمَ، لِاَنَّ عِنْدَهُمْ كُسِرَ الْفَاءُ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ، وَعِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجِيْءُ الْمُجْتَلِبَةُ نَحْوُ اِخِصَّمَ نَظْرًا اِلٰى سُكُوْنِ اَصْلِهٖ۔

ترجمہ: اس لئے کہ اہلِ صرف کے نزدیک تاء کی حرکت اس کے ما قبل کی طرف منتقل ہو جائے گی اور ہمزہ کو حذف کر دیا جائے گا، اور بعض اہلِ صرف کے نزدیک فعلِ ماضی میں فاء کلمہ کے کسرہ کے ساتھ آتا ہے جیسے خِصَّمَ اس لئے کہ ان کے نزدیک فاء کو کسرہ دیا گیا ہے التقائے ساکنین کی وجہ سے، اور بعض اہلِ صرف کے نزدیک فعلِ ماضی ہمزہ کے ساتھ آتا ہے جیسے اِخِصَّمَ، فاء کلمہ کا اصل میں ساکن ہونے کی جانب نظر کرتے ہوئے۔

سوال: وہ کون کون سے حروف ہیں جو تائے افتعال کے بعد واقع ہوں تو تائے افتعال کو ان سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے؟

جواب: اگر تائے افتعال کے بعد ت۔ د۔ ذ۔ ز۔ س۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ۔ میں سے کوئی حرف واقع ہو تو تائے افتعال کو عین کلمہ سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے جیسے **يَقْتَتِلُ** سے **يَقَتِّلُ** اور **يَبْتَدِلُ** سے **يَبَدِّلُ** اور **يَخْتَصِمُ** سے **يَخَصِّمُ** وغیرہ، لیکن ان میں عین کلمہ کو تائے افتعال سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کرنا جائز نہیں جیسے **يَبْتَدِلُ** سے **يَبَتِّلُ**، کیونکہ تاء میں صفتِ ہمس کی وجہ سے ضعف ہے لہذا تاء عین کلمہ کو اپنی طرف لانے میں کمزور ہے، نیز تاء زائدہ ہے اور عین کلمہ اصلی ہے اور اصلی قوی ہوتا ہے جبکہ زائدہ ضعیف، پس اگر عین کلمہ کو تاء سے بدل دیں

تو ضعیف قوی ہو جائے گا اور قوی ضعیف، لہذا اس خرابی کی بناء پر عین کلمہ کو تائے افتعال سے نہیں بدلیں گے۔

سوال: کیا یہ ادغام ہر جگہ ہو سکتا ہے؟

جواب: بعض صرفیوں کے نزدیک یہ ادغام فعلِ ماضی میں جائز نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تائے افتعال کی حرکت ما قبل کو دی جائے گی اور ہمزۂ وصل کو عدمِ احتیاج کی بناء پر حذف کر دیا جائے گا تو اس طرح بابِ افتعال کی ماضی کا بابِ تفعیل کی ماضی کے ساتھ التباس لازم آئے گا مثلاً **اِخْتَصَمَ** میں تاء کا فتحہ خاء کو دے کر اور تاء کو صاد سے بدل کر صاد کا صاد میں ادغام کریں اور ہمزۂ وصل کو شروع سے حاجت نہ ہونے کی وجہ سے گرا دیں تو **خَصَّمَ** بن جائے گا اور بابِ تفعیل کی ماضی بھی **خَصَّمَ** آتی ہے اسی طرح دونوں باب کی ماضی ملتبس ہو جائیں گی لیکن بعض حضرات کے نزدیک **اِخْتَصَمَ** کی تاء کا فتحہ ما قبل کو نہیں دیں گے بلکہ اسے گرا دیں گے اور فاء کلمہ کو الساکن **اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ** کے تحت کسرہ دیں گے اور ہمزۂ وصل کو حذف کر دیں گے عدمِ احتیاج کی بناء پر اور تائے افتعال کو عین کلمہ سے بدل کر اس میں ادغام کریں گے تو **خِصَّمَ** بن جائے گا اس صورت میں التباس لازم نہیں آئے گا اور بعض کے نزدیک چونکہ فاء کلمہ یعنی خاء کا سکون اصلی ہے اور حرکت عارضی لہذا ہمزۂ وصل کو نہیں گرائیں گے اور **اِخِصَّمَ** پڑھیں گے، اور یوں التباس لازم نہیں آئے گا۔

وَيَجِيءُ فِي مُسْتَقْبِلِهٖ كَسْرُ الْفَاءِ وَ فَتْحُهَا كَمَا فِي الْمَاضِي نَحْوُ يَخِصِّمُ وَ يَخَصِّمُ، وَفِي فَاعِلِهٖ ضُمَّ الْفَاءُ لِلْاِتِّبَاعِ مَعَ فَتْحِهَا وَ كَسْرِهَا نَحْوُ مُخَصِّمُوْنَ ، مُخِصِّمُوْنَ ، وَ يَجِيءُ مَصْدَرُهٗ خِصَّاماً بِكَسْرِ الْخَاءِ لَا غَيْرُ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ اَوْ لِنَقْلِ كَسْرَةِ التَّاءِ اِلَى الْخَاءِ، وَيَجِيءُ خَصَّاماً اِنْ اُعْتُبِرَتْ حَرَكَةُ الصَّادِ الْمُدْغَمِ فِيْهَا، وَ يَجِيءُ اِخِصَّاماً اِعْتِبَاراً لِسُكُوْنِ الْاَصْلِ ، وَ يُدْغَمُ تَاءُ تَفَعُّلٍ وَ تَفَاعُلٍ فِيْمَا بَعْدَهَا بِاِجْتِلَابِ الْهَمْزَةِ كَمَا مَرَّ فِي بَابِ الْاِفْتِعَالِ، نَحْوُ اِطَّهَّرَ اَصْلُهٗ تَطَهَّرَ، وَ اِثَّاقَلَ اَصْلُهٗ تَثَاقَلَ۔

ترجمہ: اور اس کے مستقبل میں فاء کا کسرہ اور فاء کا فتحہ آتا ہے جیسے کہ فعلِ ماضی میں جیسے يَخِصِّمُ وَ يَخَصِّمُ، اور اس کے اسمِ فاعل میں فاء کو ضمہ دیا گیا میم فاعل کی اتباع کرتے ہوئے، فاء کے فتحہ اور فاء کے کسرہ کے ساتھ (یعنی خاء میں تینوں حرکت جائز ہیں) جیسے مُخُصِّمُوْنَ، مُخَصِّمُوْنَ، مُخِصِّمُوْنَ، اور اس کا مصدر خِصَّاماً آتا ہے خاء کے کسرہ کے ساتھ، نہ کہ التقائے ساکنین کے علاوہ کی وجہ سے، یا تاء کے کسرہ کو خاء کی جانب نقل کرنے کی وجہ سے، اور مصدر خَصَّاماً بھی آتا ہے اگر مدغم فیہ صاد کی حرکت کا اعتبار کیا جائے، اور مصدر اِخِصَّاماً بھی آتا ہے اصل کے ساکن ہونے کے اعتبار سے، اور بابِ تَفَعُّلٌ وَ تَفَاعُلٌ کی تاء کا ادغام کیا جائے گا اس میں جو اس کے بعد ہو گا ہمزہ کو داخل کرنے کے ساتھ جیسا کہ بابِ افتعال میں گزرا، جیسے اِطَّهَّرَ اس کی اصل تَطَهَّرَ ہے اور اِثَّاقَلَ کہ اس کی اصل تَثَاقَلَ ہے۔

سوال: کیا فعلِ ماضی کی طرح مضارع میں بھی فاء کلمہ کو مکسور یا مفتوح پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! فعلِ ماضی کی طرح فعلِ مضارع میں بھی مکسور الفاء یا مفتوح الفاء پڑھنا جائز ہے جیسے **یَخِصِّمُ-یَخَصِّمُ**۔

سوال: اسمِ فاعل میں کون کون سی صورتیں جائز ہیں؟

جواب: اسمِ فاعل میں تین صورتیں جائز ہیں:

(۱)۔۔۔ مُخُصِّمٌ یا تو میم کی اتباع میں فاء کلمہ کو بھی ضمہ دیں گے جیسے **مُخُصِّمُوْنَ**۔

(۲)۔۔۔ مُخَصِّمٌ یا تاء کا فتحہ نقل کرکے فاء کلمہ کو دیں گے جیسے **مُخَصِّمُوْنَ**۔

(۳)۔۔۔ مُخِصِّمٌ یا تاء کی حرکت گرا کر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے فاء کلمہ کو کسرہ دیں گے جیسے **مُخِصِّمُوْنَ**۔

سوال: مصدر کو کیسے پڑھا جائے گا؟

جواب: مصدر میں صرف مکسور الفاء **خِصَّامٌ** پڑھیں گے کیونکہ اصل میں **اِخْتِصَامٌ** تھا پس تاء کی حرکت فاء کو دیا، اور ہمزہ کو عدمِ احتیاج کی بناء پر گرا دیا، اور تاء کو صاد سے بدل کر صاد کا صاد میں ادغام کر دیا تو **خِصَّامٌ** ہو گیا، یا اس کی تعلیل یہ ہو گی کہ تاء کی حرکت کو گرا دیا اور فاء کو سکونِ اصلی کی بناء پر کسرہ دیا پھر ہمزہ کو گرا دیا، تاء کو صاد سے بدل کر اس میں ادغام کر دیا تو **خِصَّامٌ** ہو گیا۔ اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ صاد مدغم فیہ کی حرکت کا اعتبار کرکے فاء کلمہ کو فتحہ دیں گے تو **خَصَّامٌ** ہو جائے گا اور اگر فاء کلمہ کے سکونِ اصلی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہمزہ کو نہ گرائیں اور فاء کلمہ کو کسرہ دیں تو **اِخِصَّامٌ** ہو جائے گا۔ پس مصدر میں **خِصَّامٌ-خَصَّامٌ-اِخِصَّامٌ**۔ تینوں طرح جائز ہے۔

سوال: بابِ **تَفَعُّلٌ** اور **تَفَاعُلٌ** میں ادغام کی کیا صورتیں ہوں گی؟

جواب: بابِ **تَفَعُّلٌ** اور **تَفَاعُلٌ** کی تاء کو بعد والے حرف سے بدل کر ادغام کرتے ہیں اور شروع میں ہمزۂ وصل لاتے ہیں کیونکہ مدغم حرف ساکن ہوتا ہے اور ساکن سے ابتداء محال ہے لہذا اب **تَطَهَّرَ** سے **اِطَّهَّرَ** اور **تَثَاقَلَ** سے **اِثَّاقَلَ** بن گیا۔

وَلَا يُدْغَمُ فِي نَحْوِ اِسْتَطْعَمَ بِسُكُوْنِ الطَّاءِ تَحْقِيْقاً وَ فِي اِسْتَدَانَ تَقْدِيْراً وَلٰكِنْ يَجُوْزُ حَذْفُ تَائِهٖ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوُ اِسْطَاعَ يَسْطِيْعُ كَمَا مَرَّ فِي ظَلْتُ، وَاِذَا قُلْتَ اَسْطَاعَ بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ يَكُوْنُ السِّيْنُ زَائِداً كَالْهَاءِ فِي اَهْرَاقَ اَصْلُهٗ اَرَاقَ لِاَنَّهٗ مِنَ الْاِرَاقَةِ ثُمَّ زِيْدَتْ عَلَيْهَا الْهَاءُ عَلٰى خِلَافِ الْقِيَاسِ۔

ترجمہ: اور اِسْتَطْعَمَ کے جیسے میں ادغام نہیں کیا جائے گا طاء کے سکونِ تحقیقی ہونے کی وجہ سے، اور اِسْتَدَانَ میں بھی ادغام نہیں کیا جائے گا دال کے سکونِ تقدیری ہونے کی وجہ سے، اور لیکن بعض جگہوں میں اس کے تاء کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے اِسْطَاعَ یَسْطِیْعُ، جیسے کہ ظَلْتُ میں گزرا، اور جب تو کہے اَسْطَاعَ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ تو سین زائد ہو گا اَهْرَاقَ میں ہاء کے جیسے کہ اس کی اصل اَرَاقَ ہے اس لئے کہ یہ اَلْاِرَاقَۃُ سے ہے، پھر اس پر خلافِ قیاس ہاء کی زیادتی کی گئی۔

سوال: **اِسْتَطْعَمَ** میں تاء اور طاء قریب المخرج ہونے کے باوجود ان میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

جواب: کیونکہ دوسرا حرف طاء ساکن ہے اور جب دوسرا حرف ساکن ہو چاہے حقیقۃً یا تقدیراً تو ادغام نہیں ہوتا کہ دوسرے حرف کا متحرک ہونا ادغام میں شرط ہے پس **اِسْتَطْعَمَ** میں دوسرا حرف یعنی طاء حقیقۃً ساکن ہے اور **اِسْتَدَانَ** میں دوسرا حرف یعنی دال تقدیراً ساکن ہے کہ اس کی اصل **اِسْتَدْیَنَ** ہے، البتہ ایسی صورت میں جب دو قریب المخرج یاہم جنس حرف جمع ہو جائیں اور ان میں دوسرا حرف ساکن ہو تو تاء کو بعض مقامات پر حذف کر دیتے ہیں جیسے **اِسْطَاعَ** جو کہ **اِسْتَطَاعَ** تھا، **یَسْطِیْعُ** جو اصل میں **یَسْتَطِیْعُ** تھا جیسے کہ **ظَلْتُ** میں کہ اصل میں **ظَلَلْتُ** تھا پس ادغام کی شرط مفقود ہونے کی وجہ سے دوسرے لام کو حذف کر دیا گیا ہے۔

سوال: **اِسْطَاعَ** اور **اَسْطَاعَ** میں کیا فرق ہے؟

جواب: **اِسْطَاعَ** بابِ افتعال کی ماضی ہے یہاں سے تائے افتعال کو گرا دیا گیا ہے کہ اصل میں **اِسْتَطَاعَ** تھا۔ اور **اَسْطَاعَ** بابِ افعال کی ماضی ہے یہاں پر سین زائد ہے اصل میں اَطَاعَ تھا جیسے **اَھْرَاقَ** اصل میں **اَرَاقَ** تھا جو کہ **اِرَاقَۃٌ** سے بنا ہے پھر خلافِ قیاس ہاء زیادہ کر دی گئی ہے۔

اَلْبَابُ الثَّالِثُ فِی الْمَهْمُوْزِ

مہموز کا بیان

لَا یُقَالُ لَهٗ صَحِیْحٌ لِصَیْرُوْرَةِ هَمْزَتِهٖ حَرْفَ الْعِلَّةِ فِی التَّلْیِیْنِ وَ هُوَ یَجِیْءُ عَلٰی ثَلَاثَةِ اَضْرُبٍ، مَهْمُوْزُ الْفَاءِ نَحْوُ اَخَذَ، وَ الْعَیْنِ نَحْوُ سَأَلَ، وَ اللَّامِ نَحْوُ قَرَأَ، وَ حُکْمُ الْهَمْزَةِ کَحُکْمِ الْحَرْفِ الصَّحِیْحِ اِلَّا أَنَّهَا قَدْ تُخَفَّفُ بِالْقَلْبِ وَ جَعْلِهَا بَیْنَ بَیْنَ اَیْ بَیْنَ مَخْرَجِهَا وَ بَیْنَ مَخْرَجِ الْحَرْفِ الَّتِیْ مِنْهُ حَرْکَتُهَا، وَ الْحَذْفِ، اَلْاَوَّلُ یَکُوْنُ اِذَا کَانَتْ سَاکِنَةً مُتَحَرِّکًا مَا قَبْلَهَا فَقُبِلَتِ الْهَمْزَةُ بِشَیْءٍ یُوَافِقُ مَا قَبْلَهَا لِلِیْنِ عَرِیْکَةِ السَّاکِنَةِ وَ اِسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ رَأْسٍ وَ لُؤْمٍ وَ بِئْرٍ۔

ترجمہ: مہموز کو صحیح نہیں کہا جاتا ضعیف ہونے میں مہموز کے ہمزہ کا حرفِ علت سے بدل جانے کی وجہ سے، اور مہموز تین قسموں پر آتا ہے: (۱)۔۔۔ مہموز الفاء جیسے اَخَذَ، (۲)۔۔۔ مہموز العین جیسے سَأَلَ، (۳)۔۔۔ مہموز اللام جیسے قَرَأَ، اور ہمزہ کا حکم حرفِ صحیح کے حکم کی طرح ہے مگر یہ کہ کبھی ہمزہ کو بدل کر تخفیف کی جاتی ہے، اور کبھی ہمزہ کو بین بین کر کے تخفیف کی جاتی ہے، یعنی ہمزہ کے مخرج اور اس حرف کے مخرج جس کی حرکت اس سے ہو کے درمیان پڑھنا، اور کبھی ہمزہ کو حذف کر کے تخفیف کی جاتی ہے، (۱)۔۔۔ پہلا یعنی قلب اس وقت ہو گا جب ہمزہ ساکن ہو اور ہمزہ کا ما قبل متحرک ہو تو ہمزہ کو اس چیز سے بدل دیں گے

جو ہمزہ کے ما قبل کے موافق ہو ہمزہ ساکنہ کی طبیعت کے نرم ہونے کی وجہ سے، اور ہمزہ کے ما قبل کے چاہنے کی وجہ سے جیسے رَاسٌ اور لُوْمٌ اور بِیرٌ۔

سوال: مہموز کو صحیح کیوں نہیں کہا گیا حالانکہ اس میں تمام حروف صحیح ہوتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات ضرورت کے تحت ہمزہ کو ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل دیتے ہیں اس لئے اسے صحیح نہیں کہا گیا جیسے **اِیْمَانٌ** کہ یہ اصل میں **اِءْمَانٌ** تھا۔

سوال: مہموز کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں نیز ہمزہ کا حکم کیا ہے؟

جواب: مہموز کی تین قسمیں ہیں:

(۱)۔۔۔ مہموز الفاء جیسے **اَخَذَ**۔

(۲)۔۔۔ مہموز العین جیسے **سَاَلَ**۔

(۳)۔۔۔ مہموز اللام جیسے **قَرَأَ**۔

ہمزہ کا وہی حکم ہے جو تمام حروفِ صحیحہ کا ہے کیونکہ یہ بھی حروفِ صحیحہ میں سے ہے مگر اس کی سختی یعنی مخرج میں آواز کے بند ہو جانے کی وجہ سے اس میں تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ ہمزہ ثقیل حرف ہے کہ اس کا مخرج تمام حروف کے مخرج سے ابعد ہے یعنی اقصئ حلق ہے۔

سوال: ہمزہ میں تخفیف کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب: ہمزہ میں تخفیف کی تین صورتیں ہیں۔

سوال: پہلی صورت کیا ہے؟

جواب: (۱)۔۔۔ **پہلی صورت قلب کی ہے:** یعنی ہمزہ کو ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل دینا جیسے **أُءْمِنَ** سے **أُوْمِنَ**۔

سوال: قلب کب ہو گا؟

جواب: جب ہمزہ ساکن ہو اور اس کا ما قبل متحرک ہو تو ہمزہ کو ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدلیں گے جیسے **رَاسٌ** کہ اصل میں **رَأْسٌ** تھا۔ **بِيْرٌ** کہ اصل میں **بِئْرٌ** تھا۔ **لُوْمٌ** کہ اصل میں **لُؤْمٌ** تھا۔

سوال: یہاں ہمزہ کو حرفِ علت سے بدلنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ ساکن حرف کی طبیعت میں نرمی ہوتی ہے اور ما قبل چاہتا ہے کہ اسے اپنے موافق کر لے لہذا اسے ما قبل حرف کی حرکت کے موافق بنا دیتے ہیں۔

وَ الثَّانِيْ يَكُوْنُ اِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً وَ مُتَحَرِّكاً مَا قَبْلَهَا فَلَا تُقْلَبُ بَلْ يُجْعَلُ بَيْنَ بَيْنَ لِقُوَّةِ عَرِيْكَتِهَا نَحْوُ سَأَلَ وَ لَؤُمَ وَ سُئِلَ اِلَّا اِذَا كَانَتْ مَفْتُوْحَةً وَ مَا قَبْلَهَا مَكْسُوْرَةً أَوْ مَضْمُوْمَةً، فَتُجْعَلُ يَاءً اَوْ وَاواً نَحْوُ مِيَرٍ وَ جُوَنٍ۔

ترجمہ: (۲)۔۔۔ اور دوسرا یعنی بین بین اس وقت ہو گا جب ہمزہ متحرک ہو اور ہمزہ کا ما قبل بھی متحرک ہو تو ہمزہ کو نہیں بدلیں گے بلکہ ہمزہ کو بین بین بنائیں گے ہمزہ کی طبیعت کے قوی ہونے کی وجہ سے جیسے سَأَلَ اور لَؤُمَ اور سُئِلَ۔ مگر جب ہمزہ مفتوح اور ہمزہ کا ما قبل مکسور یا مضموم ہو تو ہمزہ کو یاء یا واؤ بنا دیتے ہیں جیسے مِيَرٌ اور جُوَنٌ۔

لِاَنَّ الْفَتْحَةَ کَالسُّکُوْنِ فِی حَقِّ اللِّیْنِ فَتُقْلَبُ کَمَا فِی السُّکُوْنِ، فَاِنْ قِیْلَ لِمَ لَا تُقْلَبُ فِی سَأَلَ وَ هَمْزَتُهٗ مَفْتُوْحَةٌ ضَعِیْفَةٌ؟ قُلْنَا فَتْحُهَا صَارَتْ قَوِیَّةً لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا، وَ نَحْوُ لَا هَنَاكِ الْمَرْتَعُ شَاذٌّ۔

ترجمہ: اس لئے کہ فتحہ لین کے حق میں سکون کی طرح ہے، پس ہمزہ کو بدل دیا جاتا ہے جیسے کہ سکون میں، پس اگر کہا جائے کہ سَأَلَ میں کیوں نہیں بدلا گیا حالانکہ اس کا ہمزہ مفتوحہ ضعیفہ ہے؟ پس ہم کہیں گے کہ ہمزہ کا فتحہ ما قبل کے فتحہ کی وجہ سے ہمزہ قوی ہو گیا ہے، اور لَا هَنَاكِ الْمَرْتَعُ کے جیسے شاذ ہے۔

سوال: دوسری صورت کیا ہے؟

جواب: (۲)۔۔۔**دوسری صورت بین بین کی ہے:** یعنی ہمزہ کو اپنے مخرج اور اس حرف کے مخرج کے درمیان ہمزہ کو پڑھنا جو ہمزہ کی حرکت کے موافق ہو یعنی اگر ہمزہ پر فتحہ ہو تو ہمزہ کو اپنے مخرج اور الف کے مخرج کے درمیان پڑھنا، اور اگر ضمہ ہو تو ہمزہ کو اپنے مخرج اور واؤ کے مخرج کے درمیان پڑھنا، اور اگر کسرہ ہو تو ہمزہ کو اپنے مخرج اور یاء کے مخرج کے درمیان پڑھنا۔

سوال: بین بین کب ہو گا؟

جواب: جب ہمزہ متحرک ہو اور اس کا ما قبل بھی متحرک ہو تو چونکہ ہمزہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزہ کی طبیعت میں قوت پائی جاتی ہے لہذا ہمزہ کو حرفِ علت سے بدلنے کے بجائے اسے بین بین کے طریقے پر پڑھیں گے جیسے **سَأَلَ۔ لَؤُمَ۔ سُئِلَ۔**

سوال: کیا کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ ہمزہ کے متحرک ہونے کے باوجود اسے حرفِ علت سے بدل دیا جاتا ہو، اور اگر بدلا جاتا ہو تو اس کی کیا علت ہے؟

جواب: جی ہاں! جب ہمزہ مفتوح ہو اور اس کا ما قبل مضموم ہو تو ہمزہ کو واؤ سے بدل دیں گے جیسے **جُؤَنٌ** سے **جُوَنٌ**، اور اگر ما قبل مکسور ہو تو ہمزہ کو یاء سے بدل دیں گے جیسے **مِئَرٌ** سے مِیَرٌ۔ علت: چونکہ فتحہ ضعف میں سکون کی طرح ہے لہذا جس طرح ہمزۂ ساکنہ کو ما قبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل دیتے ہیں اسی طرح ہمزۂ متحرکہ مفتوحہ کو بھی ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل دیں گے۔

سوال: **سَأَلَ** میں بھی ہمزہ مفتوح ہے جو سکون کے حکم میں ہے لہذا اس کو حرفِ علت سے کیوں نہیں بدلا گیا؟

جواب: **سَأَلَ** میں ہمزہ کو ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے اس لئے نہیں بدلا گیا کہ ہمزہ سے پہلے حرف بھی مفتوح ہے لہذا ہمزہ اپنے ہم جنس سے مل کر قوی ہو گیا ہے پس قوت کی بناء پر اپنے حال پر برقرار رہے گا۔

سوال: **لَا هَنَاكَ الْمُرْتَعُ** میں **هَنَا** اصل میں **هَنَأَ** تھا پس ہمزہ اور اس کا ما قبل دونوں مفتوح ہیں چاہئے تھا کہ **سَأَلَ** کی طرح اس کے ہمزہ کو نہ بدلا جاتا لیکن یہاں پر ہمزہ کو حرفِ علت سے بدل دیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: **هَنَا** میں اگرچہ قلب کی صورت موجود نہیں مگر پھر بھی الف سے بدلا گیا ہے یہ مثال شاذ ہے اور اَلشَّاذُ کَالْمَعْدُوْمِ۔

وَ الثَّالِثُ یَكُوْنُ اِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً وَ سَاكِناً مَا قَبْلَهَا وَ لٰكِنْ تلِیْنُ فِیْهِ اَوَّلاً لِلِیْنِ عَرِیْكَتِهَا لِمُجَاوَرَةِ السَّاكِنِ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ یُحْذَفُ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَیْنِ ثُمَّ اُعْطِیَ حَرْكَتُهَا لِمَا قَبْلَهَا اِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا حَرْفاً صَحِیْحاً اَوْ وَاواً اَوْ یَاءً اَصْلِیَتَیْنِ اَوْ مَزِیْدَتَیْنِ لِمَعْنٰی نَحْوُ مَسَلَةٍ اَصْلُهٗ مَسْئَلَةٌ وَ مَلَكٌ اَصْلُهٗ مَلْأَكٌ مِنَ الْاَلُوْكَةِ وَ هِیَ الرِّسَالَةُ، وَ الْاَحْمَرُ یَجُوْزُ فِیْهِ لَحْمَرُ لِاَنَّ الْاَلِفَ اُجْتُلِبَتْ لِاَجْلِ سُكُوْنِ اللَّامِ وَ قَدْ اِنْعَدَمَ، وَیَجُوْزُ فِیْهِ اَلَحْمَرُ لِطَرُوِّ حَرْكَةِ اللَّامِ، وَ جَیَلٌ وَ حَوَبَةٌ وَ اَبُوَیُوْب وَ یَغْزُوَ خَاهُ وَ یَرْمِیَ بَاهُ وَ اِبْتَغِیَ مْرَأَةً وَ یَجُوْزُ تَحْمِیْلُ الْحَرْكَةِ عَلٰی حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِی هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ نَظْراً لِقُوَّتِهَا وَ طَرُوِّ الْحَرْكَةِ۔

ترجمہ: (۳)۔۔۔ اور تیسرا یعنی ہمزہ کو حذف کرنا اس وقت ہو گا جب ہمزہ متحرک ہو اور ہمزہ کا ما قبل ساکن ہو، اور لیکن اس میں پہلے لین کیا جائے گا ہمزہ کے ما قبل ساکن حرف کے پڑوسی کی وجہ سے ہمزہ کی طبیعت کے ضعف کی وجہ سے، پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیا جائے گا، پھر ہمزہ کی حرکت ہمزہ کے ما قبل کو دے دیا گیا، (پس یہ قاعدہ اس وقت لگے گا) جب ہمزہ کا ما قبل حرفِ صحیح ہو یا واؤ یا یاء اصلی ہو، (اور اگر واؤ یا یاء اصلی نہ ہو تو) کسی معنی کے لئے زیادہ کئے گئے ہوں جیسے مَسَلَةٌ، کہ اس کی اصل مَسْئَلَةٌ ہے، اور جیسے مَلَكٌ، کہ اس کی اصل مَلْأَكٌ ہے کہ یہ اَلْاَلُوْكَةُ سے ماخوذ ہے اور یہ رسالہ (خط) کے معنی میں ہے، اور اَلْاَحْمَرُ اس میں لَحْمَرُ بھی جائز ہے، اس لئے کہ پہلا الف لام کے ساکن ہونے کی وجہ سے لایا گیا تھا (لہذا

اب لام کے متحرک ہونے کی وجہ سے) لام کا سکون منعدم ہو گیا، اور اس میں اَلۡکَمۡرُ بھی جائز ہے لام کی حرکت کے نرم ہونے کی وجہ سے، اور جَیَلٌ وَحَوَبَۃٌ وَ اَبُوَیُوْبَ وَ یَغْزُوَ خَاہُ وَیَرْمِیَ بَاہُ وَ اِبْتَغِیَ مْرَأَۃً ان جگہوں میں حرکت کی نرمی اور حرفِ علت کے قوی ہونے کی جانب نظر کرتے ہوئے حروفِ علت کو حرکت دینا جائز ہے۔

سوال: تیسری صورت کیا ہے؟

جواب: **(۳)۔۔۔ تیسری صورت حذف کی ہے:** یعنی ہمزہ کو حذف کر دینا جیسے: **مَسْئَلَۃٌ** سے **مَسَلَۃٌ**۔

سوال: ہمزہ کو کب حذف کرتے ہیں؟

جواب: جب ہمزہ متحرک ہو اور اس سے پہلا حرف ساکن ہو تو ہمزہ کو حذف کر دیں گے لیکن اس طرح کہ پہلے ہمزہ کو ساکن کریں گے، اور ہمزہ کو ساکن کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ساکن حروف کی مجاورت کی وجہ سے ہمزہ کی طبیعت میں ضعف آ گیا لہذا ہمزہ کو ساکن کریں گے اور اجتماعِ ساکنین لازم آنے کی وجہ سے ہمزہ کو حذف کر دیں گے اور ہمزہ کی حرکت جو حذف ہوئی تھی ما قبل حرفِ ساکن کو دے دیں گے جیسے **مَسْئَلَۃٌ** سے **مَسَلَۃٌ**۔

سوال: ہمزۂ محذوفہ کی حرکت ما قبل کو دینے کی کیا وجہ ہے کوئی دوسری حرکت بھی دی جا سکتی تھی؟

جواب: ہمزۂ محذوفہ کی حرکت ما قبل حرفِ ساکن کو اس لئے دی گئی ہے تاکہ وہ حرکت ہمزہ کے محذوف ہونے پر دلالت کرے۔

سوال: کیاہر جگہ ہمزہ کی حرکت ما قبل کو دینا اور ہمزہ کو حذف کرنا جائز ہے؟

جواب: نہیں! یہ اس صورت میں ہو گا جب: **(۱)**۔۔۔ ہمزہ کا ما قبل حرف صحیح ہو۔ **(۲)**۔۔۔ یا واوِ اصلی ہو یا یاءِ اصلی ہو۔ **(۳)**۔۔۔ یا ایسی واوٗ یا یاء ہو جو کسی معنی کے لئے زائد کی گئی ہو نہ کہ محض وزن کے لئے زائد ہو تو ان تینوں صورتوں میں ہمزہ کی حرکت ما قبل کو دینا اور ہمزہ کو حذف کرنا جائز ہے۔

(۱)۔۔۔ صحیح کی مثال **مَسْئَلَةٌ** سے **مَسَلَةٌ**۔ اور **مَلْئَكٌ** سے **مَلَكٌ** اور یہ **اَلُوْكَةٌ** سے ماخوذ ہے جس کا معنی رسالۃ ہے۔ **مَلْئَكٌ** میں ہمزہ پہلے تھا قلب کرتے ہوئے ہمزہ کو لام کے بعد لے آئیں۔اور **اَلْاَحْمَرُ** میں دوسرے ہمزہ کو ساکن کر کے اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ہمزہ کو گرادیں گے، اور اب دو صورتیں ہو جائیں گی: **(۱)**۔۔۔ یا تو لام کے متحرک ہو جانے کی وجہ سے پہلے ہمزۂ وصل کو گرادیں گے اور **لَحْمَرُ** پڑھیں گے۔ **(۲)**۔۔۔ یا لام کی حرکت عارضی ہونے کی وجہ سے پہلے ہمزہ کو نہیں گرائیں گے اور **اَلَحْمَرُ** پڑھیں گے۔

(۲)۔۔۔ یائے اصلی کی مثال **جَيْئَلٌ** سے جَيَلٌ۔ اور واوِ اصلی کی مثال **حَوْئَبَةٌ** سے **حَوَبَةٌ**۔

(۳)۔۔۔ واوٗ اور یاء مزید تان کی مثال **اَبُوْ اَيُّوْب** سے **اَبُوَيُّوْب**۔ **يَغْزُوْ اَخَاهُ** سے **يَغْزُوَ خَاهُ**۔ **يَرْمِيْ اَبَاهُ** سے **يَرْمِيَ بَاهُ**۔ **اِبْتَغِيْ اِمْرَأَةً** سے **اِبْتَغِيَ مْرَأَةً**۔

سوال: مذکورہ بالا امثلہ میں تخفیف کے لئے ہمزہ کو گرایا گیا لیکن حروفِ علت کو متحرک کر دیا گیا حالانکہ حروفِ علت کو تخفیف کے لئے ساکن کیا جاتا ہے، ایسا کیوں؟

جواب: ان مقامات پر حروفِ علت کو متحرک کرنا اس بنیاد پر ہے کہ وہ اصلی ہونے کے اعتبار سے قوی ہیں، لہٰذا حرکت کو برداشت کرسکتے ہیں، نیز یہ حرکت دائمی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔

وَاِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا حَرْفُ لِيْنٍ مَزِيْداً نُظِرَ، فَاِنْ كَانَ يَاءً اَوْ وَاواً مَدَّتَيْنِ اَوْ مَا تَشَابَهَ الْمَدَّةَ كَيَاءِ التَّصْغِيْرِ جُعِلَتْ مِثْلَ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ اُدْغِمَ فِي الْآخِرِ، لِاَنَّ نَقْلَ الْحَرَكَةِ اِلٰى هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ يُفْضِي اِلٰى تَحْمِيْلِ الضَّعِيْفِ عَلَى الضَّعِيْفِ فَيُدْغَمُ نَحْوُ خَطِيَّةٍ وَ مَقْرُوَّةٍ وَ اُفَيِّسٍ۔

ترجمہ: اور جب ہمزہ کا ما قبل حرفِ لین زائدہ ہو تو نظر کیا جائے گا پس اگر وہ حرفِ لین یاء یا واؤ مدہ ہوں یا پھر کوئی حرف ایسا ہو کہ جو مدہ کے مشابہ ہو جیسے یائے تصغیر، تو اس کو اس کے ما قبل کی مثل بنایا گیا پھر آخر میں ادغام کیا گیا، اس لئے کہ ان چیزوں کی طرف حرکت کا نقل کرنا ضعیف کو حرکت برداشت کرنے کی طرف پہنچا دیتا ہے پس ادغام کر دیا جائے گا جیسے خَطِيَّةٍ وَ مَقْرُوَّةٍ وَ اُفَيِّسٍ۔

سوال: اگر ہمزۂ متحرکہ کا ما قبل حرفِ لین زائد ہو تو کیا صورت ہو گی؟

جواب: جب ہمزۂ متحرکہ سے پہلے حرفِ لین زائد ہو یعنی نہ وہ اصلی ہو اور نہ زائد لِلْمعنی ہو تو دیکھیں گے اگر یاء اور واؤ مدّہ ہیں یا مدّہ کے مشابہ ہیں جیسے کہ یائے تصغیر وغیرہ تو اس صورت میں ہمزہ کو ما قبل کی جنس کر کے ادغام کر دیا جائے گا جیسے خَطِيْئَةٌ سے خَطِيَّةٌ۔ اور مَقْرُوْئَةٌ سے مَقْرُوَّةٌ۔ اور اُفَيْئِسٌ سے اُفَيِّسٌ۔

سوال: یہاں پر ہمزہ کی حرکت ما قبل حرفِ علت کو دے کر ہمزہ کو کیوں نہیں گرایا گیا؟

جواب: اگر ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ما قبل حرفِ علت کو دی جاتی تو ضعیف حرف کو حرکت دینا لازم آتا جو کہ ثقل کا باعث ہے۔

فَاِنْ قِيْلَ يَلْزَمُ تَحْمِيْلُ الضَّعِيْفِ اَيْضاً فِى الْاِدْغَامِ وَ هِىَ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ؟ قُلْنَا اَلْيَاءُ الثَّانِيَةُ اَصْلِيَةٌ فَلَا تَكُوْنُ ضَعِيْفَةً كَيَاءِ جَيَلٌ وَيَاءِ يَرْمِى بَاهُ وَ اِنْ كَانَ اَلِفاً تُجْعَلُ بَيْنَ بَيْنَ، لِاَنَّ الْاَلِفَ لَا تَحْمِلُ الْحَرَكَةَ وَ الْاِدْغَامَ نَحْوُ سَائِلٍ وَ قَائِلٍ، وَ اِذَا اِجْتَمَعَتْ هَمْزَتَانِ وَ كَانَتِ الْاُوْلٰى مَفْتُوْحَةً وَ الثَّانِيَةُ سَاكِنَةً تُقْلَبُ الثَّانِيَةُ اَلِفاً نَحْوُ آجَرَ وَ آدَمَ وَ اِذَا كَانَتِ الْاُوْلٰى مَضْمُوْمَةً تُقْلَبُ الثَّانِيَةُ وَاواً نَحْوُ اُوْجِرَ وَ اُوْدِمَ۔

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ ادغام کرنے کی صورت میں بھی ضعیف کا برداشت کرنا لازم آرہا ہے اور وہ دوسری یاء ہے؟ تو ہم نے کہا کہ دوسری یاء اصلی ہے پس یاء ضعیف نہ رہی جیسے کہ جَيَلٌ کی یاء، اور يَرْمِى بَاهُ کی یاء، اور اگر (ہمزہ کا ما قبل) الف ہو تو بین بین بنایا جائے گا، اس لئے کہ الف حرکت اور ادغام کو برداشت نہیں کرتا جیسے سَائِلٌ اور قَائِلٌ، اور جب دو ہمزہ جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا مفتوح ہو اور دوسرا ساکن ہو تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیا جائے گا جیسے آجَرَ اور آدَمَ، اور جب پہلا ہمزہ مضموم ہو تو دوسرے ہمزہ کو واؤ سے بدل دیا جائے گا جیسے اُوْجِرَ اور اُوْدِمَ۔

وَاِذَا کَانَتِ الْاُوْلٰی مَکْسُوْرَۃً تُقْلَبُ الثَّانِیَۃُ یَاءً نَحْوُ اِیْسِمْ اَلَّا فِی اَیِمَّۃٍ جُعِلَتْ ھَمْزَتُھَا اَلِفاً کَمَا فِی اٰجَرَ ثُمَّ جُعِلَتْ یَاءً وَکُسِرَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ، وَعِنْدَ الْکُوْفِیِّیْنَ لَا تُقْلَبُ بِالْاَلِفِ حَتّٰی لَا یَلْزَمُ اِجْتِمَاعُ السَّاکِنَیْنِ وَقُرِئَ عِنْدَھُمْ اَئِمَّۃُ الْکُفْرِ بِالْھَمْزَتَیْنِ۔

ترجمہ: اور جب پہلا ہمزہ مکسور ہو تو دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دیا جائے گا جیسے اِیْسِمْ، مگر اَیِمَّۃٌ میں، کہ اس کے دوسرے ہمزہ کو الف بنایا گیا جیسے اٰجَرَ میں، پھر اس الف کو یاء بنایا گیا اور پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا گیا، اور کوفیین کے نزدیک دوسرے ہمزہ کو الف سے نہیں بدلا جائے گا تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے، اور کوفیین کے نزدیک اَءِمَّۃُ الْکُفْرِ دو ہمزہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

سوال: خَطِیَّۃٌ وغیرہ میں ضعیف حرف پر حرکت لازم تو آرہی ہے کہ ادغام کی صورت میں یائے ثانی اور واوِ ثانی متحرک ہوں گے جبکہ حرفِ علت ہونے کی بناء پر یہ ضعیف ہیں، ایسا کیوں؟

جواب: مذکورہ امثلہ میں چونکہ یائے ثانی اور واوِ ثانی حرفِ اصلی یعنی ہمزہ سے بدلے ہوئے ہیں اس لئے یہ اصلی کہلاتے ہیں جیسے کہ جَیَلٌ کی یاء جو کہ اصلی ہے اور اصلی ہونے کی صورت میں ضعیف نہیں ہے۔ فلا اعتراض علیہ۔

سوال: اگر ہمزۂ متحرکہ کا ما قبل الف ہو تو کیا صورت ہو گی؟

جواب: اگر ہمزۂ متحرکہ کا ما قبل الف ہو تو وہاں بین بین کیا جائے گا کیونکہ الف حرکت کو برداشت نہیں کرتا جیسے سَائِلٌ۔ قَائِلٌ۔

سوال: اگر دو ہمزہ جمع ہو جائیں تو کیا کریں گے ؟

جواب: جب دو ہمزہ جمع ہو جائیں تو اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱)۔۔۔ اگر دو ہمزہ جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا مفتوح ہو اور دوسرا ساکن ہو تو دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل دیں گے جیسے اَءْجَرَ سے اٰجَرَ۔ اور اَءْدَمَ سے اٰدَمَ۔

(۲)۔۔۔ اور اگر پہلا ہمزہ مضموم ہو تو دوسرے ہمزہ کو واؤ سے بدل دیں گے جیسے اُءْجِرَ سے اُوْجِرَ۔ اور اُءْدِمَ سے اُوْدِمَ۔

(۳)۔۔۔ اور اگر پہلا ہمزہ مکسور ہو تو دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دیں گے جیسے اِءْسَرَ سے اِیْسَرَ۔

سوال: اَئِمَّۃٌ جس کی اصل اَءْمِمَۃٌ ہے اس میں ہمزہ کو الف سے کیوں نہیں بدلا گیا؟

جواب: اَءْمِمَۃٌ میں دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلا گیا ہے لیکن ابدال کے بعد اس الف کو یاء سے بدل کر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو کسرہ دیا گیا ہے۔ پس اصل میں اَءْمِمَۃٌ تھا پہلے میم کو ساکن کر کے دوسری میم میں ادغام کر دیا پھر دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر اس کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کو کسرہ دے دیا گیا کیونکہ یاء بھی ساکن ہے پس اَیِمَّۃٌ ہو گیا۔ یہ نظریہ بصریوں کا ہے۔ اور کوفیوں کے نزدیک دوسرے ہمزہ کو الف سے نہیں بدلا جائے گا تاکہ اجتماعِ ساکنین لازم نہ آئے بلکہ میمِ اوّل کی حرکت ہمزہ کو دے کر میم کا میم میں ادغام کریں گے اور دونوں کو برقرار رکھتے ہوئے اَئِمَّۃٌ پڑھیں گے۔

فَاِنْ قِیْلَ اِجْتِمَاعُ السَّاکِنَیْنِ فِی حَدِّهِمَا جَائِزٌ فَلِمَ لَا یَجُوْزُ فِی آمَّةٍ؟ قُلْنَا اَلْاَلِفُ فِی آمَّةٍ لَیْسَتْ بِمَدَّةٍ فَکَیْفَ یَکُوْنُ اِجْتِمَاعُ السَّاکِنَیْنِ فِی حَدِّهِمَا؟ وَ اَمَّا کُلْ وَ خُذْ وَ مُرْ فَشَاذٌّ، وَهٰذَا اِذَا کَانَتَا فِی کَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ۔

ترجمہ: پس اگر کہا جائے کہ آمَّةٌ میں اجتماعِ ساکنین فی حدِّہما ہے تو کیوں جائز نہیں ہے؟ تو ہم نے کہا آمَّةٌ میں الف مدہ کی نہیں ہے تو کیسے یہ اجتماعِ ساکنین فی حدّہما ہو سکتا ہے؟ اور رہا تو یہ شاذ ہے، اور یہ (جو قاعدہ بیان ہوا اس وقت لگے گا) جب دونوں ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں۔

سوال: آپ نے اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے **اَئِمَّةٌ** کے دوسرے ہمزہ کو الف سے نہیں بدلا حالانکہ یہاں پر اجتماعِ ساکنین کے جائز ہونے کی صورت موجود ہے اور وہ **اجتماعِ ساکنین فِی حَدِّهِمَا** ہے کہ الف ساکن کے بعد مدغم ساکن ہے جیسے **وَ لَا الضَّآلِّیْنَ** میں پس **اَئِمَّةٌ** کو **آمَّةٌ** کرنا چاہئے تھا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: آمَّةٌ میں اجتماعِ ساکنین فِی حدّھِمَا نہیں پایا جاتا کیونکہ اس کے لئے مدغم سے پہلے حرفِ مدّہ کا ہونا ضروری ہے جیسے وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں لام مدغم ہے اور مدغم سے پہلے الف مدّہ ہے جبکہ آمَّةٌ میں میم مدغم سے پہلے الف مدّہ نہیں بلکہ وہ ہمزہ سے بدل کر آتی ہے اور مدّہ کسی حرف سے بدلا ہوا نہیں ہوتا پس یہاں پر اجتماعِ ساکنین فِی حدّہِمَا نہیں ہے۔

سوال: **کُلْ۔ خُذْ۔ مُرْ۔** جو اصل میں **اُءْ کُلْ۔ اُءْخُذْ۔ اُءْمُرْ** تھے یہاں قاعدہ کے مطابق ما قبل ضمہ ہونے کی وجہ سے ہمزہ کو واؤ سے بدل کر **اُوْکُلْ۔ اُوْخُذْ۔ اُوْمُرْ** پڑھنا چاہئے تھا لیکن ان سے دونوں ہمزہ کو ساقط کر دیا گیا ایسا کیوں؟

جواب: یہ مثالیں شاذ ہیں پس الشاذ کالمعدوم۔ اور دوسرے ہمزہ کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا ہے اور ہمزۂ وصل کو حاجت نہ ہونے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔

وَ اِذَا كَانَتَا فِي كَلِمَتَيْنِ تُخَفَّفُ الثَّانِيَةُ عِنْدَ الْخَلِيْلِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا) محمد:۴۷-۸۱، وَ عِنْدَ اَهْلِ الْحِجَازِ تُخَفَّفُ كِلَاهُمَا مَعاً، وَ عِنْدَ بَعْضِ الْعَرَبِ يُقْحَمُ بَيْنَهُمَا اَلِفٌ لِلْفَصْلِ نَحْوُ ءَاءَنْتِ ظَبِيَّةٌ اَمْ اُمُّ سَالِمٍ، وَ لَا تُخَفَّفُ الْهَمْزَةُ فِي اَوَّلِ الْكَلِمَةِ لِقُوَّةِ الْمُتَكَلِّمِ فِي الْاِبْتِدَاءِ، وَ تَخْفِيْفُهَا بِالْحَذْفِ فِي نَاسٍ اَصْلُهٗ اُنَاسٌ شَاذٌّ، وَ كَذٰلِكَ فِي اَللّٰهِ اَصْلُهٗ اِلَاهٌ فَحَذَفُوْا الْهَمْزَةَ فَصَارَ لَاهٌ ثُمَّ اَدْخَلُوْا عَلَيْهِ الْاَلِفَ وَ اللَّامَ فَصَارَ اَللَّاهُ ثُمَّ اُدْغِمَ اللَّامُ فِي اللَّامِ فَصَارَ اَللّٰهُ، وَ قِيْلَ اَصْلُهٗ اَلْ اِلَاهُ فَحُذِفَتِ الْهَمْزَةُ فَنُقِلَتْ حَرْكَةُ الْهَمْزَةِ اِلَى اللَّامِ فَصَارَ اَ لِلَاهُ ثُمَّ اُدْغِمَ اللَّامُ فِي اللَّامِ فَصَارَ اَللّٰهُ۔

ترجمہ: اور جب دو ہمزہ دو کلمہ میں ہو تو خلیل کے نزدیک دوسرے ہمزہ کی تخفیف کی جائے گی جیسے اللہ تعالیٰ کا قول (فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا) محمد: ۴۷-۸۱۔ اور اہلِ حجاز کے نزدیک دونوں ہمزہ کی تخفیف ایک ساتھ کی جائے گی، اور بعض اہلِ عرب کے نزدیک ان دونوں ہمزہوں کے درمیان فصل کے لئے الف کو داخل کیا جائے گا جیسے ءَاءَنْتِ ظَبِيَّةٌ اَمْ اُمُّ سَالِمٍ، اور ابتداء میں متکلم کی قوت کی وجہ سے کلمہ کے شروع میں ہمزہ کی تخفیف نہیں کی جائے گی، اور نَاسٌ میں ہمزہ کی تخفیف حذف کے ذریعہ کرنا شاذ ہے کہ اس کی اصل اُنَاسٌ ہے، اور ایسے ہی اسمِ جلالت اَللّٰہ میں کہ اس کی اصل اِلَاہٌ ہے پس ہمزہ کو حذف کر دیا تو لَاہٌ ہو گیا پھر اس پر الف لام داخل کیا

تو اَلْلَاہُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کیا گیا تو اَللّٰہُ ہو گیا، اور کہا گیا ہے کہ اسمِ جلالت اللہ کی اصل اَلْإِلَاہُ ہے، پس دوسرے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور دوسرے ہمزہ کی حرکت لام کی جانب نقل کر دیا گیا تو اَلْلَاہُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کر دیا گیا تو اَللّٰہُ ہو گیا۔

سوال: اگر دو ہمزہ دو کلموں میں ہوں تو کیا کیا جائے گا؟

جواب: اگر دو ہمزہ دو کلمہ میں جمع ہو جائیں تو اس میں چند مذاہب ہیں:

(۱)۔۔۔ دونوں ہمزہ کو اپنے حال پر برقرار رکھنا۔

(۲)۔۔۔ دونوں ہمزہ کو حذف کرنا کراہتِ تکرارِ حرفین کی وجہ سے۔ یہ اہلِ حجاز کا مذہب ہے جیسے قَدْ جَآءَ اَشْرَاطُھَا سے قَدْ جَاشْرَاطُھَا۔

(۳)۔۔۔ دونوں میں سے ایک کو حذف کرنا۔ عند الخلیل دوسرے ہمزہ کو حذف کیا جائے گا۔ اور عند ابن عمر پہلے ہمزہ کو حذف کیا جائے گا۔

(۴)۔۔۔ دونوں ہمزہ کے درمیان الفِ فاصل لائیں گے۔ یہ بعض اہلِ عرب کا مذہب ہے جیسے ءَ اءَنْتِ ظَبِیَّۃٌ اَمْ اُمُّ سَالِمٍ۔

سوال: اگر ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہو اور وہ کلمہ دوسرے کلمہ سے متصل بھی نہ ہو تو کیا اس ہمزہ کو حذف کر دیں گے؟

جواب: جب دوسرا کلمہ اس سے متصل نہ ہو اور ہمزہ اس کی ابتداء میں ہو تو اس ہمزہ کو حذف نہیں کیا جائے گا کیونکہ ابتداء میں متکلم کو قوّت حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہاں پر تخفیف کی ضرورت نہ ہو گی جیسے اَفْوَاہٌ۔ اَفْعَالٌ۔

سوال: لیکن نَاسٌ میں تو ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے کہ اس کی اصل اُنَاسٌ ہے ایسا کیوں؟

جواب: یہ مثال شاذ ہے، اسی طرح لفظِ اللہ میں شروع کے ہمزہ کو بطورِ شاذ حذف کیا گیا ہے کیونکہ یہ اصل میں اِلَاہٌ تھا، پس حذفِ ہمزہ کے بعد لَاہٌ رہ گیا اور پھر الف ولام داخل کیا تو اَلْلَاہُ ہو گیا پھر لام کا لام میں ادغام کیا تو اَللّٰہُ ہو گیا، لیکن بعض لوگوں کے نزدیک شروع سے ہمزہ کو گرایا ہی نہیں گیا کیونکہ اصل میں اَلْ اِلَاہُ تھا پس دوسرا ہمزہ گرادیا اور اس کی حرکت لام کو دی تو اَلِلٰہُ ہو گیا اب لام کا لام میں ادغام کیا تو اَللّٰہُ ہو گیا۔ اور اَلْ اِلَاہُ میں ہمزہ کی حرکت لام کی طرف منتقل کرنا ایسے ہی ہے جیسے یَرٰی میں جو اصل میں یَرْءَیُ تھا پس ہمزہ کی حرکت راء کو دے دی۔

كَمَا يُقَالُ فِي يَرىٰ اَصْلُهٗ يَرْأَيُ فَقُبِلَتِ الْيَاءُ اَلِفاً لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا ثُمَّ لِيْنَتِ الْهَمْزَةُ فَاِجْتَمَعَ ثَلَاثُ سَوَاكِنَ فَحُذِفَ الْاَلِفُ وَ اُعْطِيَ حَرْكَتُهَا لِلرَّاءِ فَصَارَ يَرٰى وَ هٰذَا التَّخْفِيْفُ وَاجِبٌ فِي يَرٰى دُوْنَ اَخْوَاتِهٖ لِكَثْرَةِ الْاِسْتِعْمَالِ مَعَ اِجْتِمَاعِ حَرْفِ عِلَّةٍ بِالْهَمْزَةِ فِي الْفِعْلِ الثَّقِيْلِ، وَ مِنْ ثَمَّ لَا يَجِبُ يَنٰى فِي يَنْأَيُ وَ يَسَلُ فِي يَسْئَلُ وَ مُرًى فِي مُرْأَيٍ۔

ترجمہ: جیسے کہ کہا گیا ہے یَرٰی میں کہ اس کی اصل یَرْأَيُ ہے پس یاء کو ما قبل فتحہ ہونے کی وجہ سے الف کر دیا گیا پھر ہمزہ کو لین (ساکن) کر دیا گیا تو تین ساکن حرف کا اجتماع ہوا تو الف کو حذف کر دیا گیا اور الف کی حرکت راء کو دی گئی تو یَرٰی ہو گیا، اور یہ تخفیف کرنا یَرٰی میں کثرتِ

استعمال کی وجہ سے واجب ہے نہ کہ اس کے اخوات میں، فعلِ ثقیل میں ہمزہ کے ساتھ حرفِ علت کے جمع ہونے کے باوجود، اور اسی وجہ سے یَنْأَیُ میں یَنٰی اور یَسْأَلُ میں یَسَلُ اور مُرْأَیٌ میں مُرًی واجب نہیں ہے یعنی ہمزہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہے شرط کے مفقود ہونے کی بناء پر۔

سوال: یَرٰی اصل میں کیا تھا اور اس میں کس طرح تعلیل ہوئی؟

جواب: یَرٰی اصل میں یَرْءَ یُ تھا، یاء متحرک ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے یاء الف سے بدل گئی پھر ہمزہ کو ساکن کر دیا تو یَرْءْ اْ ہوا پس اس صورت میں تین ساکن جمع ہو گئے راء۔ ہمزہ۔ الف۔ پس ہمزہ کو گرا دیا تو یَرْاْ بچا اب راء اور الف میں اجتماعِ ساکنین ہوا تو راء کو ہمزہ والی حرکت دے دی تو یَرَا ہو گیا پس الف مدہ کو کھڑے زبر سے بدلا اور آخر میں کتابۃً یاء کا اضافہ کیا تا کہ پہچان ہو سکے کہ یہ اصل میں ناقصِ یائی ہے۔

سوال: یَرٰی میں دو تعلیلیں ہوئی ہیں ایک حذفِ ہمزہ اور دوسری بدل، یہ توالیٔ علالین کہلاتا ہے جو کہ منع ہے تو اس میں کیسے جائز ہو گئیں؟

جواب: یہاں پر خلافِ قیاس توالیٔ علالین کو جائز قرار دیا گیا ہے کیونکہ یہ شاذ ہے لیکن یَرٰی شاذ ہونے کے باوجود فصیح ہے کیونکہ شاذ ہونا فصاحت کے خلاف نہیں ہے۔

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے یاء کو الف سے بدلا گیا اور بعد میں ہمزہ کو حذف کیا گیا اس کا الٹ کیوں نہ کیا گیا یعنی پہلے ہمزہ کو حذف کر دیتے پھر یاء کو الف سے بدلتے؟

جواب: چونکہ یاء طرف میں واقع تھی اور طرف میں اعلال پہلے ہوتا ہے اور اگر یہ اعلال پہلے نہ ہوتا اور ہمزہ کو پہلے حذف کر دیا جاتا تو اب یاء کو الف سے نہیں بدلا جاسکتا تھا کیونکہ اب یاء کا ما قبل مفتوح نہ ہوتا جیسے یَرْءَ یُ سے یَرْیُ پس یَرٰی میں یہ تخفیف واجب ہے کیونکہ یہ صیغہ کثیر الاستعمال ہے لیکن اس کے دوسرے ہم جنس صیغوں مثلاً رَأیَ مُریً وغیرہ میں یہ تخفیف واجب نہیں ہے کیونکہ اس کا استعمال زیادہ نہیں ہے حالانکہ وہاں تخفیف کا سبب پایا جاتا ہے یعنی حرفِ علت اور ہمزہ کا فعلِ ثقیل میں جمع ہونا۔

تعلیل کے واجب ہونے کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱)۔۔۔ کثیر الاستعمال ہونا۔ **(۲)**۔۔۔ حرفِ علت کا ہمزہ کے ساتھ جمع ہونا۔ **(۳)**۔۔۔ ان دونوں کا اجتماع فعل میں ہونا۔

اور اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مفقود ہو تو وہاں پر تعلیل واجب نہیں ہوگی بلکہ جائز ہوگی اسی لئے رَأیَ مُریً وغیرہ میں جائز ہے کثیر الاستعمال والی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے اگرچہ بقیہ دو شرائط موجود ہیں۔

سوال: ایسی مثالیں دیں جن میں یہ تینوں شرائط مفقود ہوں۔

جواب: (۱)۔۔۔ یَنْأیُ سے یَنٰی بنانا واجب نہیں ہے کہ اس میں پہلی شرط مفقود ہے یعنی کثیر الاستعمال نہیں ہے۔

(۲)۔۔۔ یَسْئَلُ سے یَسَلُ بنانا واجب نہیں کہ اس میں دوسری شرط مفقود ہے یعنی حرفِ علت ہمزہ کے ساتھ جمع نہیں ہے۔

(۳)۔۔۔مُرْأئٍ سے مُرئً بنانا واجب نہیں ہے کہ اس میں تیسری شرط مفقود ہے یعنی یہ فعل نہیں ہے۔

وَ تَقُوْلُ فِی اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ رَأٰیْ رَأَیَا رَأَوْا رَأَتْ رَأَتَا رَأَیْنَ اِلٰی آخِرِہٖ، وَ اِعْلَالُ الْیَاءِ سَیَجِیْءُ فِی بَابِ النَّاقِصِ، اَلْمُسْتَقْبِلِ یَرٰی یَرَیَانِ یَرَوْنَ تَرٰی تَرَیَانِ یَرَیْنَ تَرٰی تَرَیَانِ تَرَوْنَ تَرَیْنَ تَرَیَانِ تَرَیْنَ أَرٰی نَرٰی، وَ حُکْمُ یَرَوْنَ کَحُکْمِ یَرٰی وَلٰکِنْ حُذِفَ الْاَلِفُ الَّذِی فِی یَرَوْنَ لِاجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ بِوَاوِ الْجَمْعِ، وَ حَرْکَۃُ یَاءِ یَرَیَانِ طَارِیَۃٌ وَ لَا تُقْلَبُ اَلِفاً لِاَنَّہٗ لَوْ قُلِبَتْ یَجْتَمِعُ السَّاکِنَانِ ثُمَّ یُحْذَفُ اَحَدُھُمَا فَیَلْتَبِسُ بِالْوَاحِدِ فِی مِثْلِ لَنْ یَّرٰی وَ اَنْ یَّرٰی۔

ترجمہ: اور آپ ضمائر کو الحاق کرنے میں کہیں رَأٰیْ رَأَیَا رَأَوْا رَأَتْ رَأَتَا رَأَیْنَ آخر تک، اور یاء کی تعلیل عنقریب ناقص کے باب میں آئے گی ان شاء اللہ عزوجل، اور آپ مستقبل میں کہیں یَرٰی یَرَیَانِ یَرَوْنَ تَرٰی تَرَیَانِ یَرَیْنَ تَرٰی تَرَیَانِ تَرَوْنَ تَرَیْنَ تَرَیَانِ تَرَیْنَ أَرٰی نَرٰی، اور یَرَوْنَ کا حکم یَرٰی کے حکم کی طرح ہے، اور لیکن اس الف کو حذف کیا گیا ہے جو یَرَوْنَ میں ہے جمع کی واؤ کے ساتھ اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے، اور یَرَیَانِ کے یاء کی حرکت عارضی ہے لہذا اس یاء کو الف سے نہیں بدلا جائے گا اس لئے کہ اگر یاء کو الف سے بدل دیا گیا تو دو ساکن حرف جمع ہو جائیں گے پھر ان دونوں میں سے ایک کو حذف کیا جائے گا تو لَنْ یَّرٰی اور اَنْ یَّرٰی کی مثل میں واحد کے ساتھ التباس رکھے گا۔

سوال: یَرَوْنَ میں تعلیل کی کیا صورت ہے اور اس کا حکم کیا ہے ؟

جواب: یَرَوْنَ کا حکم یَرٰی کی طرح ہے یعنی یَرَوْنَ اصل میں یَرْءَیُوْنَ تھا، یاء متحرک ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے یاء الف ہو گئی تو یَرْءَاوْنَ ہوا پھر ہمزہ کو ساکن کر کے گرا دیا اور ہمزہ کی حرکت راء کو دے دی تو یَرَاْوْنَ ہوا اب الف اور واؤ کے درمیان اجتماعِ ساکنین ہوا پس الف کو گرا دیا تو یَرَوْنَ ہو گیا۔

سوال: یَرَیَانِ میں یاء متحرک ما قبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدلنا چاہئے تھا مگر ایسا کیوں نہ کیا گیا؟

جواب: یَرَیَانِ میں یاء کی حرکت عارضی ہے نیز اگر یاء کو الف سے بدل دیا جائے اور یَرَاْاْنِ کر دیا جائے تو الفِ تثنیہ اور یاء سے بدلے ہوئے الف کے درمیان اجتماعِ ساکنین لازم آئے گا، اور اگر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ایک الف کو گرا دیا جائے تو یَرَانِ ہو گا، اب یہ نفی تاکید بلن اور حرفِ جازم داخل ہونے کی صورت میں واحد کے صیغہ سے ملتبس ہو گا جیسے لَنْ یَرٰی۔ لَمْ یَرٰی۔ کیونکہ نونِ اعرابی لن اور لم کی وجہ سے گر گئی تو یَرَانِ سے یَرَا بچا، لہذا تثنیہ کے صیغہ سے یاء کو الف سے نہیں بدلیں گے۔

وَ اَصْلُ تَرَیْنَ تَرْاَیِیْنَ عَلٰی وَزْنِ تَفْعَلِیْنَ، فَحُذِفَتِ الْھَمْزَۃُ ثُمَّ نُقِلَ حَرَکَۃُ الْھَمْزَۃِ اِلَی الرَّاءِ کَمَا فِی تَرٰی فَصَارَ تَرَیِیْنَ ثُمَّ جُعِلَتِ الْیَاءُ اَلِفاً لِفَتْحَۃِ مَا قَبْلَھَا فَصَارَ تَرَایْنَ۔

ترجمہ: اور تَرَیْنَ کی اصل تَرْأَیِیْنَ تَفْعَلِیْنَ کے وزن پر ہے، پس ہمزہ کو حذف کیا گیا پھر ہمزہ کی حرکت راء کی جانب نقل کیا گیا جیسے کہ تَرَی میں تو تَرَیِیْنَ ہو گیا، پھر یاء کو الف بنایا گیا ما قبل فتحہ کی وجہ سے تو تَرَایْنَ ہو گیا۔

ثُمَّ حُذِفَتِ الْاَلِفُ لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ فَصَارَ تَرَيْنَ، وَ سُوِّىَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ جَمْعِهٖ وَ اُكْتُفِىَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِيْرِيِّ كَمَا فِىْ تَرْمِيْنَ، وَ سَيَجِيْءُ فِى النَّاقِصِ،وَاِذَا اُدْخِلَتِ النُّوْنُ الثَّقِيْلَةُ فِى الشَّرْطِ كَمَا فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَداً) مریم:۹۱۔۶۲۔حُذِفَتِ النُّوْنُ عَنْهُ عَلَامَةً لِلْجَزْمِ وَ كُسِرَتْ يَاءُ التَّانِيْثِ حَتّٰى يَطَّرِدَ بِجَمِيْعِ نُوْنَاتِ التَّاكِيْدِ كَمَا فِىْ اِخْشَيِنَّ وَ سَيَجِيْءُ تَمَامُهٗ فِىْ بَابِ اللَّفِيْفِ۔

ترجمہ: پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا گیا تو تَرَیْنَ ہو گیا، اور اس کے اور اس کے جمع کے ما بین تقدیری فرق پر اکتفاء کیا گیا ہے جیسے کہ تَرْمِیْنَ میں، اور اس کا بیان عنقریب ناقص کے باب میں آئے گا ان شاء اللہ عزوجل، اور جب شرط میں نونِ ثقیلہ کو داخل کیا گیا جیسے کہ اللہ عزوجل کے قول میں (فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَداً) مریم:۹۱۔۶۲۔ پس علامتِ جزمی کی وجہ سے نونِ اعرابی کو اس سے حذف کر دیا گیا اور یائے تانیث کو کسرہ دیا گیا تا کہ تاکید کے تمام نونوں کے موافق ہو جائے جیسے کہ اِخْشَیِنَّ میں، اور اس کی تمام مثالیں عنقریب لفیف کے باب میں آئے گی ان شاء اللہ عزوجل۔

سوال: تَرَیْنَ اصل میں کیا تھا اور اس کی تعلیل کیسے ہوئی؟

جواب: تَرَیْنَ صیغہ واحد مؤنث حاضر اصل میں تَرْءَیِیْنَ تھا تَفْعَلِیْنَ کے وزن پر، پس ہمزہ کو ساکن کر کے گرا دیا اور اس کی حرکت راء کو دے دی تو تَرَیِیْنَ ہو گیا اب یاء متحرک ما قبل مفتوح یاء الف سے بدل گئی تو تَرَایْنَ ہوا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا تو تَرَیْنَ ہو گیا۔

سوال: واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر کے صیغے بظاہر ایک جیسے ہیں تو فرق کیسے ہو گا؟

جواب: بظاہر واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر دونوں کے لئے تَرَیْنَ کا صیغہ استعمال ہوتا ہے لیکن اس میں تقدیری فرق ہے کیونکہ واحد مؤنث حاضر کے صیغے میں نون نونِ اعرابی ہے، اور جمع مؤنث حاضر میں نون نونِ ضمیر ہے اس طرح تَرَیْنَ کی یاء واحد مؤنث حاضر کی ضمیر ہے جبکہ جمع مؤنث حاضر میں یہ یاء حرفِ اصلی ہے۔ شرط کے موقع پر جب تَرَیْنَ کے آخر میں نونِ ثقیلہ داخل کیا جائے تو علامتِ جزم کے طور پر نونِ اعرابی گر جائے گی اور یائے تانیث کو کسرہ دیا جائے گا تاکہ ہر قسم کے نونِ تاکید کے ساتھ اس کی موافقت ہو جائے جیسا کہ اِخْشَیِنَّ۔ میں یاء کو کسرہ دیا گیا اِمَّا تَرَیِنَّ۔ مِنَ الْبَشَرِ اَحَداً۔

اَلْاَمْرُ: رَ، رَیَا، رَوْا، رَیْ، رَیَا، رَیْنَ، وَ لَا تُجْعَلُ الْیَاءُ اَلِفاً فِی رَیَا تَبْعاً لِ یَرَیَانِ، وَ یَجُوْزُ بِهَاءِ الْوَقْفِ مِثْلُ رَهْ فَحُذِفَتْ هَمْزَتُهٗ کَمَا فِی تَرٰی ثُمَّ حُذِفَتِ الْیَاءُ لِاَجْلِ السُّکُوْنِ۔

ترجمہ: فعلِ امر: رَ، رَيَا، رَوْا، رَئ، رَيَا، رَيْنَ، اور رَيَا میں یاء کو الف نہیں بنایا گیا تَرَيَانِ کی اتباع میں، اور جائز ہے ہاء کے ساتھ وقف کرنا رَهْ کے مثل، پس اس کے ہمزہ کو حذف کیا گیا جیسے کہ تَرَى میں پھر یاء کو سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا۔

وَ بِالنُّوْنِ الثَّقِيْلَةِ رَيَنَّ، رَيَانِّ، رَوُنَّ، رَيِنَّ، رَيَانِّ، رَيْنَانِّ، وَ يَجِيْءُ بِالْيَاءِ فِي رَيِنَّ لِانْعِدَامِ السُّكُوْنِ كَمَا فِي اِرْمِيِنَّ وَلَمْ تُحْذَفْ وَاوُ الْجَمْعِ فِي رَوُنَّ لِعَدْمِ ضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا بِخِلَافِ أُغْزُنَّ وَ اِرْمِنَّ، وَ بِالنُّوْنِ الْخَفِيْفَةِ رَيَنْ، رَوُنْ، رَيِنْ۔

اور نونِ ثقیلہ کے ساتھ رَيَنَّ، رَيَانِّ، رَوُنَّ، رَيِنَّ، رَيَانِّ، رَيْنَانِّ، اور سکون کے منعدم ہونے کی وجہ سے رَيِنَّ میں یاء کے ساتھ آتا ہے جیسے کہ اِرْمِيِنَّ میں، اور رَوُنَّ میں واوٴ کے ما قبل ضمہ نہ ہونے کی وجہ سے واوِ جمع کو حذف نہیں کیا گیا بر خلاف أُغْزُنَّ اور اِرْمِنَّ کے، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ رَيَنْ، رَوُنْ، رَيِنْ۔

سوال: رَيَا میں یاء متحرک ما قبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدلنا چاہئے تھا لیکن نہیں بدلا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ رَيَا تَرَيَانِ کے تابع ہے اور تَرَيَانِ میں یاء کو الف سے نہیں بدلا گیا جس کی وجہ التباس اور یاء کی حرکت عارضی ہونا ہے پس یہی وجہ رَيَا میں بھی ہے۔ واحد مذکر حاضر امر کا صیغہ رَ ہے جو اِرْءَیْ سے بنا ہے پس سکون کی وجہ سے یاء کو گرا دیا اور ہمزہ کی حرکت راء کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا پھر راء کے متحرک ہونے کی وجہ سے پہلا ہمزہ بھی گر گیا تو رَ بن گیا۔

نوٹ: امر بنونِ ثقیلہ میں یاءواپس آجائے گی کیونکہ سکون باقی نہ رہے گا جیسے رَیَنَّ۔

سوال: نونِ ثقیلہ یا خفیفہ کی صورت میں جمع مذکر غائب و حاضر سے واوٗ گر جاتی ہے مگر رَوُنَّ میں کیوں نہیں گرائی گئی ہے؟

جواب: یہ واوٗ اس وقت گرتی ہے جب اس سے پہلے ضمہ ہو جیسے اُغْزُوُنَّ۔اِرْمُوُنَّ سے واوٗ کو گرا کر اُغْزُنَّ۔اِرْمُنَّ۔ جبکہ رَوُنَّ میں واوٗ کا ما قبل مضموم نہیں ہے جس کی وجہ سے واوٗ نہیں گرائی گئی۔

وَ الْفَاعِلُ رَاءٍ اِلخ، وَلَا تُحْذَفُ هَمْزَتُهٗ لِمَا يَجِيْءُ فِي الْمَفْعُوْلِ، وَ قِيْلَ لَا تُحْذَفُ لِاَنَّ مَا قَبْلَهَا اَلِفٌ وَ الْاَلِفُ لَا تَقْبَلُ الْحَرْكَةَ وَ لٰكِنْ يَجُوْزُ لَكَ اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَ بَيْنَ كَمَا فِي سَأَلَ يَسْأَلُ وَ قِسْ عَلٰى هٰذَا أَرٰى يُرِيْ اِرَاءَةً، وَ الْمَفْعُوْلُ مَرْءٍيٌّ اِلخ اَصْلُهٗ مَرْءُوْيٌ فَأُعِلَّ كَمَا فِي مَهْدِيٍّ وَلَا يَجِبُ حَذْفُ الْهَمْزَةِ لِاَنَّ وُجُوْبَ حَذْفِ الْهَمْزَةِ فِي فِعْلِهٖ غَيْرُ قِيَاسِيٍّ كَمَا مَرَّ فَلَا يُسْتَتْبَعُ الْمَفْعُوْلَ وَ غَيْرَهٗ۔

ترجمہ: اور اسمِ فاعل رَاءٍ آتا ہے، اور اسمِ فاعل کے ہمزہ کو حذف نہیں کیا گیا اس وجہ سے جو اسمِ مفعول میں آیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اسمِ فاعل کے ہمزہ کو اس لئے نہیں حذف کیا گیا کہ اس کے ما قبل الف ہے اور الف حرکت کو قبول نہیں کرتا، لیکن آپ کے لئے بین بین بنانا جائز ہے جیسے کہ سَأَلَ يَسْأَلُ میں، اور اسی پر أَرٰى يُرِيْ اِرَاءَةً کو قیاس کیجئے، اور اسمِ مفعول مَرْءٍيٌّ آتا ہے، اس کی اصل مَرْءُوْيٌ ہے، پس اس میں تعلیل کی گئی ہے جیسے مَهْدِيٌّ میں تعلیل کی گئی ہے،

اور اسمِ مفعول میں ہمزہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہے اس لئے کہ اس کے فعل میں ہمزہ کو حذف کرنے کا وجوب غیر قیاسی ہے (پس غیر قیاسی پر کسی کو قیاس کرنا درست نہیں) جیسے کہ گزرا پس اسم مفعول اور اس کے علاوہ کی اتباع نہیں کی جائے گی۔

وَ تُحْذَفُ فِی نَحْوِ مُرًی لِکَثْرَۃِ مُسْتَتْبِعِہٖ وَھُوَ اَرٰی یُرِیْ وَ اَخْوَاتُھُمَا، وَالْمَوْضِعُ مَرْأًی وَ الْاٰلَۃُ مِرْأًی وَ اِذَا حُذِفَتِ الْھَمْزَۃُ فِی ھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ یَجُوْزُ بِالْقِیَاسِ عَلٰی نَظَائِرِھَا اِلَّا اَنَّہٗ غَیْرُ مُسْتَعْمَلٍ، اَلْمَجْھُوْلُ رُءِیَ یُرْاٰی الخ۔

ترجمہ: اور مُرًی کے جیسے میں ہمزہ کو حذف کیا جائے گا اس کے کثرت سے تتبع کی وجہ سے اور وہ اَرٰی یُرِی اور ان دونوں کے اخوات (امر و نہی) ہیں، اور اسمِ ظرف مَرْأًی آتا ہے اور اسمِ آلہ مِرْأًی آتا ہے، اور جب ان اشیاء میں ہمزہ کو حذف کیا گیا تو جائز ہے ان کے نظائر پر قیاس کرتے ہوئے، مگر یہ (یعنی ان میں ہمزہ کو حذف کرنا) غیر مستعمل ہے، مجھول رُءِیَ اور یُرْاٰی آخر تک۔

سوال: اسمِ فاعل رَاءٍ کے ہمزہ کو کیوں حذف نہیں کیا گیا؟

جواب: چونکہ اس کے فعل یَرٰی میں ہمزہ کو خلافِ قیاس طور پر محض اس کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے حذف کیا گیا ہے لہذا اسمِ فاعل، اسمِ مفعول اور اسمِ ظرف وغیرہ میں ہمزہ کو حذف نہیں کیا جائے گا۔ اور بعض لوگوں نے اس کا جواب یوں بھی دیا ہے کہ ہمزہ کا ما قبل الف ہے اور الف حرکت کو قبول نہیں کرتا البتہ راء کو سَأَلَ۔ یَسْئَلُ کی طرح بین بین کر کے پڑھ سکتے ہیں۔

سوال: اسمِ مفعول مَرْءِیٌّ کی تعلیل کیسے ہوئی اور اس میں ہمزہ کو کیوں حذف نہیں کیا گیا ہے؟

جواب: اسمِ مفعول مَرْءِیٌّ اصل میں مَرْءُوْیٌ تھا پس واؤ اور یاء جمع ہوئے ان میں سے پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو مَرْءُیٌّ ہو گیا پھر یاء کی مناسبت سے ہمزہ کو کسرہ دے دیا تو مَرْءِیٌّ ہو گیا۔ یہاں پر ہمزہ کو حذف کرنا واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے لیکن جائز ہونے کے باوجود نہ حذف کرنے کی وجہ وہی ہے جو اسمِ فاعل کی ہے کہ اس کے فعل یَرَی میں ہمزہ کو غیرِ قیاس طور پر حذف کیا گیا ہے لہذا یہاں پر بطورِ وجوب حذف نہیں کیا جائے گا۔

سوال: ثلاثی مجرد کے اسمِ فاعل رَاءٍ میں ہمزہ کو حذف نہیں کیا گیا جب کہ ثلاثی مزید فیہ میں بابِ افعال کے اسمِ فاعل مُرِیً میں جو اصل میں مُرْءِیٌ ہے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: بابِ افعال کی ماضی، مضارع وغیرہ سب میں ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے لہذا اس کے اسمِ فاعل میں بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے ہمزہ کو حذف کر دیا گیا ہے جبکہ ثلاثی مجرد میں صرف مضارع میں ہمزہ کو حذف کیا جاتا ہے وہ بھی خلافِ قیاس، لہذا اس کے اسمِ فاعل میں حذف نہیں کیا گیا۔

نوٹ: بابِ افعال کی ماضی، مضارع، امر، نہی، اسمِ فاعل، اسمِ مفعول، اسمِ ظرف میں ہمزہ کو حذف کرنا واجب ہے اور ثلاثی مجرد میں صرف فعلِ مضارع میں حذف واجب ہے اور

بقیہ میں جائز ہے واجب نہیں، اور جائز اس کے مضارع، امر، نہی پر قیاس کرتے ہوئے ہے، لیکن ثلاثی مجرد کے اسمِ فاعل رَاءٍ اسمِ مفعول مُرْءِ یٌّ اسمِ ظرف مَرْءً ی اسمِ آلہ مِرْءً ی کو ہمزہ کے حذف کے ساتھ پڑھنا غیر مستعمل ہے۔

سوال: ثلاثی مجرد کا ماضی مجہول اور مضارع مجہول کس وزن پر آئے گا؟

جواب: ثلاثی مجرد کا ماضی مجہول اپنے اصل پر رُءِیَ آئے گا جبکہ مضارع مجہول یُرٰی آئے گا جو اصل میں یُرْءَیُ تھا پس ماقبل فتحہ ہونے کی وجہ سے یاء کو الف کیا پھر ہمزہ کو حذف کر دیا اور اس کی حرکت راء کو دے دی تو یُرٰی ہو گیا۔

اَلْمَهْمُوْزُ الْفَاءُ يَجِيْءُ مِنْ خَمْسَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ(۱) أَخَذَ يَأْخُذُ، (۲) أَدَبَ يَأْدِبُ (۳) أَهَبَ يَأْهَبُ (۴) أَرِجَ يَأْرَجُ (۵) أَسُلَ يَأْسُلُ، (اَیْ ن، ض، ف، س، ك) وَ الْمَهْمُوْزُ الْعَيْنُ يَجِيْءُ مِنْ ثَلَاثَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ (۱) رَأَى يَرَى (۲) يَئِسَ يَيْئَسُ (۳) لَؤُمَ يَلْؤُمُ، (اَیْ ف، س، ك) وَ الْمَهْمُوْزُ اللَّامُ يَجِيْءُ مِنْ اَرْبَعَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ (۱) هَنَأَ يَهْنِئُ (۲) سَبَأَ يَسْبَأُ (۳) صَدِئَ يَصْدَأُ (۴) جَزُؤَ يَجْزُؤُ، (اَیْ ض، ف، س، ك)۔

ترجمہ: **مہموز الفاء پانچ ابواب سے آتا ہے جیسے: (۱)۔۔۔ أَخَذَ۔ يَأْخُذُ، (۲)۔۔۔ أَدَبَ۔ يَأْدِبُ (۳)۔۔۔ أَهَبَ۔ يَأْهَبُ (۴)۔۔۔ أَرِجَ۔ يَأْرَجُ (۵)۔۔۔ أَسُلَ۔ يَأْسُلُ، (اَیْ ن، ض، ف، س، ک)، اور مہموز العین تین ابواب سے آتا ہے جیسے: (۱)۔۔۔ رَأَى۔ يَرَى (۲)۔۔۔ يَئِسَ۔ يَيْئَسُ (۳)۔۔۔ لَؤُمَ۔ يَلْؤُمُ، (یعنی ف، س، ک)، اور مہموز اللام چار ابواب**

سے آتا ہے جیسے : (۱)۔۔۔هَنَأَ۔ يَهْنِيئُ (۲) ۔۔۔سَبَأَ ۔يَسْبَأُ (۳)۔۔۔ صَدِيئَ ۔يَصْدَأُ (۴)۔۔۔جَزُؤَ۔ يَجْزُؤُ،(یعنی ض،ف،س،ک)۔

سوال: مہموز الفاء کتنے ابواب سے آتا ہے؟

جواب: مہموز الفاء پانچ ابواب سے آتا ہے: **(۱)۔۔۔** نَصَرَ ۔يَنْصُرُ جیسے۔اَخَذَ ۔ يَأْخُذُ۔ **(۲)۔۔۔** ضَرَبَ ۔يَضْرِبُ جیسے۔اَدَبَ ۔يَأْدِبُ۔ **(۳)۔۔۔** فَتَحَ ۔يِفْتَحُ جیسے۔ اَهَبَ ۔يَأْهَبُ۔ **(۴)۔۔۔** سَمِعَ ۔يَسْمَعُ جیسے۔ اَرِجَ ۔يَأْرَجُ۔ **(۵)۔۔۔** كَرُمَ۔ يَكْرُمُ جیسے۔ اَسُلَ ۔ يَأْسُلُ۔

سوال: مہموز العین کتنے ابواب سے آتا ہے؟

جواب: مہموز العین تین ابواب سے آتا ہے: **(۱)۔۔۔** فَتَحَ ۔يَفْتَحُ۔ رَأَى۔ يَرٰى۔ **(۲)۔۔۔** سَمِعَ۔ يَسْمَعُ۔ يَئِسَ۔ يَيْئَسُ۔ **(۳)۔۔۔** كَرُمَ۔ يَكْرُمُ۔ لَؤُمَ۔ يَلْؤُمُ۔

سوال: مہموز اللام کتنے ابواب سے آتا ہے؟

جواب: مہموز اللام چار ابواب سے آتا ہے: **(۱)۔۔۔** ضَرَبَ ۔يَضْرِبُ ۔ هَنَأَ ۔ يَهْنِئُ۔ **(۲)۔۔۔** فَتَحَ ۔يَفْتَحُ۔ سَبَأَ ۔يَسْبَأُ۔ **(۳)۔۔۔** سَمِعَ يَسْمَعُ۔ صَدِئَ يَصْدَأُ۔ **(۴)۔۔۔** كَرُمَ۔ يَكْرُمُ۔ جَزُؤَ۔ يَجْزُؤُ۔

وَلَا يَجِيْءُ فِي الْمُضَاعَفِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ نَحْوُ أَنَّ يَئِنُّ، وَلَا تَقَعُ الْهَمْزَةُ مَوْضِعَ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ وَ مِنْ ثَمَّ لَايَجِيْءُ فِي الْمِثَالِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْعَيْنِ وَ اللَّامِ نَحْوُ وَأَدَ وَ وَجَأَ۔

ترجمہ: اور مہموز مضاعف میں نہیں آتا مگر مہموز الفاء جیسے أَنَّ يَئِنُّ، اور ہمزہ حروفِ علت کی جگہ نہیں آتا اور اسی وجہ سے مثال میں نہیں آتا مگر مہموز العین اور مہموز اللام جیسے وَأَدَ وَجَأَ

وَفِی الْاَجْوَفِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ وَ اللَّامِ نَحْوُ اٰنَ وَ جَاءَ، وَفِی النَّاقِصِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ وَ الْعَيْنِ نَحْوُ أَبٰى وَ رَأٰى، وَفِی اللَّفِيْفِ الْمَفْرُوْقِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْعَيْنِ نَحْوُ وَاٰى، وَفِی الْمَقْرُوْنِ اِلَّا مَهْمُوْزُ الْفَاءِ نَحْوُ أَوٰى۔

ترجمہ: اور اجوف میں نہیں آتا مگر مہموز الفاء اور اللام جیسے اٰنَ وَجَاءَ، اور ناقص میں نہیں آتا مگر مہموز الفاء اور العین جیسے أَبٰی وَ رَاٰی، اور لفیفِ مفروق میں نہیں آتا مگر مہموز العین جیسے، اور لفیفِ مقرون میں نہیں آتا مگر مہموز الفاء جیسے أَوٰی۔

سوال: کیا مضاعف اور مہموز جمع ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! صرف مہموز الفاء میں جمع ہو سکتے ہیں جیسے أَنَّ يَئِنُّ۔

سوال: کیا معتل اور مہموز جمع ہو سکتے ہیں؟

جواب: جی ہاں! ایک فعل معتل اور مہموز ہو سکتا ہے اور ایسے ہی اسم بھی معتل اور مہموز ہو سکتا ہے۔ مثال اور مہموز العین :وَأَدَ۔ مثال اور مہموز اللام :وَجَأَ۔ اجوف اور مہموز الفاء: اٰنَ۔ جو اصل میں أَوَنَ تھا۔ اجوف اور مہموز اللام :جَاءَ۔ جو اصل میں جَيَءَ تھا۔ ناقص اور مہموز الفاء :أَبٰی۔ ناقص اور مہموز العین :رَاٰی۔ لفیفِ مفروق اور مہموز العین :وَاٰی۔ لفیفِ مقرون اور مہموز الفاء :أَوٰی۔

نوٹ: مثال مہموز الفاء کے ساتھ، اجوف مہموز العین کے ساتھ، ناقص مہموز اللام کے ساتھ، لفیفِ مفروق مہموز الفاء اور مہموز اللام کے ساتھ، لفیفِ مقرون مہموز العین اور مہموز اللام کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے کیونکہ جس جگہ حرفِ علت ہو گا اس جگہ ہمزہ نہیں ہو گا۔

وَ تُكْتَبُ الْهَمْزَةُ فِي الْاَوَّلِ عَلٰى صُوْرَةِ الْاَلِفِ فِي كُلِّ الْاَحْوَالِ نَحْوُ اَبٍ وَ اُمٍّ وَ اِبِلٍ لِخِفَّةِ الْاَلِفِ وَ قُوَّةِ الْكَاتِبِ عِنْدَ الْاِبْتِدَاءِ عَلٰى وَضْعِ الْحَرَكَاتِ وَفِي الْوَسْطِ اِذَا كَانَتْ سَاكِنَةً عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ رَأْسٍ وَ لُؤْمٍ وَ ذِئْبٍ لِلْمُشَاكَلَةِ، وَ اِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً تُكْتَبُ عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ نَفْسِهَا حَتّٰى تُعْلَمَ حَرَكَتُهَا نَحْوُ سَأَلَ وَ لَؤُمَ وَ سَئِمَ۔ وَ اِذَا كَانَتْ مُتَحَرِّكَةً فِي آخِرِ الْكَلِمَةِ تُكْتَبُ عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ مَا قَبْلَهَا لَا عَلٰى وَفْقِ حَرَكَةِ نَفْسِهَا، لِاَنَّ الْحَرَكَةَ الطَّرَفِيَّةَ عَارِضِيَّةٌ نَحْوُ قَرَأَ وَ طَرُءَ وَ فَتِئَ،

ترجمہ: اور شروع میں ہمزہ تمام احوال میں الف کی صورت پر لکھا جائے گا جیسے اَبٍ وَاُمٍّ وَ اِبِلٍ الف کی خفت اور حرکات کے وضع کرنے پر ابتداء کے وقت کاتب کی قوت کی وجہ سے، اور وسط میں جب ہمزہ ساکن ہو تو اپنے ما قبل حرف کی حرکت کے موافق لکھا جائے گا جیسے رَأْسٍ وَ لُؤْمٍ وَذِئْبٍ مشاکلت کی وجہ سے، اور جب ہمزہ متحرک ہو تو اپنی حرکت کے موافق لکھا جائے گا تاکہ ہمزہ کی حرکت جان لی جائے جیسے سَأَلَ وَلَؤُمَ وَ سَئِمَ۔ اور جب ہمزہ کلمہ کے آخر میں متحرک ہو تو ہمزہ کے ما قبل حرف کی حرکت کے موافق لکھا جائے گا نہ کہ ہمزہ کی اپنی حرکت کے موافق، اس لئے کہ کنارے کی حرکت عارضی ہوتی ہے جیسے قَرَأَ وَطَرُءَ وَفَتِئَ۔

وَ اِذَا کَانَتْ مَا قَبْلَهَا سَاکِناً لَا تُکْتَبُ عَلٰی صُوْرَةِ شَیْءٍ لِطُرُوِّ حَرْکَتِهَا وَ عَدْمِ حَرْکَةِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ خَبْءٍ وَ دَفْءٍ وَ بَرْءٍ۔

ترجمہ: اور جب ہمزہ کا ما قبل ساکن ہو تو کسی چیز کی صورت پر نہیں لکھا جائے گا ہمزہ کی حرکت کے عارضی ہونے اور ہمزہ کے ما قبل کی حرکت نہ ہونے کی وجہ جیسے خَبْءٍ وَدَفْءٍ وَبَرْءٍ۔

سوال: ہمزہ کو لکھنے کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب: جس طرح دیگر حروف کے لئے کوئی نہ کوئی مخصوص صورت وضع کی گئی ہے اس طرح ہمزہ کی کوئی مستقل صورت وضع نہیں کی گئی ہے بلکہ مختلف احوال میں مختلف انداز سے لکھا جاتا ہے مثلاً:

(۱)۔۔۔اگر ہمزہ کلمہ کے شروع میں ہو تو تینوں حالتوں میں الف کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے اَبٌ۔اُمٌّ۔اِبِلٌ۔ الف کی صورت میں لکھنے کی یہ وجہ ہے کہ الف خفیف ہوتا ہے اور ابتداء میں حرکت دینے کے سلسلہ میں کاتب قوی ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔اگر ہمزہ درمیان میں ہو اور ساکن ہو تو ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے رَأْسٌ۔لُؤْمٌ۔ذِئْبٌ۔ ایسا اس لئے کرتے ہیں تاکہ ہمزہ کی صورت ما قبل حرف کی حرکت کے موافق ہو جائے۔

(۳)۔۔۔اگر ہمزہ درمیان میں ہو اور متحرک ہو تو اپنے حرکت کے موافق حرفِ علت کی صورت میں لکھا جائے گا جیسے سَأَلَ۔لَؤُمَ۔سَئِمَ۔ ایسا اس لئے کرتے ہیں تاکہ اس کی اپنی حرکت کا علم ہو جائے۔

(۴)۔۔۔ ہمزہ متحرکہ کلمہ کے آخر میں ہو تو ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت کی شکل میں لکھا جائے گا جیسے قَرَأ۔ طَرُءَ۔ فَتِیءَ۔ پس ہمزہ کی اپنی حرکت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ طرف کی حرکت عارضی ہوتی ہے۔

(۵)۔۔۔ اگر ہمزہ متحرکہ کلمہ کے آخر میں ہو مگر اس کا ما قبل ساکن ہو تو ہمزہ کو کسی بھی حرف کی شکل میں نہیں لکھا جائے گا کیونکہ ہمزہ کی اپنی حرکت عارضی ہے اور ما قبل ساکن ہے جیسے خَبْءٌ۔ دَفْءٌ۔ بَرْءٌ۔ ان مثالوں میں ہمزہ کی علامت لکھی گئی ہے کیونکہ یہ ہمزہ کی اصلی شکل نہیں ہے۔

اَلْبَابُ الرَّابِعُ فِی الْمِثَالِ

مثال کا بیان

وَ یُقَالُ لِلْمُعْتَلِّ الْفَاءِ مِثَالٌ لِاَنَّ مَاضِیَهُ مِثْلُ مَاضِی الصَّحِیْحِ وَ قِیْلَ لِاَنَّ اَمْرَهُ مِثْلُ اَمْرِ الْاَجْوَفِ نَحْوُ عِدْ وَ زِنْ وَ هُوَ یَجِیْءُ مِنْ خَمْسَةِ اَبْوَابٍ وَ لَا یَجِیْءُ مِنْ فَعَلَ یَفْعُلُ اِلَّا وَجَدَ یَجُدُ فِی لُغَةِ بَنِی عَامِرٍ، فَحُذِفَ الْوَاوُ فِی یَجُدُ فِی لُغَتِهِمْ لِثِقْلِ الْوَاوِ مَعَ ضَمَّةِ مَا بَعْدَهَا، وَ قِیْلَ هٰذِهِ لُغَةٌ ضَعِیْفَةٌ فَاتَّبَعَ لِیَعِدُ فِی الْحَذْفِ وَ حُکْمُ الْوَاوِ وَ الْیَاءِ اِذَا وَقَعَتَا فِی اَوَّلِ الْکَلِمَةِ کَحُکْمِ حَرْفِ الصَّحِیْحِ نَحْوُ وَعَدَ وَ وُعِدَ وَ وَقُرَ وَ وُقِرَ وَ یَنَعَ وَ یُنِعَ، وَ نَظَائِرُهَا لِقُوَّةِ الْمُتَکَلِّمِ عِنْدَ الْاِبْتِدَاءِ ۔

ترجمہ: اور معتلِ فاء کو مثال کہا گیا ہے اس لئے کہ اس کی ماضی صحیح کی ماضی کے مثل ہوتا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس لئے کہ اس کا امر اجوف کے امر کے مثل ہوتا ہے جیسے عِدْ اور زِنْ، اور مثال پانچ ابواب سے آتا ہے اور فَعَلَ یَفْعُلُ سے نہیں آتا مگر وَجَدَ یَجُدُ بنو عامر کی لغت میں، پس ان کی لغت میں یَجُدُ میں واو کو حذف کیا گیا واو کے مابعد ضمہ کے ساتھ واو کے ثقیل ہونے کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ لغت ضعیف ہے، پس حذف کرنے میں یَعِدُ کی اتباع کی گئی ہے، اور واؤ اور یاء کا حکم جب یہ دونوں کلمہ کے شروع میں واقع ہوں حرفِ صحیح کے حکم کے جیسے ہے جیسے وَعَدَ وَوُعِدَ وَوَقُرَ وَوُقِرَ وَیَنَعَ وَیُنِعَ، اور ان کے نظائر، ابتداء کے وقت متکلم کی قوت کی وجہ سے۔

سوال: مثال کو مثال کیوں کہتے ہیں؟

جواب: چونکہ معتل الفاء کی ماضی صحیح کے ماضی کے مثل ہوتی ہے یعنی اس میں تعلیل نہیں ہوتی پس اسی مماثلت کی وجہ سے اسے مثال کہتے ہیں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا فعلِ امر اجوف کے فعلِ امر کی مثل ہوتا ہے جیسے زَانَ.یَزِیْنُ۔ اور وَزَنَ.یَزِنُ دونوں سے فعلِ امر زِنْ آتا ہے گویا معتل الفاء کا فعلِ امر اجوف کے فعلِ امر کے مثل ہے اس مثلیت کی بناء پر اسے مثال کہتے ہیں۔

سوال: مثال کتنے اور کن کن ابواب سے آتا ہے؟

جواب: مثال پانچ ابواب سے آتا ہے: (۱)۔۔۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ۔وَعَدَ یَعِدُ۔ (۲)۔۔۔سَمِعَ یَسْمَعُ۔ وَجِلِ یَوْجَلُ۔ (۳)۔۔۔ فَتَحَ۔ یَفْتَحُ۔ وَجَعَ یَوْجَعُ۔ (۴)۔۔۔ کَرُمَ یَکْرُمُ۔وَجُهَ یَوْجُهُ۔ (۵)۔۔۔حَسِبَ یَحْسِبُ۔وَرِثَ یَرِثُ۔ مثال نَصَرَ یَنْصُرُ سے نہیں آتا البتہ بنو عامر کی لغت میں وَجَدَ۔یَجُدُ نَصَرَ۔یَنْصُرُ سے آتا ہے ان کے نزدیک یَجُدُ اصل میں یَوْجُدُ تھا پھر واؤ کو گرایا گیا کیونکہ واؤ بھی ثقیل ہے اور اس کے بعد والے حرف پر ضمہ بھی ثقیل ہے تو یَجُدُ ہو گیا لیکن دوسرے لوگ اس لغت کو ضعیف قرار دیتے ہیں اور یَعِدُ کی اتباع میں واؤ کو حذف کرتے ہیں اگرچہ وہ قاعدہ یہاں پر نہیں پایا جاتا یعنی یَجُدُ میں واؤ، یاء اور کسرہ کے درمیان واقع نہیں ہوتی جیسے کہ یَوْعِدُ میں۔

سوال: کلمہ کے شروع میں واؤ اور یاء واقع ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: شروع کلمہ میں واقع ہونے والے واؤ اور یاء کا حکم حرفِ صحیح کے حکم کی طرح ہے یعنی تعلیل نہیں ہو گی جیسے وَعَدَ۔ وُعِدَ۔ وَقَرَ۔ یَنَعَ۔ وغیرہ۔

وَ قِیْلَ اِنَّ الْاِعْلَالَ اِنَّمَا یَکُوْنُ بِالسُّکُوْنِ اَوْ بِالْقَلْبِ اِلٰی حَرْفِ الْعِلَّةِ اَوْ بِالْحَذْفِ وَ ثَلَاثَتُهَا لَا تُمْکِنُ اَمَّا السُّکُوْنُ فَلِتَعَذُّرِهٖ، لِاَنَّهٗ مُبْتَدَأٌ وَ الْاِبْتِدَاءُ مِنَ السَّاکِنِ مُتَعَذَّرٌ وَ کَذَا الْقَلْبُ لِاَنَّ الْمَقْلُوْبَ بِهٖ غَالِباً یَکُوْنُ بِحَرْفِ الْعِلَّةِ وَ حَرْفُ الْعِلَّةِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا سَاکِنَةً، وَ اَمَّا الْحَذْفُ فَلِنُقْصَانِهٖ مِنَ الْقَدْرِ الصَّالِحِ فِی الثُّلَاثِیِّ، وَ اَمَّا فِی الْمَزِیْدِ فَلِاتِّبَاعِ الثُّلَاثِیِّ فِی الزَّوَائِدِ نَحْوُ اُوْلَجَ یُوْلِجُ اِیْلَاجاً۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ تعلیل حرف کو ساکن کر کے، یا حرفِ علت کی طرف قلب (بدل) کر کے، یا حرف کو حذف کر کے ہوتی ہے، اور یہ تینوں صورتیں اس واؤ اور یاء میں (جو کلمہ کے شروع میں واقع ہوں) ممکن نہیں ہیں، رہا کلمہ کے شروع کی واؤ اور یاء کو ساکن کرنا تو ساکن کے متعذر ہونے کی وجہ سے ممکن نہیں ہے اس لئے کہ کلمہ کا پہلا حرف ابتداء کرنے کا محل ہے اور ساکن حرف سے ابتداء کرنا متعذر ہے، اور ایسے ہی ان واؤ اور یاء کا کسی حرفِ علت سے بدلنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ مقلوب بہ (یعنی جس حرف سے بدلا جائے) اکثر حرفِ علت ہی ہوتا ہے اور حرفِ علت نہیں ہوتا مگر ساکن (لہذا اس صورت میں بھی ابتداء بالسکون لازم آئے گا جو کہ متعذر ہے)، اور رہا ان واؤ اور یاء کا حذف کرنا تو یہ بھی ممکن نہیں ہے کلمہ کا ثلاثی میں درست مقدار سے کم ہو جانے کی وجہ سے، اور رہا مزید فیہ میں تو زوائد میں ثلاثی کی اتباع کرنے کی وجہ سے درست نہیں ہے جیسے اُوْلَجَ، یُوْلِجُ، اِیْلَاجاً۔

وَ لَا یُعَوِّضُ بِالتَّاءِ فِی الْاَوَّلِ وَ الْآخِرِ حَتّٰی لَا یَلْتَبِسَ بِالْمُسْتَقْبِلِ وَ الْمَصْدَرِ فِی نَفْسِ الْحُرُوْفِ۔

ترجمہ: **اور کلمہ کے شروع اور آخر میں تاء کے عوض کوئی چیز نہیں لائی جاتی تاکہ نفسِ حروف میں مستقبل اور مصدر کے ساتھ التباس لازم نہ آئے۔**

سوال: واؤ اور یاء حروفِ علت میں سے ہونے کے باوجود تعلیل نہیں ہوتی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی دو وجہیں ہیں:

(۱)۔۔۔ چونکہ ابتداء میں متکلم کو قوت حاصل ہوتی ہے لہذا وہ واؤ اور یاء کے ادا کرنے میں ثقل محسوس نہیں کرتا۔

(۲)۔۔۔ اعلال کی تین صورتیں ہیں: (۱)۔۔۔ ساکن کرنا۔ (۲)۔۔۔ حرفِ علت سے بدلنا۔ (۳)۔۔۔ حذف کرنا۔ اور یہ تینوں یہاں ناممکن ہیں کیونکہ واؤ اور یاء کو ساکن کرنے کی صورت میں ابتداء بالسکون لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔ اور اگر واؤ اور یاء کو کسی حرفِ علت سے بدلیں تو حرفِ علت عام طور پر ساکن ہوتا ہے لہذا اس صورت میں بھی ابتداء بالسکون لازم آئے گا۔ اور اگر واؤ اور یاء کو حذف کریں تو ثلاثی مجرد میں کلمہ قدرِ صالح سے کم ہو جائے گا اور ثلاثی مزید فیہ میں اگرچہ حروف کم نہیں ہوں گے لیکن اس میں ثلاثی مجرد کی اتباع میں حذف نہیں کریں گے۔

سوال: شروع کی واؤ اور یاء کو گرا کر اس کی جگہ تاء کو لایا جا سکتا ہے جس طرح مصدر میں کیا گیا ہے تو اس طرح کلمہ قدرِ صالح پر بر قرار رہتا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اگر وَعَدَ میں واؤ کو گرا کر اس کی جگہ تاء لاتے تو مضارع کے صیغہ تَعِدُ سے التباس لازم آتا اور اگر تاء کی زیادتی آخر میں کرتے تو عِدَۃٌ بناتے تو مصدر سے التباس لازم آتا کہ وَعَدَ۔ یَعِدُ کا مصدر عِدَۃٌ آتا ہے۔

وَ مِنْ ثَمَّ لَا یَجُوْزُ اِدْخَالُ التَّاءِ فِی الْاَوَّلِ فِی عِدَۃٍ لِلْاِلْتِبَاسِ بِالْمُسْتَقْبِلِ وَ یَجُوْزُ فِی التُّکْلَانِ لِعَدْمِ الْاِلْتِبَاسِ وَ عِنْدَ سِیْبَوَیْہِ یَجُوْزُ حَذْفُ التَّاءِ کَمَا فِی قَوْلِ الشَّاعِرِ: وَ اَخْلَفُوْكَ عِدَ الْاَمْرِ الَّذِی وَعَدُوْا۔ لِاَنَّ التَّعْوِیْضَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْجَائِزَۃِ عِنْدَہٗ وَ عِنْدَ الْفَرَّاءِ لَایَجُوْزُ الْحَذْفُ لِاَنَّھَا عِوَضٌ مِّنَ الْحَرْفِ الْاَصْلِیِّ۔

ترجمہ: اور اسی وجہ سے عِدَۃٌ کے شروع میں تاء کو داخل کرنا مستقبل کے ساتھ التباس کی وجہ سے جائز نہیں ہے، اور اَلتُّکْلَانُ میں التباس نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے، اور سیبویہ کے نزدیک تاء کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کہ شاعر کے قول میں (کہ عِدَۃٌ کی تاء کو حذف کر کے عِدَ استعمال کیا گیا ہے) وَ اَخْلَفُوْكَ عِدَ الْاَمْرِ الَّذِی وَعَدُوْا۔ اس لئے کہ سیبویہ کے نزدیک کسی کے عوض میں کوئی حرف لانا امورِ جائزہ میں سے ہے، اور فراء کے نزدیک (عِدَۃٌ کی تاء کو) حذف کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تاء حرفِ اصلی کے عوض میں ہے۔

اِلَّا فِی الۡاِضَافَةِ لِاَنَّ الۡاِضَافَةَ تَقُوۡمُ مَقَامَهَا وَ کَذٰلِكَ حُکۡمُ الۡاِقَامَةِ وَ الۡاِسۡتِقَامَةِ وَ نَحۡوِهِمَا۔ وَ مِنۡ ثَمَّ حُذِفَ التَّاءُ فِی قَوۡلِهٖ تَعَالٰی (وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ) النور:۴۲۔۳۷۔

ترجمہ: مگر اضافت میں (یعنی اضافت میں حذف کرنا جائز ہے) اس لئے کہ اضافت عوض کے قائم مقام ہوتا ہے، اور ایسے ہی اَلۡاِقَامَةُ اور اَلۡاِسۡتِقَامَةُ اور ان دونوں کے جیسے دیگر مصادر کا حکم ہے۔ اور اسی وجہ سے اللہ تعالی کے قول (وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ) النور:۴۲۔۳۷ میں تاء کو حذف کیا گیا ہے۔

سوال: اگر تاء کی زیادتی شروع میں التباس کی وجہ سے نہیں کی جاتی تو تُکۡلَانُ میں تاء کی زیادتی شروع میں کیوں کی گئی ہے یہ بھی تو مصدر ہے؟

جواب: تُکۡلَانُ میں مضارع کے ساتھ کوئی التباس کا ڈر نہیں ہے کیونکہ فعلِ مضارع اس وزن پر نہیں آتا اور اس کی اصل وُکۡلَانُ ہے، پھر واؤ کو تاء سے بدل کر تُکۡلَانُ کیا گیا ہے۔

سوال: کیا مصدر کے آخر میں لائی گئی تاء کو حذف کیا جا سکتا ہے؟

جواب: سیبویہ کے نزدیک مصدر کے آخر میں لائی گئی تائے عوض کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کہ شاعر کے شعر میں حذف کیا گیا ہے۔

ع :وَاَخۡلَفُوۡكَ عِدَ الۡاَمۡرِ الَّذِیۡ وَعَدُوۡا۔ میں عِدَ اصل میں عِدَةً ہے پس تاء کو گرا دیا گیا ہے۔ اور سیبویہ کی دلیل یہ ہے کہ کسی حرف کے عوض میں حرف لانا جائز ہے واجب نہیں، لہذا جب لانا جائز ہے سیبویہ کے نزدیک مصدر کے آخر میں لائی گئی تائے عوض کو حذف کرنا جائز ہے جیسے کہ شاعر کے شعر میں حذف کیا گیا ہے۔

ع :وَاَخْلَفُوْكَ عِدَ الْاَمْرِ الَّذِی وَعَدُوْا۔ میں عِدَ اصل میں عِدَۃَ ہے پس تاء کو گرا دیا گیا ہے۔ اور سیبویہ کی دلیل یہ ہے کہ کسی حرف کے عوض میں حرف لانا جائز ہے واجب نہیں،لہذا جب لانا جائز ہے تو اس کو حذف کرنا بھی جائز ہو گا۔ اور فرّاء کے نزدیک مُعَوَّض بہ کو حذف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حرفِ اصلی کی جگہ میں آتا ہے جو شاعر کے اپنے شعر کے اندر عِدَ الْاَمْرِ میں عِدَ سے ۃ کو حذف کیا ہے وہ اس لئے کہ اضافت کی صورت میں حرفِ عوض کو حذف کر سکتے ہیں کیونکہ مضاف الیہ اس محذوف حرف کے قائم مقام ہو جاتا ہے پس جب الْاَمْرِ تائے محذوفہ کے قائم مقام ہو گیا تو اب کلمہ قدرِ صالح سے کم نہ ہوا۔ اسی طرح اِقَامَۃٌ اور اِسْتِقَامَۃٌ اور اس کے جیسے دیگر صیغوں کا حکم ہے یعنی اضافت کے وقت عوض میں لایا ہوا حرف حذف ہو سکتا ہے جیسے کہ قرآنِ پاک میں آیا اَقَامَ الصَّلٰوۃِ حالانکہ اصل میں اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃِ ہے۔ تو اس کو حذف کرنا بھی جائز ہو گا۔ اور فرّاء کے نزدیک معوَّ ض بہ کو حذف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ حرفِ اصلی کی جگہ میں آتا ہے جو شاعر کے اپنے شعر کے اندر عِدَ الْاَمْرِ میں عِدَ سے ۃ کو حذف کیا ہے وہ اس لئے کہ اضافت کی صورت میں حرفِ عوض کو حذف کر سکتے ہیں کیونکہ مضاف الیہ اس محذوف حرف کے قائم مقام ہو جاتا ہے پس جب الْاَمْرِ تائے محذوفہ کے قائم مقام ہو گیا تو اب کلمہ قدرِ صالح سے کم نہ ہوا۔ اسی طرح اِقَامَۃٌ اور اِسْتِقَامَۃٌ اور اس کے جیسے دیگر صیغوں کا حکم ہے یعنی اضافت کے وقت عوض میں لایا ہوا حرف حذف ہو سکتا ہے جیسے کہ قرآنِ پاک میں آیا اَقَامَ الصَّلٰوۃِ حالانکہ اصل میں اِقَامَۃُ الصَّلٰوۃِ ہے۔

وَ تَقُوْلُ فِی اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ وَعَدَ وَعَدَا وَعَدُوْا اِلخ، وَ یَجُوْزُ فِی وَعَدْتُّ اِدْغَامُ الدَّالِ فِی التَّاءِ لِقُرْبِ الْمَخْرَجِ، اَلْمُسْتَقْبِلِ :یَعِدُ اِلخ، اَصْلُہٗ یَوْعِدُ فَحُذِفَ الْوَاوُ، لِاَنَّہٗ یَلْزَمُ الْخُرُوْجُ مِنَ الْکَسْرَۃِ التَّقْدِیْرِیَّۃِ اِلٰی الضَّمَّۃِ التَّقْدِیْرِیَّۃِ وَ مِنَ الضَّمَّۃِ التَّقْدِیْرِیَّۃِ اِلٰی الْکَسْرَۃِ الْحَقِیْقِیَّۃِ وَ مِثْلُ ھٰذَا ثَقِیْلٌ وَ مِنْ ثَمَّ لَا یَجِیْءُ لُغَۃٌ عَلٰی وَزْنِ فِعُلٌ وَ فُعِلٌ اِلَّا حُبِکٌ وَ دُئِلٌ، وَ حُذِفَتْ فِی تَعِدُ وَ اَخْوَاتِہٖ اَیْضاً لِلْمُشَاکَلَۃِ، وَحُذِفَتْ فِی مِثْلِ یَضَعُ، لِاَنَّ اَصْلَہٗ یَوْضِعُ فَحُذِفَتِ الْوَاوُ ثُمَّ جُعِلَ تَضَعُ مَفْتُوْحاً نَظْراً اِلٰی حَرْفِ الْحَلْقِ، لِاَنَّ حَرْفَ الْحَلْقِ ثَقِیْلٌ وَ الْکَسْرَۃَ اَیْضاً ثَقِیْلَۃٌ فَاُبْدِلَتِ الْکَسْرَۃُ فَتْحَۃً۔

ترجمہ: اور آپ ضمائر کو لاحق کر کے کہو وَعَدَ وَعَدَا وَعَدُوْا آخر تک، اور وَعَدْتُّ میں دال کا تاء میں ادغام کرنا قربِ مخرج کی وجہ سے جائز ہے، مستقبل میں یَعِدُ آخر تک، کہ یَعِدُ کی اصل یَوْعِدُ ہے پس واؤ کو حذف کیا گیا اس لئے کہ کسرۂ تقدیری سے ضمۂ تقدیری کی جانب، اور ضمہ تقدیری سے کسرۂ تحقیقی کی جانب خروج لازم آرہا تھا، اور اس کے مثل ثقیل ہے، اور اسی وجہ سے کوئی بھی لغت فِعُلٌ اور فُعِلٌ کے وزن پر سوائے حُبِکٌ اور دُئِلٌ کے نہیں آتی، اور تَعِدُ اور اس کے اخوات میں واؤ کو مشاکلت کی بناء پر حذف کیا گیا ہے، اور یَضَعُ کے مثل میں واؤ کو حذف کیا گیا ہے اس لئے کہ اس کی اصل یَوْضِعُ ہے پس واؤ کو حذف کیا گیا پھر حرفِ حلقی کی جانب نظر کرتے ہوئے تَضَعُ میں ضاد کو مفتوح بنایا گیا ہے، اس لئے کہ حرفِ حلقی ثقیل ہوتا ہے اور کسرہ بھی ثقیل ہوتا ہے پس کسرہ کو فتحہ سے تبدیل کر دیا گیا۔

سوال: وَعَدْتُّ میں ادغام کیوں کیا گیا ہے؟

جواب: وَعَدْتُّ میں چونکہ دال اور تاء قریب المخرج ہیں اسی لئے دال کو تاء سے بدل کر ادغام کر دیا گیا ہے اور یہ جائز ہے کہ جب دو حرف متقارب بین جمع ہوں تو ایک کو دوسرے سے بدل کر ادغام کر سکتے ہیں جیسے کہ مضاعف کے باب میں گزرا۔

سوال: یَعِدُ میں کیسے تعلیل ہوتی ہے؟

جواب: یَعِدُ اصل میں یَوْعِدُ تھا، یاء کسرۂ تقدیری اور واؤ ضمۂ تقدیری ہوتا ہے اور عین کے نیچے کسرۂ حقیقی ہے اب یَوْعِدُ میں کسرۂ تقدیری سے ضمۂ تقدیری اور ضمۂ تقدیری سے کسرۂ حقیقی کی طرف خروج لازم آتا تھا اور اہلِ عرب اسے ثقیل سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ فِعُلٌ اور فُعِلٌ کے وزن پر کوئی لغت نہیں آتی سوائے حِبُكٌ اور دُئِلٌ کے۔ لہذا یَوْعِدُ سے ثقل کو دور کرنا ضروری تھا پس اگر یاء کو حذف کرتے تو علامتِ مضارع کا حذف لازم آتا جو کہ جائز نہیں اور اگر علامتِ مضارع کو ساکن کرتے تو ابتداء بالسکون لازم آتا جو کہ محال ہے اور اگر عین کے کسرہ کو حذف کرتے تو اجتماعِ ساکنین لازم آتا اور اگر عین کو کسرہ کے علاوہ ضمہ یا فتحہ کی حرکت دیتے تو بناء میں تغیری لازم آتی کہ ابواب میں خلط ملط ہو جاتا لہذا حذف کے لئے واؤ کو متعین کیا گیا تاکہ یاء عین کے کسرہ کے قریب ہو جائے باعتبارِ جنس۔

سوال: تَعِدُ اور اس کے اخوات میں یہ ثقل نہیں تھا پھر کیوں واؤ کو وہاں سے حذف کیا گیا؟

جواب: تَعِدُ میں اگرچہ واؤ، یاء اور کسرہ کے درمیان واقع نہیں مگر پھر بھی اس میں اور اس کے اخوات سے واؤ کو حذف کیا گیا ہے وہ محض یَعِدُ کی اتباع کرتے ہوئے ہے۔

سوال: قلیل کو کثیر پر محمول کرتے ہیں نہ کہ کثیر کو قلیل پر، پس یاء والے صیغہ کل چار ہیں جب کہ تاء والے صیغے آٹھ ہیں لہذا ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یاء والے صیغوں کو تاء والے صیغوں پر محمول کرکے واؤ کو حذف نہ کیا جاتا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: آپ کی بات یقیناً درست ہے لیکن یہاں پر مقصود تخفیف ہے اور واؤ کو حذف کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی پس جب تخفیفاً یاء والے صیغوں سے واؤ کو علت کی بناء پر حذف کیا گیا تو تخفیفاً واؤ کو تاء والے صیغوں سے بھی حذف کر دیا گیا اگرچہ علتِ مذکورہ موجود نہیں ہے۔

سوال: یَضَعُ میں واؤ کو کیوں حذف کیا گیا جبکہ یہاں عین کلمہ مکسور نہیں ہے بلکہ مفتوح ہے کیونکہ اس کی اصل یَوْضَعُ ہے؟

جواب: یَضَعُ اصل میں یَوْضِعُ تھا لہذا یَعِدُ کی طرح یہاں بھی واؤ کو گرا دیا گیا تو یَضِعُ ہو گیا، اب چونکہ کسرہ ثقیل ہے عین کلمہ حرفِ حلقی ہے جو کہ وہ بھی ثقیل ہے لہذا اس ثقل کو دور کرنے کے لئے کسرہ کو فتحہ سے بدل دیا گیا تو یَجَعُ یو گیا۔

سوال: وَعَدَ یَعِدُ۔ وَهَبَ یَهِبُ میں بھی تو حرفِ حلقی ہے لہذا ان میں بھی فتحہ دینا چاہئے تھا، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: ان کی تعلیل اہلِ عرب کے سماع پر موقوف ہے لہذا یہ قیاسی نہیں بلکہ سماعی ہیں۔

وَ لَا تُحْذَفُ فِي يُوْعِدُ لِاَنَّ اَصْلَهٗ يُؤَوْعِدُ، الْاَمْرِ :عِدْ اِلٰى آخِرِهٖ، اَلْفَاعِلِ: وَاعِدٌ، اَلْمَفْعُوْلِ: مَوْعُوْدٌ، وَالْمَوْضِعِ :مَوْعِدٌ، وَ الْآلَةِ :مِيْعَدٌ اَصْلُهٗ مِوْعَدٌ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً لِكَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا، وَهُمْ يُقَلِّبُوْنَهَا بِالْحَاجِزِ فِي نَحْوِ قِنْيَةٍ فَبِغَيْرِ حَاجِزٍ يَكُوْنُوْنَ اَقْلَبُ۔

ترجمہ: اور یُوْعِدُ میں واؤ کو نہیں حذف کیا گیا اس لئے کہ اس کی اصل ہے، اور فعلِ امر عِدْ آخر تک آتا ہے، اور اسمِ فاعل وَاعِدٌ آتا ہے، اور اسمِ مفعول مَوْعُوْدٌ آتا ہے، اور اسمِ ظرف مَوْعِدٌ آتا ہے، اور اسمِ آلہ مِيْعَدٌ آتا ہیکہ اس کی اصل مِوْعَدٌ ہے پس واؤ کو ما قبل کسرہ ہونے کی بناء پر یاء سے بدل دیا گیا، حالانکہ اہلِ عرب قِنْيَةٌ جیسی مثال میں حاجز کے ہونے کے باوجود واؤ کو یاء سے ما قبل کسرہ کی بناء پر بدل دیتے ہیں، پس بغیر حاجز کے قلب اہلِ عرب زیادہ کرتے ہیں۔

سوال: بابِ افعال کے فعلِ مضارع یُوْعِدُ سے واؤ کو کیوں حذف نہیں کیا جاتا حالانکہ واؤ، یاء اور کسرہ کے درمیان واقع ہے؟

جواب: یُوْعِدُ اصل میں یُاَوْعِدُ تھا پس اس میں واؤ کو حذف نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہاں پر وہ سبب نہیں پایا جاتا جو یَوْعِدُ میں تھا کیونکہ یہاں پر واؤ اور یاء کے درمیان ہمزۂ مقدرہ مانع ہے۔

سوال: مِيْعَدٌ اسمِ آلہ کی اصل کیا ہے اور اس کی تعلیل کیسے ہوئی ہے؟

جواب: اسمِ آلہ مِیۡعَدٌ اصل میں مِوۡعَدٌ تھا، واؤ کسرہ کے بعد واقع ہوئی لہذا واؤ کو یاء سے بدل دیا کیونکہ عربوں کے یہاں کسرہ اور واؤ ساکن کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو تب بھی واؤ کو یاء سے بدل دیتے ہیں جیسے قِنۡوَۃٌ سے قِنۡیَۃٌ، پس کسرہ اور واؤ کے درمیان نونِ ساکن کی رکاوٹ تھی پھر بھی واؤ کو یاء سے بدل دیا تو یہاں مِوۡعَدٌ میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے لہذا یہاں بدرجۂ اولی واؤ کو یاء سے بدلا جائے گا۔

اَلْبَابُ الْخَامِسُ فِی الْاَجْوَفِ

اجوف کا بیان

وَ يُقَالُ لَهٗ اَجْوَفُ لِخُلُوِّ جَوْفِهٖ عَنِ الْحَرْفِ الصَّحِيْحِ، وَ يُقَالُ لَهٗ ذُوْ الثَّلَاثَةِ لِصَيْرُوْرَتِهٖ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ فِى الْمَاضِى الْمُتَكَلِّمِ نَحْوُ قُلْتُ وَ بِعْتُ، وَ هُوَ يَجِيْءُ مِنْ ثَلَاثَةِ اَبْوَابٍ نَحْوُ(۱) قَالَ يَقُوْلُ (۲) بَاعَ يَبِيْعُ (۳) خَافَ يَخَافُ(ن،ض،س) وَ قَالَ بَعْضُ الصَّرْفِيِّيْنَ اَصْلاً شَامِلاً فِى بَابِ الْاِعْلَالِ يُخَرَّجُ جَمِيْعُ الْمَسَائِلِ مِنْهُ وَ هُوَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْاِعْلَالَ فِى حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِى غَيْرِ الْفَاءِ يُتَصَوَّرُ عَلٰى سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهاً، لِاَنَّهٗ يُتَصَوَّرُ فِى حُرُوْفِ الْعِلَّةِ اَرْبَعَةُ اَوْجُهٍ، اَلْحَرَكَاتُ الثَّلَاثُ وَ السُّكُوْنُ۔

ترجمہ: اور اس کو اجوف حرفِ صحیح سے اس کے جوف (درمیان) کے خالی ہونے کی وجہ سے کہا جاتا ہے، اور فعلِ ماضی کے واحد متکلم میں تین حروف پر منتقل ہونے کی وجہ سے اسے ثلاثی بھی کہتے ہیں جیسے قُلْتُ اور بِعْتُ، اور اجوف تین ابواب سے آتا ہے، (۱) قَالَ يَقُوْلُ (۲) بَاعَ يَبِيْعُ (۳) خَافَ يَخَافُ (ن، ض، س)، اور بعض صرفیوں نے کہا ہے کہ ایسا قاعدہ جو کہ اعلال کے باب میں شامل ہے جس سے تمام مسائل نکلتے ہیں، اور ان کا یہ قول کہ حروفِ علت میں تعلیل کرنا معتل الفاء کے علاوہ میں ہوتا ہے، اور اس تعلیل کی سولہ قسمیں متصور کی جاتی ہیں، اس لئے کہ حروفِ علت میں تعلیل کرنا چار طریقوں سے متصور ہوتا ہے تین حرکات اور ایک سکون۔

وَ فِيْمَا قَبْلَهَا اَيْضاً كَذٰلِكَ فَاضْرِبِ الْاَرْبَعَةَ فِي الْاَرْبَعَةِ حَتّٰى يَحْصُلُ لَكَ سِتَّةَ عَشَرَ وَجْهاً۔ ثُمَّ اُتْرِكَ السَّاكِنَةُ الَّتِى فَوْقَهَا سَاكِنٌ لِتَعَذُّرِ اِجْتِمَاعِ السَّاكِنَيْنِ، فَبَقِيَ لَكَ خَمْسَةَ عَشَرَ وَجْهاً۔

ترجمہ: اور ایسے ہی (چار طریقے) حروفِ علت کے ما قبل میں متصور ہوتا ہے، پس تو چار کو چار میں ضرب دے حتّٰی کہ تجھے سولہ قسمیں حاصل ہو جائیں۔ پھر اس ساکن کو چھوڑ دیا گیا جس کے اوپر سکون ہو اجتماعِ ساکنین کے متعذر ہونے کی وجہ سے، پس تیرے لئے پندرہ قسمیں باقی رہ گئیں۔

سوال: اجوف کو اجوف کیوں کہتے ہیں نیز اس کے کتنے نام ہیں؟

جواب: اجوف کا جوف یعنی عین کلمہ حرفِ صحیح سے خالی آتا ہے لہذا اسی لئے اسے اجوف کہتے ہیں۔ اور اس کو ذو ثلاثہ بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی متکلم میں اس کے تین حرف ہو جاتے ہیں جیسے قُلْتُ۔ بِعْتُ۔ وغیرہ۔ اور اس کو معتل العین بھی کہتے ہیں کہ اس کا عین کلمہ حرفِ علت ہوتا ہے جیسے قَالَ۔ یوں اس کے تین نام ہوئے۔

نوٹ: اگرچہ ماضی مخاطب میں بھی تین حرف ہوتے ہیں لیکن متکلم سے کلام کی ابتداء ہوتی ہے اس لئے یہاں پر صیغہ متکلم کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال: اجوف کتنے اور کن کن ابواب سے آتا ہے؟

جواب: اجوف تین ابواب سے آتا ہے:

(۱)۔۔۔ فَعَلَ یَفْعُلُ جیسے قَالَ یَقُوْلُ۔ (۲)۔۔۔فَعَلَ یَفْعِلُ جیسے بَاعَ یَبِیْعُ۔ (۳)۔۔۔فَعِلَ یَفْعَلُ جیسے خَافَ یَخَافُ۔

سوال: آپ نے جو بیان کیا کہ اجوف تین ابواب سے آتا ہے درست نہیں ہے کیونکہ طَالَ یَطُوْلُ جو اصل میں طَوُلَ یَطْوُلُ ہے یعنی بابِ کَرُمَ یَکْرُمُ سے آتا ہے، ایسا کیوں؟

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف بنو تمیم کی لغت میں آتا ہے جس کی وجہ سے یہ مثال شاذ ہے۔

اجوف کی تعلیل کا جامع قاعدہ

سوال: بعض صرفیوں نے اعلال کے باب میں ایک ایسا قاعدہ بیان کیا ہے جو جامع ہے وہ کون سا قاعدہ ہے؟

جواب: بعض صرفیوں نے اعلال کے باب میں ایک ایسا قاعدہ بیان کیا ہے جس کی رعایت سے تعلیل کے تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں سوائے مثال کے اور وہ قاعدہ یہ ہے۔

فاء کلمہ کے علاوہ جہاں بھی حرفِ علت واقع ہو اس میں تعلیل کی سولہ صورتیں بنتی ہیں کیونکہ حرفِ علت کی چار حالتیں ہوں گی کہ اس حرفِ علت پر فتحہ ہو گا یا ضمہ ہو گا یا کسرہ ہو گا یا سکون ہو گا، نیز حرفِ علت کا ما قبل بھی انہیں چار حالتوں پر ہو گا، اس طرح چار کو چار سے ضرب دیں تو سولہ صورتیں حاصل ہوتی ہیں، لیکن ان میں سے ایک کو چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی جب حرفِ علت ساکن ہو اور اس کا ما قبل بھی ساکن ہو۔ کیونکہ اس سے اجتماعِ ساکنین لازم آتا ہے لہذا اس طرح صرف پندرہ صورتیں رہ جاتی ہیں۔

اَلْاَرْبَعَةُ اِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا مَفْتُوحاً نَحْوُ قَوْلٌ وَ بَيَعَ وَ خَوِفَ وَ طَوُلَ، وَلَا تُعَلُّ الْاُوْلٰى، لِاَنَّ حَرْفَ الْعِلَّةِ اِذَا اُسْكِنَتْ جُعِلَتْ مِنْ جِنْسِ حَرْكَةِ مَا قَبْلَهَا لِلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ وَ اِسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا نَحْوُ مِيْزَانٌ اَصْلُهٗ مِوْزَانٌ وَ يُوْسِرُ اَصْلُهٗ يُيْسِرُ اِلَّا اِذَا اُنْفُتِحَ مَا قَبْلَهَا لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ وَ السُّكُوْنِ۔

ترجمہ: پہلی چار صورتیں (اس وقت ہوں گی) جب حرفِ علت کا ما قبل مفتوح ہو (اور حرفِ علت پر چاروں حرکات و سکون ہوں) جیسے قَوْلٌ اور بَيَعَ اور خَوِفَ اور طَوُلَ، پس پہلی صورت میں تعلیل نہیں کی جائے گی اس لئے کہ جب حرفَ علت کو ساکن کر دیا گیا ہو تو ساکن کی طبیعت کے نرم ہونے اور اس (حرفِ علت) کے ما قبل کے مطالبے کی وجہ سے حرفِ علت کو ما قبل کی حرکت کے جنس سے بنا دیا جاتا ہے جیسے مِيْزَانٌ کہ اس کی اصل مِوْزَانٌ ہے، اور يُوْسِرُ کہ اس کی اصل يُيْسِرُ ہے، مگر جب حرفِ علت کے ما قبل کو فتحہ دیا گیا ہو تو (ما قبل) فتحہ ہونے اور (خود حرفِ علت کے) ساکن ہونے کی خفت کی وجہ سے (حرفِ علت میں تعلیل نہیں کی جائے گی)۔

وَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ يَجُوْزُ الْقَلْبُ نَحْوُ قَالٌ، وَ يُعَلُّ نَحْوُ اَغْزَيْتُ اَصْلُهٗ اَغْزَوْتُ بِوَاوٍ سَاكِنَةٍ تَبْعاً لِيُغْزِيْ وَ يُعَلُّ نَحْوُ كَيْنُوْنَةٌ مِنَ الْكَوْنِ مَعَ سُكُوْنِ الْوَاوِ وَ اِنْفِتَاحِ مَا قَبْلَهَا لِاَنَّ اَصْلَهٗ كَيْوَنُوْنَةٌ عِنْدَ الْخَلِيْلِ فَاُبْدِلَ الْوَاوُ يَاءً فَاُدْغِمَتْ كَمَا فِيْ مَيِّتٍ ثُمَّ خُفِّفَتْ فَصَارَ كَيْنُوْنَةٌ كَمَا خُفِّفَتْ فِيْ مَيِّتٍ۔

ترجمہ: اور بعض اہلِ صرف کے نزدیک قلب (کسی دوسرے حرف سے بدلنا) جائز ہے جیسے قَالٌ، اور اَغْزَیْتُ کے جیسے میں تعلیل کی جائے گی کہ اس کی اصل اَغْزَوْتُ واؤ ساکنہ کے ساتھ ہے یُغْزِی کی اتباع کرتے ہوئے، اور کَوْنٌ مصدر سے کَیْنُوْنَةٌ کے جیسے میں واؤ کے ساکن ہونے اور واؤ کے ماقبل فتحہ ہونے کے باوجود تعلیل کی جائے گی اس لئے کہ اس کی اصل کَیْوَنُوْنَةٌ ہے خلیل کے نزدیک، پس واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کر دیا گیا جیسے کہ مَیِّتٍ میں کیا گیا ہے، پھر یاء میں تخفیف (ایک یاء کو حذف) کی گئی ہے تو کَیْنُوْنَةٌ ہو گیا جیسے کہ مَیْتٍ میں۔

وَ قِیْلَ اَصْلُهَا كُوْنُوْنَةٌ بِضَمِّ الْكَافِ ثُمَّ فُتِحَتْ حَتّٰى لَا یَصِیْرَ الْیَاءُ وَاوًا فِی نَحْوِ الصَّیْرُوْرَةِ وَ الْغَیْبُوْبَةِ وَ الْقَیْلُوْلَةِ، ثُمَّ جُعِلَتِ الْوَاوُ یَاءً تَبْعًا لِلْیَائِیَاتِ لِكَثْرَتِهَا، وَ مِنْ ثَمَّ قِیْلَ لَا یَجِیْءُ مِنَ الْوَاوِیَاتِ غَیْرَ الْكَیْنُوْنَةِ وَ الدَّیْمُوْمَةِ وَ السَّیْدُوْدَةِ وَ الْهَیْعُوْعَةِ۔

ترجمہ: اور کہا گیا ہے کہ کَیْنُوْنَةٌ کی اصل کُوْنُوْنَةٌ کاف کے ضمہ کے ساتھ ہے پھر کاف کو فتحہ دیا گیا تا کہ یاء واؤ نہ ہو جائے اَلصَّیْرُوْرَةُ اور اَلْغَیْبُوْبَةُ اور اَلْقَیْلُوْلَةُ کے جیسے میں، پھر واؤ کو یاء بنایا گیا یائیات کی اتباع کرتے ہوئے یاء کی کثرت کی وجہ سے، اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اجوف واویات سے نہیں آتا سوائے اَلْكَیْنُوْنَةِ وَالدَّیْمُوْمَةِ وَالسَّیْدُوْدَةِ وَالْهَیْعُوْعَةِ کے۔

سوال: پہلی چار صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: پہلی چار صورتیں:

(۱)۔۔۔ حرفِ علت ساکن ہو گا۔　　(۲)۔۔۔ حرفِ علت مفتوح ہو گا۔

(۳)۔۔۔ حرفِ علت مکسور ہو گا۔　　(۴)۔۔۔ حرفِ علت مضموم ہو گا۔

اور حرفِ علت کا ما قبل مفتوح ہو جیسے:

(۱)۔۔۔قَوْلٌ۔　(۲)۔۔۔ بَيَعَ۔　(۳)۔۔۔خَوِفَ۔　(۴)۔۔۔ طَوُلَ۔

پس پہلی صورت میں تعلیل نہیں ہو گی اور باقی تینوں صورت میں تعلیل ہو گی۔

سوال: پہلی صورت قَوْلٌ میں تعلیل کیوں نہیں ہو گی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: پہلی صورت یعنی قَوْلٌ میں تعلیل نہیں ہو گی کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب حرفِ علت ساکن ہو تو اسے ما قبل حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدلتے ہیں، اس لئے کہ ساکن حرف کی طبیعت میں ضعف ہوتا ہے اور ما قبل حرف کا تقاضا بھی ہوتا ہے کہ اپنے ما بعد ساکن حرفِ علت کو اپنی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل لے جیسے مِوْزَانٌ سے مِيْزَانٌ۔ لیکن اگر ساکن حرفِ علت کا ما قبل حرف مفتوح ہو تو ساکن حرفِ علت کو نہیں بدلا جائے گا کیونکہ فتحہ کی حرکت ضعیف ہوتی ہے، لیکن بعض لوگوں کے نزدیک بدلنا جائز ہے جیسے قَوْلٌ سے قَالٌ۔

سوال: اَغْزَوْتُ میں واؤ ساکن ما قبل مفتوح ہونے کے باوجود واؤ کو یاء سے بدل کر اَغْزَيْتُ پڑھتے ہیں ایسا کیوں؟

جواب: اس مثال میں واؤ کا بدلنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ واؤ ساکن ما قبل مفتوح ہے بلکہ يُغْزِيْ کی اتباع میں واؤ کو یاء سے بدلا گیا ہے۔

سوال: كَوْنُوْنَةٌ میں واؤ ساکن ما قبل مفتوح ہونے کے باوجود واؤ کو یاء سے بدل کر كَيْنُوْنَةٌ پڑھتے ہیں ایسا کیوں؟

جواب: خلیل کے نزدیک یہ اصل میں کَوْيَنُوْنَةٌ تھا واؤ کو یاء سے بدلا پھر یاء کو یاء میں ادغام کیا تو كَيَّنُوْنَةٌ ہوا پھر تخفیف کی غرض سے ایک یاء کو گرا دیا تو كَيْنُوْنَةٌ ہو گیا جیسے مَيِّتٌ کہ یہ اصل میں مَيْوِتٌ تھا پس واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کیا تو مَيِّتٌ ہو گیا، یہاں بھی تخفیف کی خاطر یاء کو گرانا جائز ہے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک كَيْنُوْنَةٌ اصل میں كُوْنُوْنَةٌ تھا، پس کاف کو فتحہ دے دیا تاکہ صَيْرُوْرَةٌ۔غَيْبُوْبَةٌ۔قَيْلُوْلَةٌ جیسے مصادر میں یاء کو واؤ سے نہ بدلنا پڑے پھر یائی مصادر کی اتباع کرتے ہوئے كَوْنُوْنَةٌ کی واؤ کو یاء سے بدل دیا گیا تو كَيْنُوْنَةٌ ہو گیا۔

سوال: یائی مصادر کی اتباع کیوں ضروری سمجھی گئی ہے؟

جواب: چونکہ یائی مصادر کثیر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ واوی مصادر کے صرف چند الفاظ ہیں جیسے كَيْنُوْنَةٌ۔ دَيْمُوْمَةٌ۔ سَيْدُوْدَةٌ۔ هَيْعُوْعَةٌ۔ پس کثیر ہونے کی وجہ سے یائی مصادر کی اتباع کی گئی ہے۔

قَالَ اِبْنُ جِنّٰى فِى الثَّلَاثَةِ الْاَخِيْرَةِ تُسْكَنُ حُرُوْفُ الْعِلَّةِ فِيْهَا لِلْخِفَّةِ ثُمَّ تُقْلَبُ اَلِفاً لِاسْتِدْعَاءِ الْفَتْحَةِ وَلِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ اِذَا كُنَّ فِى فِعْلٍ اَوْفِى اِسْمٍ عَلٰى وَزْنِ فِعْلٍ اِذَا كَانَتْ حَرْكَتُهُنَّ غَيْرَعَارِضِيَّةٍ وَلَا يَكُوْنُ فَتْحَةُ مَا قَبْلَهَا فِى حُكْمِ السأكُوْنِ وَ لَا يَكُوْنُ فِى مَعْنَى الْكَلِمَةِ اِضْطِرَابٌ وَ لَا يَجْتَمِعُ فِيْهَا اِعْلَالَانِ وَ لَا يَلْزَمُ ضَمُّ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِى مُضَارِعِهٖ وَلَا يُتْرَكُ لِلدَّلَالَةِ عَلَى الْاَصْلِ، وَ مِنْ ثَمَّ يُعَلُّ نَحْوُ قَالَ اَصْلُهٗ قَوَلَ وَ نَحْوُ دَارٍ اَصْلُهٗ دَوَرٌ لِوُجُوْدِ الشَّرَائِطِ الْمَذْكُوْرَةِ۔

ترجمہ: ابنِ جنی نے کہا ہے کہ آخر کے تین میں حروفِ علت کو خفت کی وجہ سے ساکن کیا جائے گا اور پھر فتحہ کے مطالبے اور ساکن کی طبیعت کے لین ہونے کی وجہ سے الف سے بدلا جائے گا، اور یہ قاعدہ اس وقت ہے جب کہ یہ کسی فعل مین ہوں یا ایسے اسم میں ہوں جو فعل کے وزن پر ہو، جبکہ ان کی حرکت عارضی نہ ہو، اور ان کے ما قبل کا فتحہ سکون کے حکم میں نہ ہو، اور نہ ہی ایسے کلمہ کے معنی میں ہو جس مین اضطراب ہو، اور نہ اس میں دو تعلیل جمع ہو سکیں، اور نہ اس کے فعلِ مضارع میں حروفِ علت پر ضمہ لازم آئے اور نہ ہی اس کو اصل پر دلالت کرنے کی وجہ سے چھوڑا گیا ہو اور اسی وجہ سے قَالَ کے جیسے میں تعلیل کی جائے گی کہ اس کی اصل قَوَلَ ہے اور دَارٌ کے جیسے میں کہ اس کی اصل دَوَرٌ ہے، (اور ان میں تعلیل) ذکر کی ہوئی شرائط کے پائے جانے کی وجہ سے کی جائے گی۔

سوال: دوسری، تیسری اور چوتھی صورت بَیَعَ خَوِفَ طَوُلَ میں تعلیل کی کیا صورت ہے؟

جواب: دوسری، تیسری اور چوتھی صورت بَیَعَ خَوِفَ طَوُلَ کے بارے میں ابنِ جنی نے کہا ہے کہ حرفِ علت کو بدلنے کے لئے اسے پہلے تخفیف کی وجہ سے ساکن کریں گے پھر ما قبل فتحہ ہونے کی وجہ سے حرفِ علت کو الف سے بدل دیں گے جیسے بَاعَ خَافَ طَالَ۔ لیکن اس قلب کے لئے سات شرطیں ہیں۔

(۱)۔۔۔حرفِ علت فعل میں ہو یا ایسے اسم میں ہو جو فعل کے وزن پر ہو جیسے قَوَلَ سے قَالَ۔ دَوَرٌ سے دَارٌ۔

(۲)۔۔۔ حرفِ علت کی حرکت عارضی نہ ہو جیسے قَوَلَ سے قَالَ۔ اور دَعَوُا میں واؤ کی حرکت عارضی ہے لہذا اس میں تعلیل نہیں ہوگی۔

(۳)۔۔۔ حرفِ علت کے ما قبل کا فتحہ سکون کے حکم میں نہ ہو جیسے عَوِرَ کہ اس میں تعلیل نہیں ہوگی کیونکہ اس میں عین کا فتحہ سکون کے حکم میں ہے۔

(۴)۔۔۔ کلمہ کے معنی میں اضطراب نہ ہو لہذا حَیَوَانٌ میں تعلیل نہیں ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں اضطراب ہے۔

(۵)۔۔۔ اس کلمہ میں دو تعلیل کا جمع ہونا لازم نہ آئے لہذا طَوٰی میں تعلیل نہیں ہوگی ورنہ تو دو تعلیل کا جمع ہونا لازم آئے گا۔

(۶)۔۔۔ فعلِ مضارع میں دو حرفِ علت ملے ہوئے نہ ہوں لہذا حَیِیَ میں تعلیل نہیں ہوگی ورنہ تو فعلِ مضارع یَحَیُّ میں دو حرفِ علت جمع ہو جائیں گے۔

(۷)۔۔۔ حرفِ علت کو اصل پر دلالت کرنے کے لئے بغیر تعلیل کے نہ چھوڑا گیا ہو لہذا اَقوَدٌ میں تعلیل نہیں ہوگی کہ اس میں واؤ کو اصل پر دلالت کرنے کے لئے چھوڑا گیا ہے۔

نوٹ: اسی وجہ سے قَالَ جو اصل میں قَوَلَ تھا اور دَارٌ جو اصل میں دَوَرٌ تھا جیسے صیغوں میں تعلیل کی جائے گی کیونکہ ان میں تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔

وَ یُعَلُّ مِثْلُ دِیَارٍ تَبْعاً لِوَاحِدِہٖ وَ مِثْلُ قِیَامٍ تَبْعاً لِفِعْلِہٖ وَ مِثْلُ سِیَاطٍ تَبْعاً لِ وَاوِ وَاحِدِہٖ وَ ھِیَ مُشَابِھَۃٌ بِاَلِفِ دَارٍ فِی کَوْنِھَا مَیِّتَۃٌ، اَعْنِی تُعَلُّ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءُ وَ اِنْ لَمْ تَکُنْ فِعْلاً وَ لَا اِسْماً عَلٰی وَزْنِ فِعْلٍ لِلْمُتَابَعَۃِ وَلَا یُعَلُّ نَحْوُ الْحَوْکَۃِ وَ الْخَوْنَۃِ وَ حَیَدٰی

وَ صَوَرٰى لِخُرُوْجِهِنَّ عَنْ وَزْنِ الْفِعْلِ بِعَلَامَةِ التَّانِيْثِ، وَ قِيْلَ حَتّٰى يَدُلُّنَ عَلَى الْاَصْلِ۔

ترجمہ: اور دِیَارٌ کی مثل میں اس کے واحد کی اتباع میں تعلیل کی جائے گی، اور قِیَامٌ کی مثل میں اس کے فعل کی اتباع میں تعلیل کی جائے گی، اور سِیَاطٌ کی مثل میں اس کے واحد کی واؤ کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کی جائے گی، اور وہ دَارٌ میں موجود الف کے مشابہ ہے اس کے ساکن ہونے میں، یعنی ان اشیاء میں تعلیل کی جائے گی اگرچہ متابعت کے لئے کوئی فعل اور کوئی اسم فعل کے وزن پر نہ ہو۔ اور اَلْحَوْكَةُ وَالْخَوْنَةُ وَحَيَدٰى وَصَوَرٰى جیسے کلمات میں تعلیل نہیں کی جائے گی علامتِ تانیث کی وجہ سے فعل کے وزن سے نکل جانے کی بناء پر، اور کہا گیا ہے (کہ ان میں تعلیل اس لئے نہیں کی جائے گی) تاکہ یہ اپنے اصل پر دلالت کریں۔

سوال: دِیَارٌ۔قِیَامٌ۔سِیَاطٌ اسم ہیں اور ان کا وزن فعل کے وزن پر بھی نہیں ہے کہ ان کی اصل دِوَارٌ۔قِوَامٌ۔سِوَاطٌ ہے مگر پھر بھی ان میں تعلیل ہوئی ہے ایسا کیوں؟

جواب: دِیَارٌ میں اس کی واحد دَارٌ کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کی گئی ہے، اور قِیَامٌ میں اس کے فعل قَامَ کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کی گئی ہے، اور سِیَاطٌ میں اس کی واحد سَوْطٌ کی اتباع کی گئی ہے کہ سَوْطٌ کی واؤ ساکن ہونے کی وجہ سے دَارٌ کے الف کے مشابہ ہے۔ اور ان میں واحد کی اتباع اس لئے کی گئی ہے کہ واحد اصل ہے اور جمع اس کی فرع ہے۔ پس یہ اسماء اگرچہ نہ فعل ہیں اور نہ فعل کے وزن پر لیکن محض متابعت کی بناء پر ان میں تعلیل کی جاتی ہے۔

سوال: اَلْحَوْکَۃُ۔اَلْخَوْنَۃُ۔جَیَدٰی۔صَوَرٰی یہ ایسے اسماء ہیں جو فعل کے وزن پر ہیں لیکن ان میں تعلیل نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان اسماء میں موجود علامتِ تانیث کی وجہ سے یہ اسماء فعل کے وزن سے نکل گئے ہیں کیونکہ فعل میں علامتِ تانیث ۃ اور الفِ مقصورہ نہیں آتا، پس شروع کے دو میں گول ۃ اور آخر کے دو میں الفِ مقصورہ علامتِ تانیث موجود ہے لہذا شرطِ اوّل کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان میں تعلیل نہیں ہوگی۔

وَ نَحْوُ دَعَوُا الْقَوْمَ لِطُرُوِّ الْحَرْکَۃِ وَ نَحْوُ عَوِرَ وَ اِجْتَوَرَ، لِاَنَّ حَرْکَۃَ الْعَیْنِ وَ التَّاءَ فِی حُکْمِ السُّکُوْنِ اَیْ فِی حُکْمِ عَیْنِ اِعْوَرَّ وَ اَلِفِ تَجَاوَرَ وَ نَحْوُ حَیَوَانٍ حَتّٰی یَدُلَّ حَرْکَتُہٗ عَلٰی اِضْطِرَابِ مَعْنَاہُ وَ الْمَوَتَانُ مَحْمُوْلٌ عَلَیْہِ، لِاَنَّہٗ نَقِیْضُہٗ، وَ نَحْوُ طَوٰی حَتّٰی لَا یَجْتَمِعَ فِیْہِ اِعْلَالَانِ وَ طَوَیَا مَحْمُوْلٌ عَلَیْہِ وَ اِنْ لَمْ یَجْتَمِعْ فِیْہِ اِعْلَالَانِ وَ نَحْوُ حَیِیَ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ ضَمُّ الْیَاءِ فِی الْمُسْتَقْبِلِ اَعْنِی اِذَا قُلْتَ حَایَ، یَجِیْءُ مُسْتَقْبِلُہٗ یَحَایُ، وَ نَحْوُ اَلْقَوَدِ حَتّٰی یَدُلَّ عَلَی الْاَصْلِ۔

ترجمہ: اور دَعَوُا الْقَوْمَ کے جیسے میں (تعلیل نہیں ہوگی) حرکت کے نرم ہونے کی وجہ سے، اور عَوِرَ اور اِجْتَوَرَ کے جیسے میں (تعلیل نہیں ہوگی) اس لئے کہ عین کی حرکت اور تاء سکون کے حکم میں ہے یعنی اِعْوَرَّ کے عین اور تَجَاوَرَ کے الف کے حکم میں ہے، اور حَیَوَانٌ کے جیسے میں (تعلیل نہیں ہوگی) تاکہ اس کہ حرکت اس کے معنی کے اضطراب پر دلالت

کرے، اور اَلْمَوَتَانُ حَیَوَانٌ پر محمول ہے اس لئے کہ یہ اس کی نقیض ہے، اور طَوٰی کی جیسے میں (مزید تعلیل نہیں ہو گی) تا کہ دو تعلیل جمع نہ ہوں، اور طَوِیَا طَوٰی پر محمول ہے اگرچہ اس میں دو تعلیل نہیں جمع ہو تیں، اور حَیِیَ کے جیسے میں (تعلیل نہیں ہو گی) تا کہ مستقبل میں یاء کا ضمہ لازم نہ آئے یعنی جب آپ حَایَ کہیں گے تو اس کا مستقبل یَحَایُ آئے گا، اور اَلْقَوَدُ کے جیسے میں (تعلیل نہیں ہو گی) تا کہ یہ اپنے اصل پر دلالت کرے۔

سوال: دَعَوُا الْقَوْمَ میں دَعَوُا فعل ہے اس میں تو تعلیل ہونی چاہئے تھی مگر نہیں ہوئی اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: دَعَوُا کے واوَ کی حرکت عارضی ہے جب کہ تعلیل کے لئے دوسری شرط حرکت کا عارضی نہ ہونا ہے جیسے عَوِرَ اور اِجْتَوَرَ میں حرفِ علت کی حرکت عارضی ہے کیونکہ عَوِرَ کی عین اَعْوَر۔ کے عین کے حکم میں ہے اور اِجْتَوَر۔ کی تاء تَجَاوَر۔ کے الف کے حکم میں ہے اور یہ دونوں ساکن ہیں لہذا شرطِ ثانی کے مفقود ہونے کی وجہ سے ان میں تعلیل نہیں ہو گی۔

سوال: حَیَوَانٌ میں تعلیل کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: حَیَوَانٌ میں تعلیل اس لئے نہیں ہوئی کہ اس کی حرکت اس کے اضطراب کے معنی پر دلالت کرتی ہے یعنی حَیَوَانٌ کے حرکت کرنے پر، کہ جو حیوان ہو گا وہ بالضرور حرکت کرے گا لہذا اس میں شرطِ رابع کے مفقود ہونے کی وجہ سے تعلیل نہیں ہو گی، نیز اس کے آخر میں الف اور نون ہونے کی وجہ سے یہ وزن فعل سے نکل گیا ہے پس شرطِ اوّل کے مفقود ہونے کی وجہ سے بھی اس میں تعلیل نہیں ہو گی۔

سوال: مَوَتَانِ میں کیوں تعلیل نہیں کی گئی حالانکہ اس میں حرفِ علت کی حرکت معنیٔ اضطراب پر دلالت نہیں کرتی کہ جو مردہ ہو وہ کیسے حرکت کرے گا؟

جواب: مَوَتَانِ میں تعلیل اس لئے نہیں کی گئی ہے کہ اسے حَیَوَانٌ پر محمول کیا گیا ہے حالانکہ یہ حیوان کی نقیض ہے اور اہلِ عرب نقیضین کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں۔

سوال: طَوٰی میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی ہے؟

جواب: طَوٰی کی واوَ میں اس لئے تعلیل نہیں کی گئی کہ دو اعلال جمع نہ ہوں کیونکہ یہ اصل میں طَوَیَ تھا پس یاء کو الف سے بدلا تو طَوَا ہو گیا اب اگر واوَ کو بھی الف سے بدلیں گے تو دو الف کا اجتماع لازم آئے گا جس سے اجتماعِ ساکنین ہو گا، نیز ایک کلمہ میں دو اعلال کا جمع ہونا بھی لازم آئے گا لہٰذا شرطِ خامس کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس میں تعلیل نہیں ہو گی۔

سوال: طَوَیَا فعلِ ماضی صیغہ تثنیہ مذکر غائب میں تو دو اعلال لازم نہیں آ رہے پھر کیوں تعلیل نہیں کی گئی؟

جواب: طَوَیَا میں اگرچہ دو اعلال جمع نہیں ہوتے لیکن طَوٰی پر محمول کرتے ہوئے اس میں تعلیل نہیں کی گئی ہے۔

سوال: حَیِیَ میں تعلیل کر کے یاء کو الف سے کیوں نہیں بدلا گیا؟

جواب: حَیِیَ میں پہلی یاء کو اس لئے نہیں بدلا گیا کہ اس صورت میں حَایَ بن جاتا اور پھر مستقبل میں یَحَایُ ہو کر آخر میں یاء پر ضمہ آ جاتا اور ناقص مضارع کے آخر میں ضمہ نہیں آتا کہ ضمہ کا آنا ثقیل ہے اور دوسری یاء کا ما قبل مفتوح بھی نہیں کہ اسے الف سے بدل دیں اور

اگر ما قبل مفتوح ہوتا بھی تو ایک کلمہ میں دو اعلال لازم آتا پس ان خرابیوں کے پیشِ نظر حَیِیَ میں تعلیل نہیں کی گئی ہے، نیز شرطِ سادس کے مفقود ہونے کی وجہ سے تعلیل نہیں ہو گی۔

سوال: قَوَدٌ میں تعلیل نہ کرنے کی کیا وجہ ہے حالانکہ حرفِ علت متحرک ما قبل مفتوح ہے؟

جواب: قَوَدٌ کی واؤ کو اصل پر دلالت کرنے کے لئے چھوڑا گیا ہے کہ وہ واؤ اس کے واوی ہونے پر دلالت کرے اور اگر اس میں تعلیل کر کے قَادٌ بنائیں تو معلوم نہ ہو سکے گا کہ یہ کلمہ اجوفِ واوی ہے یا اجوفِ یائی، ایسے ہی صَیَدٌ میں بھی تعلیل نہیں ہو گی کہ اس کی یاء اصل پر دلالت کرنے کے لئے چھوڑی گئی ہے پس شرطِ سابع کے مفقود ہونے کی وجہ سے اس میں تعلیل نہیں ہو گی۔

اَلْاَرْبَعَةُ اِذَا كَانَ مَا قَبْلَهَا مَضْمُوْماً نَحْوُ مُيْسِرٍ وَ بُيِعَ وَ يَغْزُوُ وَ لَنْ يَّدْعُوَ، تُجْعَلُ فِي الْاُوْلٰى وَاواً لِضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا وَ لِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ فَصَارَ مُوْسِرٌ، وَفِي الثَّانِيَةِ تُسْكَنُ لِلْخِفَّةِ ثُمَّ تُجْعَلُ وَاواً لِضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا وَ لِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ فَصَارَ بُوْعَ، وَاِذَا جُعِلَتْ حَرْكَةُ مَا قَبْلَ حَرْفِ الْعِلَّةِ مِنْ جِنْسِهٖ فَصَارَ حِيْنَئِذٍ بِيْعَ، وَ تُسْكَنُ فِي الثَّالِثَةِ لِلْخِفَّةِ فَصَارَ يَغْزُوْ، وَلَا يُعَلُّ فِي الرَّابِعَةِ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ، وَ مِنْ ثَمَّ لَا يُعَلُّ غُيَبَةٌ وَ نُوَمَةٌ۔

ترجمہ: دوسری چار صورتیں (یہ اس وقت ہوں گی) جب حرفِ علت کا ما قبل مضموم ہو (اور حرفِ علت پر چاروں حرکات و سکون ہوں) جیسے مُيْسِرٌ وَبُيِعَ وَيَغْزُوُ وَلَنْ يَّدْعُوَ، پہلی صورت میں ما قبل ضمہ ہونے اور ساکن حرف کی طبیعت کے نرم ہونے کی وجہ سے یاء کو واؤ بنا دیں گے، تو مُوْسِرٌ ہو جائے گا، اور دوسری صورت میں خفت کی وجہ سے حرفِ علت کو ساکن کر دیا جائے گا اور پھر ما قبل ضمہ ہونے اور ساکن حرف کی طبیعت کے نرم ہونے کی وجہ سے یاء کو واؤ بنا دیں گے، تو بُوْعَ ہو جائے گا، اور جب حرفِ علت کے ما قبل کی حرکت حرفِ علت کی جنس سے بنایا جائے تو اس وقت بِيْعَ ہو جائے گا، اور تیسری صورت میں خفت کی وجہ سے حرفِ علت کو ساکن کر دیں گے تو يَغْزُوْ ہو جائے گا، اور چوتھی صورت میں فتحہ کی خفت کی وجہ سے تعلیل نہیں کی جائے گی، اور اسی وجہ سے غُيَبَةٌ وَنُوَمَةٌ میں تعلیل نہیں کی جائے گی۔

سوال: دوسری چار صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: دوسری چار صورتیں:

(۱)۔۔۔ حرفِ علت ساکن ہو گا۔ (۲)۔۔۔ حرفِ علت مفتوح ہو گا۔

(۳)۔۔۔ حرفِ علت مکسور ہو گا۔ (۴)۔۔۔ حرفِ علت مضموم ہو گا۔ اور حرفِ علت کا ما قبل مضموم ہو۔ جیسے:

(۱)۔۔۔ مُيْسِرٌ۔ مُوْعِدٌ۔ (۲)۔۔۔ لَنْ يَّدْعُوَ۔ غُيَبَةٌ۔ (۳)۔۔۔ قُوِلَ۔ بُيِعَ۔ (۴)۔۔۔ يَغْزُوُ۔

پس پہلی، تیسری اور چوتھی صورت میں تعلیل تو ہو گی لیکن دوسری صورت میں تعلیل نہیں ہو گی۔

سوال: پہلی صورت مُیْسِرٌ۔مُوْعِدٌ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: پہلی صورت مُیْسِرٌ میں یاء کو ما قبل ضمہ کی وجہ سے واؤ سے بدل دیں گے تو مُوْسِرٌ ہو جائے گا۔اور مُوْعِدٌ میں واؤ اپنی حالت پر بر قرار رہے گی۔

سوال: دوسری صورت لَنْ یَّدْعُوَ۔غُیَبَۃٌ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: دوسری صورت لَنْ یَّدْعُوَ۔غُیَبَۃٌ میں تعلیل نہیں ہو گی کیونکہ حرفِ علت پر فتحہ ہے اور فتحہ خفیف حرکت ہے، جس طرح غُیَبَۃٌ اور نُوَمَۃٌ میں تعلیل نہیں ہوتی اسی طرح لَنْ یَّدْعُوَ۔غُیَبَۃٌ وغیرہ میں بھی تعلیل نہیں ہو گی کیونکہ تعلیل سے مقصود تخفیف ہے اور ان امثلہ میں حرفِ علت پر فتحہ ہونے کی وجہ سے تخفیف پہلے سے ہی موجود ہے لہٰذا تعلیل کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

سوال: تیسری صورت قُوِلَ۔بُیِعَ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: تیسری صورت بُیِعَ میں آسانی کے لئے پہلے حرفِ علت کو ساکن کریں گے پھر ما قبل ضمہ ہونے کی بناء پر یاء کو واؤ سے بدل دیں گے تو بُوْعَ ہو جائے گا۔اور قُوِلَ میں حرفِ علت کو ساکن کریں گے اور ما قبل ضمہ ہونے کی وجہ سے واؤ اپنی حالت پر بر قرار رہے گا تو قُوْلَ ہو جائے گا۔

اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ حرفِ علت کے ما قبل کو ساکن کر کے حرفِ علت کی حرکت ما قبل حرف کی طرف نقل کر دیں گے لہٰذا اس صورت میں واؤ یاء سے بدل جائے گی جیسے قُوِلَ سے قِیْلَ۔بُیِعَ سے بِیْعَ۔

سوال: چوتھی صورت یَغْزُوُ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: چوتھی صورت یَغْزُوُ میں حرفِ علت پر ضمہ کے دشوار ہونے کی وجہ سے حرفِ علت کو ساکن کر دیں گے تو یَغْزُوْ ہو جائے گا۔

اَلْاَرْبَعَةُ اِذَا کَانَ مَا قَبْلَهَا مَکْسُوْراً نَحْوُ مِوْزَانٍ وَ دَاعِوَةٍ وَ رَضِيُوْا وَ تَرْمِيِيْنَ، فَفِی الْاُوْلٰی تُجْعَلُ یَاءً لِمَا مَرَّ، وَفِی الثَّانِیَةِ تُجْعَلُ یَاءً لِاِسْتِدْعَاءِ مَا قَبْلَهَا وَ لِیْنِ عَرِیْکَةِ الْفَتْحَةِ فَصَارَ دَاعِیَةٌ وَلَا یُعَلُّ مِثْلُ دِوَلٍ، لِاَنَّ الْاَسْمَاءَ الَّتِی لَیْسَتْ بِمُشْتَقَّةٍ مِنَ الْفِعْلِ لَا یُعَلُّ لِخِفَّتِهَا اِلَّا اِذَا کَانَ عَلٰی وَزْنِ الْفِعْلِ فَحِیْنَئِذٍ یَجُوْزُ الْاِعْلَالُ فِیْهِ، وَ هُوَ لَیْسَ عَلٰی وَزْنِ الْفِعْلِ، وَفِی الثَّالِثَةِ تُسْکَنُ لِلْخِفَّةِ ثُمَّ یُحْذَفُ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ فَصَارَ رَضُوْا، وَ الرَّابِعَةُ مِثْلُهَا فِی الْاِعْلَالِ۔

ترجمہ: تیسری چار صورتیں (یہ اس وقت ہوں گی) جب حرفِ علت کا ما قبل مکسور ہو (اور حرفِ علت پر چاروں حرکات و سکون ہوں) جیسے مِوْزَانٌ وَ دَاعِوَةٌ وَ رَضِيُوْا وَتَرْمِيِيْنَ، پس پہلی صورت میں ما قبل کسرہ ہونے اور ساکن حرف کی طبیعت کے نرم ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء بنا دیں گے جیسے کی گزرا، اور دوسری صورت میں حرفِ علت کے ما قبل کے تقاضے اور فتحہ کی طبیعت کے نرم ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء بنا دیں گے تو دَاعِیَةٌ ہو جائے گا، اور دِوَلٌ کی مثل میں تعلیل نہیں کی جائے گی اس لئے کہ وہ اسماء جو فعل سے مشتق نہیں ہوتے ان کے خفیف ہونے کی وجہ سے ان میں تعلیل نہیں کی جائے گی مگر جب وہ اسم فعل کے وزن پر ہو تو اس وقت اس

میں تعلیل کرنا جائز ہے، اور دِوَلٌ فعل کے وزن پر نہیں ہے، اور تیسری صورت میں خفت کی وجہ سے حرفِ علت کو ساکن کر دیں گے اور پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیں گے تو رَضُوْا ہو جائے گا، اور چوتھی صورت میں تیسری صورت کے مثل تعلیل کی جائے گی۔

سوال: تیسری چار صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: تیسری چار صورتیں:

(۱)۔۔۔ حرفِ علت ساکن ہو گا۔ **(۲)**۔۔۔ حرفِ علت مفتوح ہو گا۔ **(۳)**۔۔۔ حرفِ علت مکسور ہو گا۔ **(۴)**۔۔۔ حرفِ علت مضموم ہو گا۔ اور حرفِ علت کا ما قبل مکسور ہو جیسے:

(۱)۔ مِوْزَانٌ۔ (۲)۔ دَاعِوَةٌ۔ (۳)۔ تَرْمِيِيْنَ۔ (۴)۔ رَضِيُوْا۔

پس ان تمام صورتوں میں تعلیل ہو گی۔

سوال: پہلی صورت مِوْزَانٌ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: پہلی صورت مِوْزَانٌ میں واؤ ساکن ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیں گے تو مِیْزَانٌ ہو جائے گا۔ اور اگر اجوفِ یائی ہو تو وہ اپنی حالت میں برقرار رہے گی جیسے مِیْسَارٌ۔

سوال: دوسری صورت دَاعِوَةٌ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: دوسری صورت دَاعِوَةٌ میں حرفِ علت کے مفتوح ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت میں ضعف ہے اور ما قبل مکسور ہے جو کہ حرفِ علت کی تبدیلی کو چاہتا ہے لہذا واؤ کے ما

قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیں گے تو دَاعِیَۃٌ ہو جائے گا، اور اجوفِ یائی اپنی حالت پر باقی رہے گا جیسے رَامِیَۃٌ۔

سوال: تیسری صورت تَرْمِیِیْنَ میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: تیسری صورت تَرْمِیِیْنَ میں تخفیف کی غرض سے حرفِ علت کو ساکن کریں گے پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے حرفِ علت کو گرا دیں گے تو تَرْمِیْنَ ہو جائے گا، اور اجوفِ واوی تَدْعِوِیْنَ میں تخفیفاً واؤ کو ساکن کریں گے پھر ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدل دیں گے اور پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے وہ یاء ساقط ہو جائے گی تو تَدْعِیْنَ ہو جائے گا۔

سوال: چوتھی صورت رَضِیُوْا میں کس طرح تعلیل ہو گی؟

جواب: چوتھی صورت رَضِیُوْا میں تخفیف کی غرض سے حرفِ علت کو ساکن کر دیں گے پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے حرفِ علت کو گرا دیں گے تو رَضِوْا ہو جائے گا اب واؤ ما قبل مکسور ہے لہذا ضاد کو واؤ کی مناسبت سے ضمہ دے دیں گے تو رَضُوْا ہو جائے گا۔ اور اجوفِ واوی میں اوّلاً حرفِ علت کو تخفیفاً ساکن کریں گے پھر ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ یاء ہو جائے گی اور پھر التقائے ساکنین کی وجہ سے گر جائے گی جیسے دُعِوُوْا سے دُعِوْا اب واؤ ما قبل مکسور ہے لہذا عین کو واؤ کی مناسبت سے ضمہ دے دیں گے تو دُعُوْا ہو جائے گا۔

سوال: دِوَلٌ میں حرفِ علت مفتوح ما قبل مکسور ہے لہذا اس واؤ کو یاء سے کیوں نہیں بدلا گیا؟

جواب: وہ اسماء جو کسی فعل سے مشتق نہ ہوں تو وہ بذاتِ خود خفیف ہوتے ہیں لہذا ان میں تعلیل کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے کہ تعلیل تخفیف کے لئے کی جاتی ہے اور تخفیف تو ان میں پہلے سے ہی موجود ہے، پس دِوَلٌ بھی ان اسماء میں سے ہے جو فعل سے مشتق نہیں، لہذا تعلیل بھی نہیں ہوگی۔ ہاں ان میں تعلیل کے جائز ہونے کی ایک صورت ہے اور وہ ان کا فعل کے وزن پر ہونا ہے، لیکن دِوَلٌ کسی فعل کے وزن پر نہیں ہے اس لئے اس میں تعلیل جائز نہیں ہوگی۔

اَلثَّلَاثَةُ اِذَا کَانَ مَا قَبْلَهَا سَاكِناً نَحْوُ يَخْوَفُ وَ يَبْيِعُ وَ يَقْوُلُ، تُعْطٰى حَرَكَاتُهُنَّ اِلٰى مَا قَبْلِهِنَّ لِضُعْفِ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ وَ قُوَّةِ حَرْفِ الصَّحِيْحِ وَ لٰكِنْ تُجْعَلُ فِي يَخْوَفُ اَلِفاً لِفَتْحَةِ مَا قَبْلَهَا وَ لِيْنِ عَرِيْكَةِ السَّاكِنِ الْعَارِضِ بِخِلَافِ الْخَوْفِ فَصَارَ يَخَافُ وَ يَبِيْعُ وَ يَقُوْلُ، وَ لَا يُعَلُّ نَحْوُ اَدْوُرٍ وَ اَعْيُنٍ حَتّٰى لَا يَلْتَبِسَ بِالْاَفْعَالِ، وَ نَحْوُ جَدْوَلٍ حَتّٰى لَا يَبْطُلَ الْاِلْحَاقُ، وَ نَحْوُ قَوَّمَ حَتّٰى لَا يَلْزَمَ الْاِعْلَالُ فِي الْاِعْلَالِ۔

ترجمہ: چوتھی تین صورتیں (یہ اس وقت ہوں گی) جب حرفِ علت کا ما قبل ساکن ہو (اور حرفِ علت پر چاروں حرکات و سکون ہوں) جیسے يَخْوَفُ وَيَبْيِعُ وَيَقْوُلُ، ان تمام صورتوں میں حرفِ علت کی حرکت نقل کر کے ما قبل کو دے دیں گے حرفِ علت کے ضعیف ہونے اور حرفِ صحیح کے قوی ہونے کی وجہ سے، لیکن يَخْوَفُ میں حرفِ علت کے ما قبل فتحہ ہونے اور ساکنِ عارض کی طبیعت کے نرم ہونے کی وجہ سے واؤ کو الف کر دیں گے بر خلاف اَلْخَوْفُ

کے، پس یہ تینوں یَخَافُ وَیَبِیْعُ وَیَقُوْلُ ہو جائیں گے، اور اَدْوُرٌ اور اَعْیُنٌ کے جیسے میں تعلیل نہیں کی جائے گی تاکہ بابِ افعال کے ساتھ التباس نہ ہو، اور جَدْوَلٌ کے جیسے میں (بھی تعلیل نہیں کی جائے گی) تاکہ الحاق باطل نہ ہو، اور قَوَّمَ کے جیسے میں (تعلیل نہیں کی جائے گی) تاکہ تعلیل میں تعلیل لازم نہ آئے۔

سوال: چوتھی چار صورتیں کون سی ہیں؟

جواب: چوتھی چار صورتیں:

(۱)۔۔۔ حرف علت ساکن ہو گا۔　　**(۲)**۔۔۔ حرفِ علت مفتوح ہو گا۔

(۳)۔۔۔ حرفِ علت مکسور ہو گا۔　　**(۴)**۔۔۔ حرفِ علت مضموم ہو گا۔ اور حرفِ علت کا ماقبل ساکن ہو جیسے:

(۲)۔یَخْوَفُ۔(۳)۔ یَبْیِعُ۔(۴)۔یَقْوُلُ۔

پس ان تینوں صورتوں میں تعلیل ہو گی جبکہ پہلی صورت کے باطل ہونے کی وجہ سے اسے ذکر نہیں کیا گیا۔

سوال: یہاں پر پہلی صورت کی مثال مذکور نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہاں پر پہلی صورت کی مثال اس لئے نہیں ذکر کی گئی کہ یہ صورت باطل ہے کیونکہ حرفِ علت اور اس کے ماقبل دونوں کے ساکن ہونے سے اجتماعِ ساکنین لازم آتا ہے جو کہ محال ہے کہ قراءت ممکن نہیں، اس لئے پہلی صورت کو ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

سوال: دوسری صورت یَخْوَفُ۔ تیسری صورت یَبْیِعُ۔اور چوتھی صورت یَقْوُلُ۔ میں کس طرح تعلیل ہوگی؟

جواب: ان تینوں صورتوں میں حرفِ علت کی حرکت نقل کرکے ماقبل حرفِ صحیح ساکن کو دیں گے کیونکہ حرفِ علت میں ضعف ہوتا ہے اور حرفِ صحیح قوی ہوتا ہے، اور نقلِ حرکت کے بعد حرفِ علت سکون کی حالت میں باقی رہیں گے جیسے یَقُوْلُ۔یَبِیْعُ۔ البتہ یَخْوَفُ میں حرفِ علت واؤ کا ماقبل مفتوح ہو جائے گا یعنی یَخَوْفُ،لہذا واؤ کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف بنادیں گے تو یَخَافُ ہو جائے گا۔اور حرفِ علت کی حرکت ماقبل کو دینے کے بعد جو سکون حرفِ علت پر آیاہے وہ سکون عارضی ہے نہ کہ اصلی۔

سوال: خَوْفٌ میں واؤ ساکن ماقبل مفتوح ہے لہذا واؤ کو الف سے بدلنا چاہیئے تھا مگر نہیں بدلا گیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: خَوْفٌ میں واؤ کو الف سے نہ بدلنے کی یہ وجہ ہے کہ واؤ کا سکون سکونِ اصلی ہے لہذا اس میں سکونِ اصلی ہونے کی وجہ سے تخفیف پہلے سے موجود ہے مزید تخفیف کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ تعلیل ثقل کو دور کرنے کے لئے ہوتی ہے جبکہ یہاں ثقل موجود ہی نہیں ہے۔

سوال: اَدْوَرُ۔ اَعْیَنُ میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی ہے؟

جواب: ان مثالوں میں تعلیل کرنے سے بابِ افعال کے فعلِ ماضی کے صیغہ سے التباس لازم آتا ہے مثلاً اَدْوَرُ سے اَدَارُ اور اَعْیَنُ سے اَعَانُ بن جاتا اور یوں یہ اَقَامَ سے اعراب

کے منتفی ہونے کی صورت میں ملتبس ہو جاتے۔ اور اگر اَدْوُرُ۔اَعْیُنُ واؤ اور یاء کے ضمہ کے ساتھ ہوں اور ان میں یَقُوْلُ کی طرح تعلیل کریں تو یہ اس صورت میں اَدُوْرُ۔اَعُوْنُ بن جائیں گے جو فعلِ مضارع کے صیغہ واحد متکلم سے ملتبس ہو جائیں گے،لہذا ان خرابیوں کے پیشِ نظر ان میں تعلیل نہیں کی جائے گی۔

سوال: جَدْوَلَ میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی ہے؟

جواب: جَدْوَلَ ملحق برباعی مجرد ہے پس اگر اس میں تعلیل کی جاتی تو وزن باقی نہ رہنے کی وجہ سے الحاق باطل ہو جاتا لہذا الحاق کو باطل ہونے سے بچانے کے لئے اس میں تعلیل نہیں کی جائے گی۔

سوال: قَوَّمَ میں واؤ مدغم فیہ متحرک اور اس کا ما قبل یعنی مدغم ساکن ہے پھر بھی اس میں تعلیل نہیں کی گئی،ایسا کیوں؟

جواب: اعلال کی دو قسم ہیں:(۱)۔۔۔اعلالِ حقیقی۔(۲)۔۔۔اعلالِ حکمی۔اور یہاں پر تعلیل کرنے سے اعلالِ حکمی میں اعلالِ حقیقی لازم آتا ہے اور یہ اہلِ عرب کے نزدیک ناجائز ہے۔ ادغام کو اعلالِ حکمی کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی تعلیل کی ایک قسم ہے،لہذا اس خرابی کے پیشِ نظر اس میں تعلیل حقیقی نہیں کی جائے گی۔

وَ نَحْوُ الرَّمْیُ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ السَّاکِنُ فِی آخِرِ الْمُعْرَبِ، وَ نَحْوُ تَقْوِیْمٍ وَ تِبْیَانٍ وَ مِقْوَالٍ وَ مِخْیَاطٍ حَتّٰی لَا یَجْتَمِعَ السَّاکِنَانِ بِتَقْدِیْرِ الْاِعْلَالِ وَ مِخْیَطٌ مَنْقُوْصٌ مِّنَ الْمِخْیَاطِ فَلَا یُعَلُّ تَبْعاً لَہٗ، فَاِنْ قِیْلَ لِمَ تُعَلُّ الْاِقَامَۃُ مَعَ حُصُوْلِ اِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ اِذَا اُعِلَّتْ کَاِعْلَالِ اَخْوَاتِہَا؟ قُلْنَا تَبْعاً لِ اَقَامَ، فَاِنْ قِیْلَ لِمَ لَا یُعَلُّ التَّقْوِیْمُ تَبْعاً لِ قَامَ وَ ھُوَ ثُلَاثِی اَصِیْلٌ فِی الْاِعْلَالِ؟ قُلْنَا اَبْطَلَ قَوْلُہٗ قَوَّمَ اِسْتِتْبَاعَ قَامَ وَ اِنْ کَانَ اَصِیْلاً فِی الْاِعْلَالِ لِقُوَّۃِ قَوَّمَ فِی الْاُخُوَّۃِ مَعَ التَّقْوِیْمِ وَلَا یُصْلَحُ اَقَامَ اَنْ یَّکُوْنَ مُقْوِیّاً لِ قَامَ لِاَنَّہٗ لَیْسَ مِنْ ثُلَاثِی اَصِیْلٍ۔

ترجمہ: اور الرَّمْیُ کے جیسے میں (تعلیل نہیں کی جائے گی) تاکہ معرب کے آخر میں ساکن کا ہونا لازم نہ آئے، اور تَقْوِیْمٌ وَتِبْیَانٌ وَمِقْوَالٌ وَمِخْیَاطٌ کے جیسے میں (تعلیل نہیں کی جائے گی) تاکہ تعلیل کی تقدیر میں دو ساکن جمع نہ ہوں، اور مِخْیَطٌ مِخْیَاطٌ سے کم کیا گیا ہے پس اس میں بھی مِخْیَاطٌ کے تابع ہو کر تعلیل نہیں کی جائے گی، پس اگر کہا جائے کہ اجتماعِ ساکنین کے باوجود اَلْاِقَامَۃُ میں تعلیل کیوں کی گئی جب کہ اس کے اخوات کے اعلال کی طرح تعلیل کی گئی ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اَلْاِقَامَۃُ میں اَقَامَ کی اتباع میں تعلیل کی گئی ہے، پس اگر کہا جائے کہ تَقْوِیْمٌ میں قَامَ کی اتباع کرتے ہوئے تعلیل کیوں نہیں کی جاتی حالانکہ اعلال میں ثلاثی اصل ہوتا ہے؟ تو ہم کہیں گے اس کا قول قَوَّمَ اِسْتِتْبَاعَ قَامَ کو باطل کر دیا ہے اگرچہ ثلاثی اعلال میں

اصل ہے، تَقْوِیمٌ کے ساتھ اخوّت میں قَوَّمَ کے قوی ہونے کی وجہ سے، اور اَقَامَ قَامَ سے قوی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ اَقَامَ ثلاثی نہیں ہے کہ اصل ہو سکے۔

سوال: اَلرَّمْیُ میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی ہے؟

جواب: اَلرَّمْیُ میں تعلیل کرنے سے اسمِ معرب کے آخر میں سکون لازم آتا ہے جو کہ درست نہیں ہے کیونکہ اَلرَّمْیُ سے اَلرَّمِیْ ہو جائے گا اور پھر یاء کے ما قبل ضمہ کی وجہ سے یاء کو واؤ سے بدلیں گے تو اَلرَّمُوْ ہو جائے گا، اور اَلرَّمِیْ۔ اَلرَّمُوْ ان دونوں صورتوں میں اسمِ معرب کا آخر ساکن ہو جاتا ہے جو کہ اسمِ معرب کے آخر کا ساکن ہونا درست نہیں ہے کیونکہ اسمِ معرب کا آخر محلِّ اعراب ہوتا ہے لہذا سکون کی وجہ سے اعراب ظاہر نہ ہو سکے گا۔

سوال: عَصَا بھی تو اسمِ معرب ہے اس میں آخری حرف کا سکون کیوں جائز ہے؟

جواب: عَصَا اسمِ معرب ہے اور اس کے آخری حرف کا سکون اس لئے جائز ہے کہ اس کے آخر کا ما قبل متحرک ہے جب کہ اَلرَّمْیُ میں آخر کا ما قبل ساکن ہے۔

سوال: تَقْوِیمٌ۔ تِبْیَانٌ۔ مِقْوَالٌ۔ مِخْیَاطٌ میں تعلیل کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: چونکہ یہاں حرفِ علت کے بعد والا حرف ساکن ہے، پس اگر حرفِ علت کی حرکت نقل کر کے ما قبل حرف کو دیں تو اجتماعِ ساکنین لازم آئے گا جیسے تَقِوْیْمٌ، لہذا اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لئے ان میں تعلیل نہیں ہوتی۔

سوال: مِخْیَطٌ میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی ہے حالانکہ حرفِ علت کے بعد والا حرف ساکن نہیں ہے؟

جواب: مِخْيَطٌ مِخْيَاطٌ کا مخفّف ہے یعنی کمی کر کے بنایا گیا ہے لہذا مِخْيَاطٌ کی اتباع میں یہاں پر بھی تعلیل نہیں ہو گی۔

سوال: اِقَامَةٌ جو اصل میں اِقْوَامٌ تھا اس میں تعلیل کیوں کی گئی ہے حالانکہ یہ بھی تو تَقْوِيْمٌ کی طرح ہے کہ حرفِ علت کے بعد والا حرف ساکن ہے؟

جواب: اِقْوَامٌ میں تعلیل اَقَامَ کی اتباع میں کی گئی ہے۔

سوال: جب اِقْوَامٌ میں اَقَامَ کی اتباع میں تعلیل کی گئی ہے تو تَقْوِيْمٌ میں قَامَ کی اتباع میں تعلیل کرنی چاہئے تھی کہ قَامَ ثلاثی مجرد ہے اور ثلاثی مجرد تعلیل میں اصل ہوتا ہے، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: تَقْوِيْمٌ کی ماضی قَوَّمَ ہے لہذا قَامَ کی اتباع باطل ہو گئی اگرچہ قَامَ تعلیل میں اصل ہے کیونکہ قَوَّمَ تَقْوِيْمٌ کی ماضی ہے پس اخوت کی بناء پر جو نسبت تَقْوِيْمٌ سے قَوَّمَ کو حاصل ہے وہ قَامَ کو تَقْوِيْمٌ سے حاصل نہیں ہے، اور اگر تَقْوِيْمٌ میں تعلیل کریں گے بھی تو قَوَّمَ کی اتباع میں کریں گے کہ وہ اس کی ماضی ہے، لیکن قَوَّمَ میں تعلیل حکمی کی وجہ سے تعلیلِ حقیقی نہیں ہو سکتی لہذا اس کے مصدر میں بھی تعلیلِ حقیقی نہیں ہو گی۔

سوال: قَامَ میں تعلیل ہوتی ہے پھر اس کی اتباع میں اَقَامَ میں تعلیل ہوتی ہے اس لحاظ سے قَامَ کو قوت حاصل ہو گئی کہ اس کی اتباع کی جاتی ہے پس جب قَامَ کو قوت حاصل ہو گئی تو اس قوت کی بنیاد پر قَامَ کی اتباع کرتے ہوئے تَقْوِيْمٌ میں تعلیل کی جانی چاہئے تھی، مگر ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: اَقَامَ قَامَ کو تقویت پہونچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ اَقَامَ ثلاثی مجرد نہیں ہے اور نہ تعلیل میں اصل ہے۔

وَ لَا یُعَلُّ مِثْلُ مَا اَقْوَلَهُ وَ اَغْیَلَتِ الْمَرْاَةُ وَ اِسْتَحْوَذَ حَتّٰی یَدُلُّنَ عَلَى الْاَصْلِ وَ تَقُوْلُ فِی اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ قَالَ قَالَا قَالُوْا اِلٰی آخِرِهٖ اَصْلُ قَالَ قَوَلَ فَجُعِلَ الْوَاوُ اَلِفاً لِمَا مَرَّ، وَ اَصْلُ قُلْنَ قَوَلْنَ فَقُلِبَتِ الْوَاوُ اَلِفاً ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاكِنَیْنِ فَصَارَ قَلْنَ ثُمَّ ضُمَّ الْقَافُ حَتّٰی یَدُلَّ عَلَى الْوَاوِ وَ لَا یُضَمُّ الْفَاءُ فِی خِفْنَ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِی النَّقْلِ نَقْلُ حَرَكَةِ الْوَاوِ اِلٰی مَا قَبْلَهَا لِسَهُوْلَتِهَا وَ لَا یُمْكِنُ هٰذَا فِی قُلْنَ لِاَنَّهٗ یَلْزَمُ فَتْحَةُ الْمَفْتُوْحَةِ۔

ترجمہ: اور مَا اَقْوَلَهُ وَ اَغْیَلَتِ الْمَرْاَةُ وَ اِسْتَحْوَذَ کے مثل میں تعلیل نہیں کی جائے گی تاکہ یہ اپنے اصل ہونے پر دلالت کریں، اور تو ضمائر کو الحاق کرنے میں کہے قَالَ قَالَا قَالُوْا آخر تک، اور قَالَ کی اصل قَوَلَ ہے پس واؤ کو الف بنایا گیا اس وجہ سے جو کہ گزرا، اور قُلْنَ کی اصل قَوَلْنَ ہے پس واؤ کو الف سے بدلا گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا گیا تو قَلْنَ ہو گیا پھر قاف کو ضمہ دیا گیا تاکہ وہ ضمہ واؤ کے حذف ہونے پر دلالت کرے، اور خِفْنَ میں فاء کو ضمہ نہیں دیا جائے گا اس لئے کہ نقل کرنے میں اصل واؤ کی حرکت کا اس کے ما قبل کی طرف نقل کرنا ہے واؤ کے آسان ہونے کی وجہ سے، اور یہ قُلْنَ میں ممکن نہیں ہے اس لئے کہ مفتوحہ کا فتحہ لازم آئے گا۔

سوال: مَا اَقْوَلَهٗ ۔ اَغْيَلَتِ الْمَرْاَةُ میں تعلیل کیوں نہیں کی گئی حالانکہ حرفِ علت کی حرکت ما قبل کو دینے سے اجتماعِ ساکنین لازم نہیں آتا؟

جواب: ان میں تعلیل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اصل پر دلالت کرنے کے لئے بغیر تعلیل کے چھوڑا گیا ہے، اسی طرح اِسْتَحْوَذَ میں بھی تعلیل نہیں کی گئی۔

سوال: قَالَ۔ قُلْنَ میں کس طرح تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: قَالَ اصل میں قَوَلَ تھا واوٗ متحرک ما قبل مفتوح پس واوٗ کو الف سے بدل دیا تو قَالَ ہو گیا، اور قُلْنَ اصل میں قَوَلْنَ تھا، پس واوٗ کو الف سے بدلا تو قَالْنَ ہوا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا تو قَلْنَ ہو گیا اب قاف کو ضمہ دیا تاکہ واوٗ کے محذوف ہونے پر دلالت کرے تو قُلْنَ ہو گیا۔

سوال: خِفْنَ جو اصل میں خَوِفْنَ تھا اس میں فاء کو ضمہ کیوں نہیں دیا گیا تاکہ وہ ضمہ واوٗ کے محذوف ہونے پر دلالت کرے؟

جواب: اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ واوِ محذوفہ کی حرکت ما قبل کو دی جائے لیکن قُلْنَ میں یہ ممکن نہ تھا کیونکہ واوٗ کا فتحہ قاف کو دیتے تو قاف پہلے سے ہی مفتوح تھا جیسے قَوَلْنَ پس اسی لئے قاف کو واوٗ کا فتحہ نہ دے کر قاف کو ضمہ دیا واوِ محذوفہ پر دلالت کرنے کے لئے جب کہ خَوِفْنَ میں واوٗ کی حرکت فاء کو دے دی کیونکہ یہاں قُلْنَ والی خرابی لازم نہیں آتی۔

وَ لَا يُفَرَّقُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ فِى الْاَمْرِ لِاَنَّهُمْ لَا يَعْتَبِرُوْنَ الْاِشْتَرَاكَ الضِّمْنِيَّ وَ يَكْتَفُوْنَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِيْرِيِّ كَمَا فِى بِعْنَ وَهُوَ مُشْتَرَكٌ بَيْنَ الْمَعْلُوْمِ وَ الْمَجْهُوْلِ اَيْضاً اَوْ

وَقَعَ مِنْ غَرَّةِ الْوَاضِعِ كَمَا فِى الْاِثْنَيْنِ وَ الْجَمَاعَةِ مِنَ الْاَمْرِ وَ الْمَاضِى فِى تَفَعَّلَ وَ تَفَاعَلَ وَ تَفَعْلَلَ وَلَا يُفَرَّقُ بَيْنَ فَعُلْنَ وَ فَعَلْنَ نَحْوُ طُلْنَ وَ قُلْنَ لِاَنَّهٗ يُعْلَمُ مِنَ الطَّوِيْلِ اَنَّ اَصْلَ طُلْنَ طَوُلْنَ لِاَنَّ الْفَعِيْلَ يَجِیْءُ مِنْ فَعُلَ غَالِباً كَمَا يُعْلَمُ الْفَرْقُ بَيْنَ خِفْنَ وَ بِعْنَ مِنْ مُسْتَقْبِلِهِمَا اَعْنِى يُعْلَمُ مِنْ يَخَافُ اَنَّ اَصْلَ خِفْنَ خَوِفْنَ لِاَنَّ بَابَ فَعَلَ يَفْعَلُ لَا يَجِیْءُ اِلَّا مِنْ حُرُوْفِ الْحَلْقِ وَ يُعْلَمُ مِنْ يَبِيْعُ اَنَّ اَصْلَ بِعْنَ بَيَعْنَ لِاَنَّ الْاَجْوَفَ لَا يَجِیْءُ مِنْ بَابِ فَعِلَ يَفْعِلُ۔

ترجمہ: اور ماضی کے جمع مؤنث قُلْنَ اور امر کے جمع مؤنث قُلْنَ کے درمیان فرق نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اہلِ صرف ضمنی اشتراک کا اعتبار نہیں کرتے اور وہ تقدیری فرق پر ہی اکتفاء کرتے ہیں، جیسے کہ بِعْنَ میں، اور قُلْنَ معلوم و مجہول کے درمیان مشترک ہے، یا واضع کی غفلت سے ایسا ہوا جیسے کہ ماضی اور امر کے تثنیہ اور جمع کے صیغے میں بابِ تَفَعَّلَ۔تَفَاعَلَ۔تَفَعْلَلَ میں، اور فَعُلْنَ اور فَعَلْنَ کے درمیان فرق نہیں کیا جاتا جیسے طُلْنَ۔قُلْنَ، اس لئے کہ طُلْنَ طَوِیْلٌ سے جانا جاتا ہے کہ طُلْنَ کی اصل طَوُلْنَ ہے اس لئے کہ فَعِیْلٌ اکثر و بیشتر فَعُلَ سے آتا ہے، اور ایسے ہی خِفْنَ اور بِعْنَ کے درمیان فرق معلوم کیا جاتا ہے ان دونوں کے مستقبل کے ذریعہ یعنی یَخَافُ سے جانا جاتا ہے کہ خِفْنَ کی اصل خَوِفْنَ ہے اس لئے کہ فَعَلَ یَفْعَلُ کا باب نہیں آتا مگر حروفِ حلقی سے، اور یَبِیْعُ سے جانا جاتا ہے کہ بِعْنَ کی اصل بَیَعْنَ ہے اس لئے کہ اجوف فَعِلَ یَفْعِلُ کے باب سے نہیں آتا ہے۔

سوال: فعلِ ماضی کے صیغہ جمع مؤنث غائب اور فعلِ امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر دونوں کے لئے قُلْنَ آتا ہے ان دونوں صیغوں میں اشتراک پایا گیا، لہذا فرق کیسے کیا جائے گا؟

جواب: یہاں اشتراک تعلیل کے ضمن میں ہے یعنی اشتراکِ ضمنی ہے اور اہلِ صرف اشتراکِ ضمنی کا اعتبار نہیں کرتے کیونکہ ایسا تعلیل کے بعد ہوا ہے نہ کہ اصلِ وضع میں پس ان میں فرق تقدیری طور پر کریں گے یعنی قُلْنَ کو جب ماضی مانیں گے تو اس کی تقدیر قَوَلْنَ ہو گی، اور جب امر مانیں گے تو اس کی تقدیر اُقْوُلْنَ ہو گی اور ایسے ہی فعلِ ماضی معروف اور مجہول میں بھی اشتراکِ ضمنی ہے لہذا فرق تقدیراً کریں گے یعنی جب خِفْنَ معروف لیں گے تو اس کی تقدیر خَوِفْنَ ہو گی، اور جب مجہول لیں گے تو اس کی تقدیر خُوِفْنَ ہو گی۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں جو اشتراک پایا گیا ہے وہ واضع کی غفلت کی وجہ سے ہے بشرطِ کہ واضع انسان کو تسلیم کیا جائے کیونکہ بھول انسان سے واقع ہوتی ہے۔ اور اسی طرح کا اشتراک بابِ تَفَعُّلٌ۔ تَفَاعُلٌ۔ تَفَعْلُلٌ کی ماضی اور امر کے صیغہ تثنیہ اور جمع میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً تَطَهَّرَا۔ تَقَابَلَا۔ تَسَرْبَلَا یہ تینوں صیغے تَفَعْلَلَا کے وزن پر ہیں ۔یوں ہی تَطَهَّرُوْا۔ تَقَابَلُوْا۔ تَسَرْبَلُوْا یہ تینوں صیغے تَفَعْلَلُوْا کے وزن پر ہیں پس یہ صیغے ماضی کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں اور امر کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

سوال: طُلْنَ۔ قُلْنَ بظاہر ایک جیسے صیغے ہیں کیسے پتا چلے گا کہ ان کے ابواب مختلف ہیں؟

جواب: ان کے درمیان فرق کرنا آسان ہے کیونکہ طُلْنَ کی پہچان طَوِیْلٌ سے ہوتی ہے اس لئے کہ طویل صفتِ مشبہ ہے اور یہ وزن عام طور پر بابِ کَرُمَ یَکْرُمُ سے آتا ہے جبکہ قُلْنَ نَصَرَ یَنْصُرُ سے ہے، اسی طرح خِفْنَ۔ بِعْنَ میں ان کے مضارع سے فرق معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ یَخَافُ سے پتہ چل جاتا ہے کہ خِفْنَ کی اصل خَوِفْنَ ہے جو کہ سَمِعَ یَسْمَعُ سے ہے کیونکہ اگر فَتَحَ۔ یَفْتَحُ سے ہوتا تو اس کے عین یا لام کلمہ میں حرفِ حلقی ہوتا حالانکہ اس کے عین یا لام کلمہ میں حرفِ حلقی نہیں ہے۔ اور یَبِیْعُ سے پتہ چل جاتا ہے کہ بِعْنَ کی اصل بَیَعْنَ ہے کیونکہ اجوف حَسِبَ یَحْسِبُ سے نہیں آتا ہے۔

اَلْمُسْتَقْبِلُ یَقُوْلُ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُہٗ یَقْوُلُ وَ اِعْلَالُہٗ مَرَّ فَحُذِفَ الْوَاوُ فِی یَقُلْنَ لِاجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ، اَلْاَمْرُ قُلْ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُہٗ اُقْوُلْ ثُمَّ حُذِفَ الْوَاوُ لِاجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ ثُمَّ حُذِفَ الْاَلِفُ لِانْعِدَامِ الْاِحْتِیَاجِ اِلَیْھَا، وَتُحْذَفُ الْوَاوُ فِی قُلِ الْحَقَّ وَ اِنْ لَمْ یَجْتَمِعْ فِیْہِ السَّاکِنَانِ لِاَنَّ الْحَرَکَۃَ فِیْہِ حُصِلَتْ بِالْخَارِجِیِّ فَیَکُوْنُ فِی حُکْمِ السُّکُوْنِ تَقْدِیْراً بِخِلَافِ قُوْلَا وَ قُوْلَنَّ لِاَنَّ الْحَرَکَۃَ فِیْھِمَا حُصِلَتْ بِالدَّاخِلِیَّیْنِ وَ ھُمَا اَلِفُ الْفَاعِلِ وَ نُوْنُ التَّاکِیْدِ وَ ھُوَ بِمَنْزِلَۃِ الدَّاخِلِیِّ۔

ترجمہ: اور (اجوف واوی کا) **فعلِ مستقبل یَقُوْلُ (آتا ہے) آخر تک، اس کی اصل یَقْوُلُ ہے اور اس کی تعلیل گزر چکی ہے، (فعلِ مضارع کا صیغہ جمع مؤنث غائب) یَقُلْنَ (آتا ہے، پس اس کی تعلیل یوں ہے کہ) یَقُلْنَ میں واؤ کو اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، (اور**

اجوفِ واوی کا) فعلِ امر قُلْ (آتا ہے) آخر تک، اس کی اصل اُقْوُلْ ہے پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے واؤ کو حذف کر دیا گیا اور پھر الف (ہمزہ وصلی) کی حاجت نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بھی حذف کر دیا، اور قُلِ الْحَقَّ میں واؤ کو حذف کر دیا گیا اگر چہ اس میں دو ساکنین نہیں جمع ہوئے اس لئے کہ اس میں جو حرکت حاصل ہوئی ہے وہ خارجی ہے، پس یہ حرکت تقدیراً سکون کے حکم میں ہے بر خلاف قُوْلَا۔ اور قُوْلَنَّ کے اس لئے کہ ان میں جو حرکت حاصل ہوئی ہے وہ داخلی ہے، اور یہ دونوں پہلے میں الفِ فاعل اور دوسرے میں نونِ تاکید ہے اور یہ داخلی کے منزل میں ہے۔

سوال: یَقُوْلُ۔ یَقُلْنَ۔ قُلْ میں تعلیل کس طرح ہوئی ہے؟

جواب: یَقُوْلُ: اصل میں یَقْوُلُ تھا واؤ کا ضمہ ما قبل حرفِ صحیح ساکن کو دے دیا تو یَقُوْلُ ہو گیا۔

یَقُلْنَ: اصل میں یَقْوُلْنَ تھا واؤ کا ضمہ ما قبل حرفِ صحیح ساکن کو دے دیا اور اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے واؤ کو گرا دیا تو یَقُلْنَ ہو گیا۔

قُلْ: اصل میں اُقْوُلْ تھا واؤ کا ضمہ ما قبل حرفِ صحیح ساکن کو دے دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے واؤ کو گرا دیا اور شروع سے حاجت نہ ہونے کی وجہ سے ہمزہ کو بھی گرا دیا کہ اب فاء کلمہ متحرک ہو گیا ہے تو قُلْ ہو گیا۔

سوال: قُلِ الْحَقَّ میں لام کے متحرک ہونے کی وجہ سے واؤ کے ساتھ اجتماعِ ساکنین لازم نہیں آ رہا اس کے باوجود بھی قُلِ الْحَقَّ۔ سے واؤ کو گرا دیا گیا ایسا کیوں؟

جواب: یہاں پر لام کی حرکت عارضی ہے کیونکہ لام پر کسرہ التقائے ساکنین کی ضرورت کی بناء پر لایا گیا ہے پس لام تقدیراً ساکن ہے کیونکہ لام کی حرکت خارج سے آئی ہے۔

وَ مِنْ ثَمَّ جَعَلُوْا مَعَهٗ آخِرَ الْمُضَارِعِ مُبْنِيًّا نَحْوُ هَلْ يَفْعَلَنَّ وَ تُحْذَفُ الْاَلِفُ فِيْ دَعَتَا وَ اِنْ حُصِلَ الْحَرْكَةُ بِاَلِفِ الْفَاعِلِ، لِاَنَّ التَّاءَ لَيْسَتْ مِنْ نَفْسِ الْكَلِمَةِ بِخِلَافِ اللَّامِ فِيْ قُوْلَا وَ تَقُوْلُ بِنُوْنِ التَّاكِيْدِ قُوْلَنَّ، قُوْلَانِّ، قُوْلُنَّ، قُوْلِنَّ، قُوْلَانِّ، قُلْنَانِّ، وَ بِالْخَفِيْفَةِ قُوْلَنْ، قُوْلُنْ، قُوْلِنْ، اَلْفَاعِلُ قَائِلٌ اِلٰى آخِرِهٖ اَصْلُهٗ قَاوِلٌ فَقُبِلَتِ الْوَاوُ اَلِفًا لِتَحَرُّكِهَا وَ اِنْفِتَاحِ مَا قَبْلَهَا كَمَا فِيْ كِسَاءٍ اَصْلُهٗ كِسَاوٌ وَ جُعِلَ وَاوُهٗ اَلِفًا لِوُقُوْعِهٖ فِي الطَّرْفِ وَ اِنْفِتَاحِ مَا قَبْلَهَا وَ هُوَ سِيْنٌ ثُمَّ جُعِلَتْ هَمْزَةً وَلَا اِعْتِبَارَ لِاَلِفِ الْفَاعِلِ، لِاَنَّهَا لَيْسَتْ بِحَاجِزَةٍ حَصِيْنَةٍ فَاجْتَمَعَ الْاَلِفَانِ وَ لَا يُمْكِنُ اِسْقَاطُ الْاُوْلٰى، لِاَنَّهٗ يَلْتَبِسُ بِالْمَاضِيْ وَ كَذٰلِكَ فِي الثَّانِيَةِ فَحُرِّكَتْ فَصَارَتْ هَمْزَةً۔

ترجمہ: اور اسی وجہ سے اہلِ صرف نے نونِ تاکید کے ساتھ مضارع کے آخر کو مبنی بنایا ہے جیسے هَلْ يَفْعَلَنَّ، اور دَعَتَا میں الف کو حذف کیا جاتا ہے اگرچہ فاعل کے الف کی وجہ سے حرکت حاصل ہوئی ہے اس لئے کہ تاء نفسِ کلمہ کی نہیں ہے بخلاف قُوْلَا کے لام کے، اور تو نونِ تاکید کے ساتھ یوں کہے قُوْلَنَّ، قُوْلَانِّ، قُوْلُنَّ، قُوْلِنَّ، قُوْلَانِّ، قُلْنَانِّ، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ یوں کہے قُوْلَنْ، قُوْلُنْ، قُوْلِنْ، (اور اجوف واوی کا) اسمِ فاعل قَائِلٌ (آتا ہے) آخر تک، اس کی اصل قَاوِلٌ ہے پس واؤ کو الف سے بدل دیا گیا اس کے متحرک ہونے کی وجہ سے اور اس کے ما

قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے جیسے کہ کِسَاءٌ میں کہ اس کی اصل کِسَاوٌ ہے، اور اس کی واؤ کو الف واؤ کے طرف میں واقع ہونے اور اس کے ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے بنایا گیا ہے (اور ما قبل جو مفتوح ہے) وہ سین ہے، پھر الف کو ہمزہ بنایا گیا ہے، اور الفِ فاعل کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا اس لئے کہ وہ قوی مانع نہیں ہے، پس دو الف جمع ہو گئے اور پہلے الف کو ساقط کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ صیغہ تب تو ماضی کے ساتھ ملتبس ہو جائے گا، اور ایسے ہی دوسرے میں، پس دوسرے کو حرکت دے دی گئی تو وہ ہمزہ ہو گیا۔

سوال: قُوْلَا۔ قُوْلَنَّ میں واؤ کو کیوں نہیں حذف کیا گیا ہے؟

جواب: ان میں واؤ کو اس لئے نہیں حذف کیا گیا ہے کہ یہاں لام کی حرکت داخلی چیزوں یعنی فاعل کے الف اور نونِ تاکید کے ساتھ حاصل ہوئی ہے، فاعل تو فعل میں داخل ہوتا ہے یہ تو ظاہر ہے اور نونِ تاکید بھی داخلی شمار ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ فعلِ مضارع نونِ تاکید کے ساتھ مبنی ہوتا ہے جیسے هَلْ يَفْعَلَنَّ۔

سوال: دَعَتَا جو اصل میں دَعَوَتَا تھا پھر ما قبل مفتوح کی وجہ سے واؤ الف ہو گئی تو دَعَاتَا ہوا پس دَعَتَا سے الف کو کیوں گرایا گیا جبکہ تاء کی حرکت الفِ فاعل کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے اور وہ داخلی ہے؟

جواب: دَعَتَا کی تاء نفسِ کلمہ میں سے نہیں بلکہ یہ تائے تانیث فاعل کے بیان کے لئے ہے لہذا تاء کو داخلی نہیں شمار کیا جائے گا، لیکن قُوْلَا میں لام اصلی یعنی داخلی ہے۔

سوال: قَائِلٌ اسمِ فاعل کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: قَائِلٌ اصل میں قَاوِلٌ تھا واؤ متحرک ما قبل مفتوح لہذا واؤ کو الف سے بدلا جیسے کہ کَسَاءٌ میں کہ اس کی اصل کَسَاوٌ ہے، لہذا بعدِ ابدال قَاْاِلٌ ہوا اب دو الف ساکن جمع ہو گئے لیکن ان میں سے کسی ایک الف کو گرا بھی نہیں سکتے کیونکہ اس صورت میں قَالٌ ہو جائے گا اور یوں فعلِ ماضی سے التباس لازم آتا لہذا واؤ سے بدلے ہوئے الف کو حرکت دے دی تو وہ ہمزہ بن گیا اور یوں قَائِلٌ ہو گیا۔

سوال: قَاوِلٌ میں واؤ متحرک ہے لیکن اس کا ما قبل مفتوح نہیں بلکہ الف ساکن ہے پھر کیسے واؤ کو الف سے بدل دیا گیا؟

جواب: الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے لہذا وہ کوئی مضبوط رکاوٹ نہیں بنتا اس وجہ سے اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے جس طرح کَسَاءٌ میں الف کا کچھ اعتبار نہیں کیا گیا ہے۔

سوال: کیا واؤ اور یاء سے بدلے ہوئے ہمزہ کو گرا سکتے ہیں؟

جواب: بعض کلمات میں واؤ اور یاء سے بدلے ہوئے ہمزہ کو گرا بھی دیتے ہیں جیسے هَاعٍ۔لَاعٍ، اصل میں هَائِعٌ۔لَائِعٌ تھا اسی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان بُنْیَانُهُ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ۔ پس هَارٍ اصل میں هَائِرٌ تھا پس یاء کو ہمزہ سے بدل کر گرا دیا۔

وَ یَجِیْءُ فِی الْبَعْضِ بِالْحَذْفِ نَحْوُ هَاعٍ وَ لَاعٍ وَالْاَصْلُ هَائِعٌ وَ لَائِعٌ، وَ مِنْهُ قَوْلُهٗ تَعَالٰی (بُنْیَانُهُ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ هَارٍ) التوبۃ:۹-۱۰۹۔ اَیْ هَائِرٌ، وَ یَجِیْءُ بِالْقَلْبِ نَحْوُ شَاكٍ وَ اَصْلُهٗ شَاوِكٌ وَ حَادٍ اَصْلُهٗ وَاحِدٌ، وَ یَجُوْزُ الْقَلْبُ فِیْ كَلَامِهِمْ نَحْوُ الْقِسِیّ اَصْلُهٗ قُوُوْسٌ فَقُدِّمَ السِّیْنُ فَصَارَ قُسُوْوٌ نَحْوُ عُصُوْوٍ ثُمَّ جُعِلَ قُسِیٌّ لِوُقُوْعِ الْوَاوَیْنِ فِی الطَّرَفِ ثُمَّ كُسِرَ الْقَافُ

اِتِّبَاعاً لِمَا بَعْدَهَا کَمَا فِی عَصِیٍّ، وَ مِنْهُ اَیْنُقٌ اَصْلُهٗ اُنْوُقٌ ثُمَّ قُدِّمَ الْوَاوُ عَلَی النُّوْنِ فَصَارَ اَوْنُقٌ ثُمَّ جُعِلَ الْوَاوُ یَاءً عَلٰی غَیْرِ قِیَاسٍ۔

ترجمہ: اور بعض میں دوسرے الف کے حذف کے ساتھ آتا ہے جیسے ھَاعٍ-لَاعٍ،حالانکہ اصل ھَائِعٌ-لَائِعٌ ہے، اور اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان(بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ ھَارٍ) التوبہ:۹-۱۰۹،یعنی ھَاءِرٌ،اور اسمِ فاعل قلب کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے شَاکٍ کہ اس کی اصل شَاوِكٌ ہے،اور حَادٍ کہ اس کی اصل وَاحِدٌ ہے،اور اہلِ عرب کے کلام میں قلب جائز ہے جیسے قُسِیٌّ کہ اس کی اصل قُوُوْسٌ ہے پس سین کو مقدم کیا گیا تو قُسُوْوٌ ہو گیا جیسے عُصُوْوٌ،اور پھر قُسِیٌّ بنایا گیا طرف میں دو واؤ کے واقع ہونے کی وجہ سے پھر قاف کو اس کے مابعد کی اتباع میں کسرہ دیا گیا جیسے عَصِیٌّ میں،اور اسی سے اَیْنُقٌ ہے کہ اس کی اصل اُنْوُقٌ ہے پھر واؤ کو نون پر مقدم کیا گیا تو اَوْنُقٌ ہو گیا پھر خلافِ قیاس واؤ کو یاء بنایا گیا۔

سوال: کیا اسمِ فاعل میں قلب بھی ہوتا ہے؟

جواب: بعض اوقات اسمِ فاعل قلب کے ساتھ بھی آتا ہے جیسے شَاكٍ اصل میں شَاوِكٌ تھا پس واؤ کو کاف اور کاف کو واؤ کی جگہ لے گئے تو شَاکِوٌ بنا جو تنوین کی صورت میں شَاکِوُنْ ہو گا پس واؤ پر ضمہ دشوار لہذا ضمہ کو گرا دیا تو شَاکِوْنْ بنا اب اجتماعِ ساکنین کی بناء پر واؤ کو بھی گرا دیا تو شَاکِنْ بنا اب نون کو تنوین کی صورت میں لے آئے تو شَاكٍ ہوا،اور حَادٍ اصل میں وَاحِدٌ تھا،واؤ کو آخر میں لے گئے تو اب شروع میں الفِ ساکن بچا اور ساکن سے ابتداء محال ہے

لہذا الف کو حاء کے بعد لے گئے تو حَادِوٌ ہو گیا یعنی حَادِوُنٌ، پھر شَاكٍ والی تعلیل کی گئی تو حَادٍ ہو گیا۔

سوال: کیا حرف کا قلب جائز ہے؟

جواب: جی ہاں! اہلِ صرف کے نزدیک قلب جائز ہے یعنی ایک حرف کو دوسرے کی جگہ میں لے جانا جائز ہے جیسے قِسِیٌّ جو اصل میں قُوُوْسٌ تھا پس سین کو دونوں واؤ سے مقدم کیا تو قُسُوْوٌ ہو گیا اب واؤ طرف میں واقع ہوئی لہذا اسے یاء سے بدل دیا پھر پہلے واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا اور یاء کی مناسبت سے سین کو اور سین کی اتباع میں کاف کو کسرہ دے دیا تو قِسِیٌّ ہو گیا، اسی طرح اَیْنُقٌ اصل میں اَنْوُقٌ تھا پس واؤ کو نون پر مقدم کیا تو اَوْنُقٌ ہوا پھر خلافِ قیاس واؤ کو یاء سے بدل دیا تو اَیْنُقٌ ہو گیا۔

اَلْمَفْعُوْلُ مَقُوْلٌ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُہٗ مَقْوُوْلٌ فَاُعِلَّ کَاِعْلَالِ یَقُوْلُ فَصَارَ مَقُوْوْلٌ فَاجْتَمَعَ السَّاکِنَانِ فَحُذِفَتِ الْوَاوُ الزَّائِدَۃُ عِنْدَ السِّیْبَوَیْہِ، لِاَنَّ حَذْفَ الزَّائِدِ اَوْلٰی وَ الْوَاوُ الْاَصْلِیُّ عِنْدَ الْاَخْفَشِ، لِاَنَّ الزَّائِدَ عَلَامَۃٌ وَالْعَلَامَۃُ لَا تُحْذَفُ، وَ قَالَ سِیْبَوَیْہِ فِیْ جَوَابِہٖ لَا تُحْذَفُ اِذَا لَمْ تُوْجَدْ عَلَامَۃٌ اُخْرٰی، وَ فِیْہِ تُوْجَدُ عَلَامَۃٌ اُخْرٰی وَ ھُوَ الْمِیْمُ فَیَکُوْنُ وَزْنُہٗ عِنْدَہٗ مَفُعْلٌ وَ عِنْدَ الْاَخْفَشِ مَفُوْلٌ وَ کَذٰلِكَ مَبِیْعٌ یَعْنِیْ اُعِلَّ اِعْلَالَ یَبِیْعُ فَصَارَ مَبُیْوْعٌ فَحُذِفَ الْوَاوُ عِنْدَ السِّیْبَوَیْہِ فَصَارَ مَبُیْعٌ ثُمَّ کُسِرَ الْبَاءُ حَتّٰی تُسْلَمَ الْیَاءُ، وَ عِنْدَ الْاَخْفَشِ حُذِفَ الْیَاءُ فَاُعْطِیَ الْکَسْرَۃُ لِمَا قَبْلَھَا کَمَا فِیْ بِعْتَ

فَصَارَ مَبُوْعٌ ثُمَّ جُعِلَ الْوَاوُ یَاءً کَمَا فِی مِیْزَانٍ فَیَکُوْنُ وَزْنُهٗ مَفْعَلٌ عِنْدَ سِیْبَوَیْه وَعِنْدَ الْاَخْفَشِ مَفِیْلٌ۔

ترجمہ: (اجوفِ واوی سے اسمِ مفعول) **مَقُوْلٌ** (آتا ہے) آخر تک، اس کی اصل **مَقْوُوْلٌ** ہے پس اس میں **یَقُوْلُ** کی تعلیل کی طرح تعلیل کی گئی ہے تو، **قُوْوْلٌ** ہو گیا پس دو ساکن جمع ہو گئے تو سیبویہ کے نزدیک واوِ زائدہ کو حذف کیا گیا اس لئے کہ زائدہ کا حذف کرنا اولی ہے، اور اخفش کے نزدیک واوِ اصلی کو حذف کیا گیا اس لئے کہ واوِ زائدہ علامت ہے اور علامت حذف نہیں کی جاتی، اور سیبویہ نے اخفش کے جواب میں کہا کہ علامت کو اس وقت حذف نہیں کیا جاتا جبکہ دوسری علامت نہ پائی جائے حالانکہ اس میں دوسری علامت پائی جاتی ہے اور وہ میمِ مفعول ہے پس اس کا وزن **مَفُعْلٌ** ہو جائے گا، اور اخفش کے نزدیک اس کا وزن **مَفُوْلٌ** ہے، اور ایسے ہی **مَبِیْعٌ** یعنی **یَبِیْعُ** کی تعلیل کی طرح اس میں بھی تعلیل کی گئی ہے تو **مَبُیُوْعٌ** ہو گیا، پس سیبویہ کے نزدیک واو کو حزف کیا گیا تو **مَبُیُعٌ** ہو گیا پھر باء کو کسرہ دیا گیا تا کہ یاء سلامت رہے، اور اخفش کے نزدیک یاء کو حذف کیا گیا پھر اس کے ماقبل کو کسرہ دیا گیا جیسے کہ **بِعْتَ** میں تو **مَبِوْعٌ** ہو گیا پھر واو کو یاء بنایا گیا جیسے کہ **مِیْزَانٌ** میں تو اس کا وزن سیبویہ کے نزدیک **مَفِعْلٌ** ہو گا اور اخفش کے نزدیک **مَفِیْلٌ** ہو گا۔

سوال: مَقُوْلٌ اسمِ مفعول میں کس طرح تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: مَقُوْلٌ اصل میں مَقْوُوْلٌ تھا پس واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل حرفِ صحیح ساکن کو دے دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ایک واؤ کو گرا دیا تو مَقُوْلٌ بنا۔

سوال: مَقْوُوْلٌ کی دونوں واؤ میں سے کس واؤ کو حذف کریں گے واؤِ اصلی کو یا واؤِ زائد کو؟

جواب: عند سیبویہ: واؤِ زائدہ کو حذف کریں گے کیونکہ زائد کا حذف کرنا اولی ہے بمقابلۂ واؤِ اصلی کے۔

عند اخفش: واؤِ اصلی کو حذف کریں گے کیونکہ واؤِ زائدہ علامت ہے اور علامت حذف نہیں ہوتی۔

جوابِ سیبویہ: علامت کو حذف کرنا اس وقت جائز نہیں ہوتا جب اور دوسری علامت موجود نہ ہو اور اگر کسی جگہ دو علامت ہوں تو ایک کو حذف کرنا جائز ہوتا ہے جیسے مُسْلِمَتَاتٌ سے مُسْلِمَاتٌ کیا پس مَقْوُوْلٌ میں دو علامتیں ہیں (۱) میم (۲) واؤِ ثانی۔ پس یہاں پر ایک علامت کو حذف کرنا درست ہے۔

نوٹ: پس سیبویہ کے نزدیک مَقُوْلٌ کا وزن مَفُعْلٌ ہوگا، اور اخفش کے نزدیک مَقُوْلٌ کا وزن مَفُوْلٌ ہوگا۔

سوال: مَبِيْعٌ میں کس طرح تعلیل ہوتی ہے؟

جواب: مَبِيْعٌ اصل میں مَبْيُوْعٌ تھا پھر اس میں يَبِيْعُ کی طرح تعلیل ہوئی تو واؤ اور یاء دو ساکن جمع ہو گئے پس سیبویہ کے نزدیک واؤ کو حذف کر دیا تو مُبُيْعٌ ہو گیا پھر یاء کو سلامت رکھنے کے لئے باء کے ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو مَبِيْعٌ ہو گیا۔ اور اخفش کے نزدیک یاء کو حذف کر کے ما قبل کو کسرہ دیا تو مَبِوْعٌ ہو گیا پھر واؤ کو یاء سے بدل دیا جس طرح مِوْزَانٌ میں واؤ کو یاء سے بدلا

گیا ہے تو مَبِیْعٌ ہو گیا۔ اب مَبِیْعٌ کا وزن سیبویہ کے نزدیک مَفِعْلٌ ہو گا جبکہ اخفش کے نزدیک مَفِیْلٌ ہو گا۔

اَلْمَوْضِعُ مَقَالٌ اَصْلُهٗ مَقْوَلٌ فَاُعِلَّ کَمَا فِیْ یَخَافُ وَ کَذٰلِکَ مَبِیْعٌ اَصْلُهٗ مَبْیِعٌ فَاُعِلَّ کَمَا یَبِیْعُ وَ اُکْتُفِیَ بِالْفَرْقِ التَّقْدِیْرِیِّ بَیْنَ الْمَوْضِعِ وَ بَیْنَ اِسْمِ الْمَفْعُوْلِ، وَهُوَ مُعْتَبَرٌ عِنْدَهُمْ کَمَا فِی الْفُلْکِ اِذَا قُدِّرَتْ سُکُوْنُهٗ کَسُکُوْنِ اُسْدٍ یَکُوْنُ جَمْعاً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ﴾ یونس:۱۰-۲۲- وَ اِذَا قُدِّرَتْ سُکُوْنُهٗ کَسُکُوْنِ قُرْبٍ یَکُوْنُ وَاحِداً، نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ) الشعراء:۲۶-۱۱۹-

ترجمہ: (اور اجوفِ واوی سے) اسمِ ظرف مَقَالٌ (آتا ہے) اس کی اصل مَقْوَلٌ ہے پس اس میں تعلیل کی گئی جیسے یَخَافُ میں تعلیل کی گئی ہے اور ایسے ہی مَبِیْعٌ کہ اس کی اصل مَبْیِعٌ ہے پس اس میں تعلیل کی گئی جیسے یَبِیْعُ میں تعلیل کی گئی ہے، اور اسمِ ظرف اور اسمِ مفعول کے درمیان صرف تقدیری فرق پر اکتفاء کیا گیا ہے اور یہ اہلِ صرف کے نزدیک معتبر ہے جیسے کہ فُلْکٌ میں ہے جب اس کے سکون کو اُسْدٌ کے سکون کی طرح مقدر کیا گیا تو یہ جمع ہو گا جیسے اللہ تعالی کا فرمان (حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ) یونس:۱۰-۲۲، اور جب اس کے سکون کو قُرْبٌ کے سکون کی طرح مقدر کیا گیا تو یہ واحد ہو گا جیسے اللہ تعالی کا فرمان (فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ) الشعراء:۲۶-۱۱۹-

سوال: اسمِ ظرف مَقَالٌ کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: اسمِ ظرف مَقَالٌ اصل میں مَقْوَلٌ تھا پس واوٗ کا فتحہ ما قبل حرفِ صحیح ساکن کو دیا پھر ما قبل مفتوح کی وجہ سے واوٗ الف ہو گئی تو مَقَالٌ ہو گیا۔

سوال: مَبِیْعٌ اسمِ مفعول بھی ہے اور اسمِ ظرف بھی لہذا ان کے درمیان فرق کیسے کیا جائے گا؟

جواب: ان کے درمیان تقدیری فرق ہے یعنی مَبِیْعٌ جب اسمِ مفعول ہو گا تو اس کی تقدیر مَبْیُوْعٌ ہو گی، اور جب مَبِیْعٌ اسمِ ظرف ہو گا تو اس کی تقدیر مَبْیِعٌ ہو گی۔

سوال: کیا اہلِ صرف کے نزدیک تقدیری فرق معتبر ہے؟

جواب: جی ہاں! اہلِ صرف کے نزدیک تقدیری فرق معتبر ہے جیسے فُلْکٌ واحد بھی ہے اور جمع بھی، لیکن جب اس کا سکون اُسْدٌ کے سکون کی طرح ہو تو وہ جمع ہو گا جیسے ارشادِ خداوندی ہے حَتّٰی اِذَا کُنْتُمْ فِی الْفُلْکِ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ۔ میں فُلْکٌ جمع ہے، اور جب فُلْکٌ کا سکون قُرْبٌ کی راء جیسا ہو تو یہ واحد ہو گا کیونکہ اُسْدٌ جمع ہے اور قُرْبٌ واحد ہے لہذا فُلْکٌ بروزن اُسْدٌ جمع، اور فُلْکٌ بروزن قُرْبٌ واحد ہے، پس یہ فرق تقدیری ہے اور صرفیوں کے یہاں یہ معتبر ہے قرآنِ پاک میں واحد کی مثال فِی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنَ۔ ہے یہاں فُلْکٌ سے ایک کشتی مراد ہے۔

اَلْمَجْهُوْلُ قِیْلَ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُهٗ قُوِلَ فَاُسْکِنَ الْوَاوُ لِلْخِفَّةِ فَصَارَ قُوْلَ وَهُوَ لُغَةٌ ضَعِیْفَةٌ لِثِقْلِ اِجْتِمَاعِ الضَّمَّةِ وَ الْوَاوِ فِی کَلِمَةٍ وَ فِی لُغَةٍ اُخْرٰی اُعْطِیَ کَسْرَةُ الْوَاوِ اِلٰی مَا قَبْلَهَا فَصَارَ قِوْلَ ثُمَّ صَارَ الْوَاوُ یَاءً لِکَسْرَةِ مَا قَبْلَهَا فَصَارَ قِیْلَ، وَفِی لُغَةٍ تَشُمُّ حَتّٰی یُعْلَمَ

اَنَّ اَصۡلَ مَا قَبۡلَهَا مَضۡمُوۡمٌ وَ كَذٰلِكَ بِيۡعَ وَ اُخۡتِيۡرَ وَ اُنۡقِيۡدَ وَ قُلۡنَ وَ بِعۡنَ يَعۡنِىۡ يَجُوۡزُ فِيۡهِنَّ ثَلَاثُ لُغَاتٍ، وَ لَا يَجُوۡزُ الۡاِشۡمَامُ فِىۡ مِثۡلِ اُقِيۡمَ لِاِنۡعِدَامِ ضَمَّةِ مَا قَبۡلَ الۡيَاءِ، وَلَا يَجُوۡزُ بِالۡوَاوِ اَيۡضاً، لِاَنَّ جَوَازَ الۡوَاوِ لِاِنۡضِمَامِ مَا قَبۡلَ حَرۡفِ الۡعِلَّةِ وَ هُوَ لَيۡسَ بِمَوۡجُوۡدٍ، وَ سُوِّىَ فِىۡ مِثۡلِ قُلۡنَ وَ بِعۡنَ بَيۡنَ الۡمَعۡلُوۡمِ وَ الۡمَجۡهُوۡلِ اِكۡتِفَاءً بِالۡفَرۡقِ التَّقۡدِيۡرِىِّ، وَ اَصۡلُ يُقَالُ يُقۡوَلُ فَاُعِلَّ مِثۡلُ اِعۡلَالِ يَخَافُ۔

ترجمہ: (اور اجوفِ واوی سے) فعلِ مجہول قِیْلَ (آتا ہے) آخر تک، اس کی اصل قُوِلَ ہے پس واو کو خفت کی وجہ سے ساکن کیا گیا تو قُوْلَ ہو گیا اور یہ ضعیف لغت ہے ایک کلمہ میں واؤ اور ضمہ کے اجتماع کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، اور دوسری لغت میں واؤ کا کسرہ اس کے ما قبل کو دے دیا گیا تو قِوْلَ ہو گیا پھر ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے واؤ یاء ہو گئی تو قِیْلَ ہو گیا، اور ایک لغت میں اشمام کیا جائے گا تاکہ جان لیا جائے کہ یاء کے ما قبل کی حرکت مضموم ہے، اور ایسے ہی بِیْعَ۔ اور اُخْتِیْرَ اور اُنْقِیْدَ اور قُلْنَ اور بِعْنَ۔ یعنی ان میں تینوں لغات جائز ہیں، اور اشمام جائز نہیں ہے اُقِیْمَ کے مثل میں یاء کے ما قبل ضمہ نہ ہونے کی وجہ سے، اور واؤ کے ساتھ بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ واؤ کا جائز ہونا حرفِ علت کے ما قبل مضموم ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے اور وہ موجود نہیں، اور قُلْنَ اور بِعْنَ کے مثل میں معلوم اور مجہول کے درمیان برابری کی گئی ہے اور صرف فرقِ تقدیری پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور یُقَالُ کی اصل یُقْوَلُ ہے پس یَخَافُ کی تعلیل کی طرح اس میں بھی تعلیل کی گئی ہے۔

سوال: قِیْلَ فعلِ ماضی مجہول میں کیسے تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: قِیْلَ فعلِ ماضی مجہول اصل میں قُوِلَ تھا پس واوَ کو تخفیف کی غرض سے ساکن کیا تو قُوْلَ ہو گیا بعض حضرات نے ماضی مجہول کو قُوْلَ پڑھا ہے لیکن یہ ضعیف لغت ہے، اور دوسری قوی لغت یہ ہے کہ واوَ کا کسرہ ما قبل کو دیا اب واوَ ساکن ما قبل مکسور ہوا پس کسرہ کی موافقت میں واوَ کو یاء سے بدلا تو قِیْلَ ہو گیا، اور تیسری لغت کے مطابق اشمام کیا جائے گا تاکہ معلوم ہو کہ اس کا قبل مضموم تھا پس بِیْعَ۔ اُخْتِیْرَ۔ اُنْقِیْدَ۔ قُلْنَ۔ بِعْنَ میں بھی یہ تینوں لغات جائز ہیں۔

سوال: اِشْمام کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس حرف پر وقف کیا جائے اس کو ساکن کر کے ہونٹھوں سے پیش کی طرف اشارہ کرنا اشمام ہے جیسے قِیْلَ کے لام پر وقف کریں تو لام کو ادا کرتے وقت ہونٹھوں سے پیش کی طرف اشارہ کرنا۔

سوال: کیا اُقِیْمَ میں بھی یہ تینوں صورتیں جائز ہیں؟

جواب: اُقِیْمَ جو اصل میں اُقْوِمَ تھا پس اس میں اشمام جائز نہیں ہے اور نہ واوَ کا پڑھنا جائز ہے قُوْلَ کے مثل کیونکہ یہاں جب واوَ کی حرکت ما قبل کو دیں گے تو واوَ کا ما قبل یعنی قاف مضموم نہیں ہو گا بلکہ مکسور ہو گا اور نہ قاف نقلِ حرکت سے پہلے مضموم تھا۔

سوال: قُلْنَ ماضی معروف بھی ہے اور ماضی مجہول بھی لہذا فرق کس طرح ہو گا؟

جواب: قُلْنَ ماضی معروف و مجہول میں بھی تقدیری فرق پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

سوال: یُقَالُ میں کیسے تعلیل ہو گی؟

جواب: یُقَالُ اصل میں یُقْوَلُ تھا پس واؤ کی حرکت نقل کر کے حرفِ صحیح ساکن کو دیا پھر واؤ ما قبل مفتوح کی وجہ سے الف ہو گئی تو یُقَالُ ہو گیا۔

اَلْبَابُ السَّادِسُ فِی النَّاقِصِ

ناقص کا بیان

وَیُقَالُ لَہٗ نَاقِصٌ لِنُقْصَانِہٖ فِی الْآخِرِ وَ ذُوْ الْاَرْبَعَةِ لِاَنَّہٗ یَصِیْرُ عَلٰی اَرْبَعَةِ اَحْرُفٍ فِی الْاِخْبَارِ نَحْوُ رَمَیْتُ وَ ھُوَ لَا یَجِیْءُ مِنْ بَابِ فَعِلَ یَفْعِلُ تَقُوْلُ فِی اِلْحَاقِ الضَّمَائِرِ: رَمٰی رَمَیَا رَمَوْا اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُ رَمٰی رَمَیَ فَقُلِبَتِ الْیَاءُ اَلِفاً لِتَحَرُّکِھَا وَ اِنْفِتَاحِ مَا قَبْلَھَا کَمَا فِی قَالَ وَ اَصْلُ رَمَوْا رَمَیُوْا فَقُلِبَتِ الْیَاءُ اَلِفاً لِتَحَرُّکِھَا وَ اِنْفِتَاحِ مَا قَبْلَھَا فَصَارَ رَمَاوُا فَاجْتَمَعَ السَّاکِنَانِ فَحُذِفَتِ الْاَلِفُ فَصَارَ رَمَوْا، وَ کَذٰلِكَ رَضُوْا اِلَّا اَنَّہٗ ضُمَّ الضَّادُ فِیْہِ بَعْدَ الْحَذْفِ حَتّٰی لَا یَلْزَمَ الْخُرُوْجُ مِنَ الْکَسْرَةِ اِلَی الْوَاوِ، وَ اَصْلُ رَمَتْ رَمَیَتْ فَحُذِفَتِ الْیَاءُ کَمَا فِی رَمَوْا۔

ترجمہ: اور اس کے آخر میں حرف کی کمی ہو جانے کی وجہ سے اس کو ناقص کہتے ہیں اور اس کو ذو الاربعہ (چار حرف والا) بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اِخبار میں چار حرف پر مشتمل ہو جاتا ہے جیسے رَمَیْتُ، اور یہ باب فَعِلَ یَفْعِلُ سے نہیں آتا، اور تو ضمائر کو الحاق میں یوں کہہ رَمٰی رَمَیَا رَمَوْا آخر تک، رَمٰی کی اصل رَمَیَ ہے پس یاء کو متحرک ہونے اور ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا جیسے قَالَ میں، اور رَمَوْا کی اصل رَمَیُوْا ہے پس یاء کو متحرک ہونے اور ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا تو رَمَاوُا ہو گیا پس دو ساکن جمع ہو گئے تو الف کو حذف کر دیا گیا تو رَمَوْا ہو گیا، اور ایسے ہی رَضُوْا مگر یہ کہ اس میں ضاد کو ضمہ دیا گیا الف کو حذف

کرنے کے بعد تاکہ کسرہ سے واؤ کی جانب خروج لازم نہ آئے، اور رَمَتْ کی اصل رَمَيَتْ ہے پس یاء کو حذف کیا گیا جیسے کہ رَمَوْا میں حذف کیا گیا۔

سوال: ناقص کی وجہِ تسمیہ بیان کریں؟

جواب: ناقص کو ناقص اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے آخر میں بعض اوقات حروف کے اعتبار سے اور بعض اوقات حرکت کے اعتبار سے کمی واقع ہوتی ہے جیسے يَدْعُوْ۔يَرْمِيْ میں واؤ اور یاء کی حرکت کی کمی ہوئی ہے۔ اور اَلْقَاضِيْ جیسے اسم میں حالتِ رفع میں یاء کی حرکت کی کمی ہوئی ہے۔ اسی طرح دَعَتْ۔رَمَتْ۔لَمْ يَدْعُ۔لَمْ يَرْمِ۔اِرْمِ۔ ان سب میں حروف کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اور اسم میں حروف کی کمی کی مثال جَاءٍ۔قَاضٍ وغیرہ ہیں۔

سوال: ناقص کو ذوار بعہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ناقص کو ذوار بعہ اس لئے کہتے ہیں کہ ماضی متکلم وغیرہ کے صیغوں میں اس کے چار حروف ہوتے ہیں جیسے رَمَيْتُ۔

سوال: ناقص کتنے اور کن کن ابواب سے آتا ہے؟

جواب: ناقص پانچ ابواب سے آتا ہے سوائے فَعِلَ يَفْعِلُ کے۔

سوال: رَمٰی کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: رَمٰی اصل میں رَمَيَ تھا پس یاء متحرک ماقبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدل دیا تو رَمٰی ہو گیا قَالَ کی طرح۔

سوال: رَمَوْا اصل میں کیا تھا اور اس میں کس طرح تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: رَمَوْا اصل میں رَمَیُوْا تھا پس یاء متحرک ما قبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدلا تو رَمَاوْا ہوا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا تو رَمَوْا ہو گیا۔

سوال: کیا رَمَوْا۔ رَضُوْا کی تعلیل میں کچھ فرق ہے؟

جواب: جی ہاں رَضُوْا اصل میں رَضِیُوْا تھا پس یاء پر ضمہ ثقیل تھا لہذا یاء کو ساکن کر دیا تو رَضِیْوْا ہوا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا اور ضاد کو ضمہ دے دیا تاکہ کسرہ سے ضمۂ تقدیری یعنی واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے تو رَضُوْا ہو گیا۔ جبکہ رَمَوْا اصل میں رَمَیُوْا تھا پس یاء متحرک ما قبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدلا تو رَمَاوْا ہوا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا تو رَمَوْا ہو گیا۔

سوال: رَمَتْ کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: رَمَتْ اصل میں رَمَیَتْ تھا پس یاء متحرک ما قبل مفتوح ہے لہذا یاء کو الف سے بدلا تو رَمَاتْ ہوا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا تو رَمَتْ ہو گیا۔

وَ تُحْذَفُ فِی رمَتَا وَاِنْ لَمْ یَجْتَمِعِ السَّاکِنَانِ لِاَنَّهٗ یَجْتَمِعُ السَّاکِنَانِ تَقْدِیْراً وَ تَمَامُهٗ مَرَّفِی قُوْلَا، وَلَا یُعَلُّ فِی رَمَیْنَ کَمَا مَرَّ فِی الْقَوْلِ، اَلْمُسْتَقْبِلُ یَرْمِی اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُهٗ یَرْمِیُ اُسْکِنَتِ الْیَاءُ لِثِقْلِ الضَّمَّةِ وَ لَا یُعَلُّ فِی مِثْلِ تَرْمِیَانِ لِاَنَّ حَرْکَتَهٗ خَفِیْفَةٌ وَ اَصْلُ یَرْمُوْنَ یَرْمِیُوْنَ فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ، وَ سُوِّیَ بَیْنَ الرِّجَالِ وَ

النِّسَاءِ فِی مِثْلِ یَعْفُوْنَ اِکْتِفَاءٌ بِالْفَرْقِ التَّقْدِیْرِیِّ لِاَنَّ الْوَاوَ فِی النِّسَاءِ اَصْلِیَّۃٌ وَ النُّوْنُ عَلَامَۃُ التَّانِیْثِ، وَمِنْ ثَمَّ لَا تُسْقَطُ فِی قَوْلِہٖ تَعَالٰی (اِلَّا اَنْ یَعْفُوْنَ) البقرۃ۔۲۔۲۳۷۔

ترجمہ: اور رَمَتَا میں یاء کو حذف کیا گیا اگرچہ اس میں دو ساکن جمع نہیں ہوتے لیکن تقدیری طور پر دو ساکن جمع ہوتے ہیں اور اس کی تفصیل قُوْلَا میں گزر چکی ہے، اور رَمَیْنَ میں تعلیل نہیں کی جاتی جیسے کہ قَوْلٌ میں گزرا، (ناقص یائی سے) مستقبل یَرْمِیْ (آتا ہے) آخر تک، کہ اس کی اصل یَرْمِیُ ہے پس یاء کو ساکن کیا گیا ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، اور تَرْمِیَانِ کے مثل میں تعلیل نہیں کی جاتی اس لئے کہ یاء کی حرکت خفیف ہے، اور یَرْمُوْنَ کی اصل یَرْمِیُوْنَ ہے پس یاء کو ساکن کیا گیا پھر یاء کو حذف کیا گیا اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے، اور یَعْفُوْنَ کی مثل میں مذکر اور مؤنث کے درمیان برابری رکھی گئی ہے اور صرف تقدیری فرق پر اکتفاء کیا گیا ہے اس لئے کہ مؤنث میں واؤ اصلی ہے اور نون علامتِ تانیث ہے، اور اسی وجہ سے اللہ تعالی کے قول (اِلَّا اَنْ یَعْفُوْنَ) (البقرۃ۔۲۔۲۳۷) میں نون کو ساقط نہیں کیا جاتا (حالانکہ اَنْ کی وجہ سے نونِ اعرابی ساقط ہو جاتی ہے مگر یہ نون اعراب کا نہیں بلکہ علامتِ تانیث کا ہے)۔

سوال: رَمَتَا اصل میں رَمَیَتَا تھا یاء کو الف سے بدلنے کی صورت میں دو ساکن جمع نہیں ہوتے جیسے رَمَاتَا پھر کیوں الف کو گرا دیا گیا؟

جواب: اگرچہ تاء بظاہر متحرک ہے لیکن حقیقت میں وہ ساکن ہے کیونکہ تاء کی حرکت عارضی ہے۔

سوال: رَمَیْنَ میں کیوں تعلیل نہیں کی گئی ہے؟

جواب: رَمَيْنَ میں یاء ساکن ما قبل مفتوح ہونے کی وجہ سے ثقل پیدا نہیں ہوتا اس لئے یہاں سے یاء کو حذف نہیں کیا گیا ہے کہ تعلیل ثقل کو دور کرنے کے لئے کی جاتی ہے اور یہاں پر ثقل موجود ہی نہیں ہے۔

سوال: يَرْمِيْ کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: يَرْمِيْ اصل میں يَرْمِيُ تھا یاء پر ضمہ ثقیل تھا لہذا ضمہ کو گرا دیا تو يَرْمِيْ ہو گیا۔

سوال: تَرْمِيَانِ میں تعلیل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ یہاں یاء کی حرکت فتحہ خفیف ہے لہذا یہاں ثقل نہ ہونے کی بناء پر تعلیل نہیں کی گئی ہے۔

سوال: يَرْمُوْنَ کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: يَرْمُوْنَ اصل میں يَرْمِيُوْنَ تھا پس یاء پر ضمہ ثقیل تھا لہذا ضمہ کو گرا دیا تو يَرْمِيْوْنَ ہو گیا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا پھر میم کو ضمہ دیا تاکہ کسرہ سے واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے تو يَرْمُوْنَ ہو گیا۔

سوال: يَعْفُوْنَ جمع مذکر غائب اور جمع مؤنث غائب دونوں کے لئے آتا ہے لہذا فرق کیسے ہو گا؟

جواب: یہاں تقدیری فرق ہو گا یعنی مذکر کا صیغہ اصل میں يَعْفُوُوْنَ اور مؤنث کا صیغہ يَعْفُوْنَ ہے، مؤنث کے صیغہ میں واؤ اصلی ہے اور نون علامتِ تانیث ہے جبکہ مذکر میں واؤ

ضمیرِ جمع اور نون اعرابی ہے چونکہ مؤنث کے صیغہ میں نون علامتِ تانیث ہے نونِ اعرابی نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالی کے فرمان اِلَّآ اَنۡ یَّعۡفُوۡنَ میں اَنۡ ناصبہ کے باوجود نون نہیں گرتا۔

وَ اَصۡلُ تَرۡمِیۡنَ تَرۡمِیِیۡنَ فَاُسۡکِنَتِ الۡیَاءُ ثُمَّ حُذِفَتۡ لِاِجۡتِمَاعِ السَّاکِنَیۡنِ وَ هُوَ مُشۡتَرَكٌ فِی اللَّفۡظِ مَعَ جَمَاعَةِ النِّسَاءِ وَ اِذَا دَخَلَتِ الۡجَازِمُ تَسۡقُطُ الۡیَاءُ عَلَامَةً لِلۡجَزۡمِ نَحۡوُ لَمۡ یَرۡمِ وَ مِنۡ ثَمَّ تَسۡقُطُ فِی حَالَةِ الرَّفۡعِ عَلَامَةً لِلۡوَقۡفِ فِی قَوۡلِهٖ تَعَالٰی (وَ الَّیۡلُ اِذَا یَسۡرِ) الفجر۔۹۸۔۴۔ وَتَنۡصِبُ اِذَا دَخَلَتَ النَّاصِبَ نَحۡوُ لَنۡ یَرۡمِیَ لِخِفَّةِ النَّصۡبِ، وَ لَمۡ یُنۡتَصَبۡ فِی مِثۡلِ لَنۡ یَخۡشٰی، لِاَنَّ الۡاَلِفَ لَا یَحۡتَمِلُ الۡحَرۡکَةَ۔

ترجمہ: اور تَرۡمِیۡنَ کی اصل تَرۡمِیِیۡنَ ہے پس یاء کو ساکن کیا گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، اور یہ صیغہ لفظ میں واحد مؤنث اور جمع مؤنث کے ساتھ مشترک ہے، اور جب حرفِ جازم داخل ہوتا ہے تو علامتِ جزمی کی وجہ سے یاء ساقط ہو جاتی ہے جیسے لَمۡ یَرۡمِ، اور اسی وجہ سے حالتِ رفع میں وقف کی علامت کی وجہ سے اللہ تعالی کے فرمان:(وَ الَّیۡلُ اِذَا یَسۡرِ) الفجر۔۹۸۔۴ میں یاء ساقط ہو جاتی ہے، اور نصب دیا جاتا ہے جب حرفِ ناصب داخل ہوتا ہے جیسے لَنۡ یَّرۡمِیَ نصب کی خفت کی وجہ سے، اور لَنۡ یَّخۡشٰی کے مثل میں نصب نہیں دیا گیا اس لئے کہ الف حرکت کو نہیں اٹھا پاتا۔

سوال: تَرۡمِیۡنَ کون سا صیغہ ہے اور اس میں کس انداز سے تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: یہ واحد مؤنث حاضر اور جمع مؤنث حاضر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، پس جمع مؤنث حاضر اصل میں بھی تَرْمِیْنَ ہے البتہ واحد مؤنث حاضر اصل میں تَرْمِیِیْنَ تھا پس یاء کو ساکن کیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرادیا تو تَرْمِیْنَ ہوگیا۔

سوال: اگر ناقص پر حرفِ جزم آجائے تو وہ کیا عمل کرے گا؟

جواب: اگر ناقص پر حرفِ جزم آجائے تو اس کی وجہ سے حرفِ علت گر جاتا ہے جیسے یَرْمِیْ سے لَمْ یَرْمِ۔ نیز حالتِ رفع میں وقف کی صورت میں بھی حرفِ علت گر جاتا ہے مثلاً وَ اللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ۔ کہ یَسْرِ اصل میں یَسْرِیْ تھا۔

سوال: اگر ناقص پر حرفِ ناصب داخل ہو تو کیا عمل کرے گا؟

جواب: جب ناقص پر حرفِ ناصب داخل ہوتا ہے تو فعل کا آخر منصوب ہو جاتا ہے جیسے لَنْ یَّرْمِیَ۔ البتہ لَنْ یَّخْشٰی میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اس آخری حرف یعنی الف حرکت کو برداشت نہیں کرتا لہٰذا اس میں کوئی عمل ظاہر نہ ہوگا۔

اَلْاَمْرُ اِرْمِ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُہٗ اِرْمِیْ فَحُذِفَتِ الْیَاءُ عَلَامَةً لِلْوَقْفِ وَ اَصْلُ اِرْمُوْا اِرْمِیُوْا فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ وَ اَصْلُ اِرْمِیْ اِرْمِیِیْ فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ الْاَصْلِیَّةُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ، وَ بِنُوْنِ التَّاکِیْدِ الْمُشَدَّدَةِ اِرْمِیَنَّ اِرْمِیَانِّ اِرْمُنَّ اِرْمِنَّ اِرْمِیَانِّ اِرْمِیْنَانِّ، وَ بِالْخَفِیْفَةِ اِرْمِیَنْ اِرْمُنْ اِرْمِنْ۔

ترجمہ: (ناقصِ یائی سے) امر اِرْمِ (آتا ہے) آخر تک، کہ اس کی اصل اِرْمِیْ ہے پس یاء کو علامتِ وقف کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، اور اِرْمُوْا کی اصل اِرْمِیُوْا ہے پس یاء کو ساکن کیا گیا

پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا، اور اِرْمِ کی اصل اِرْمِیْ ہے پس یاءِ اصلی کو ساکن کیا گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا، اور نونِ تاکید مشددہ کے ساتھ اِرْمِیَنَّ اِرْمِیَانِّ اِرْمُنَّ اِرْمِنَّ اِرْمِیَانِّ اِرْمِیْنَانِّ، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ اِرْمِیَنْ اِرْمُنْ اِرْمِنْ۔

سوال: اِرْمِ کی تعلیل کس طرح ہوئی ہے؟

جواب: اِرْمِ اصل میں اِرْمِیْ تھا پس علامتِ وقف کے طور پر یاء گر گئی تو اِرْمِ ہو گیا۔

سوال: اِرْمُوْا کی تعلیل کیا ہے؟

جواب: اِرْمُوْا اصل میں اِرْمِیُوْا تھا پس یاء پر ضمہ ثقیل تھا لہٰذا ضمہ کو گرا دیا تو اِرْمِیْوْا ہوا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا اور میم کو ضمہ دے دیا تاکہ کسرہ سے واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے تو اِرْمُوْا ہو گیا۔

سوال: اِرْمِیْ صیغہ واحد مؤنث حاضر فعلِ امر میں کس طرح تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: اِرْمِیْ اصل میں اِرْمِیِیْ تھا اِفْعِلِیْ کے وزن پر جیسے اِضْرِبِیْ۔ پس پہلی یاء کو ساکن کیا تو اِرْمِیْیْ ہوا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے اصلی یاء کو گرا دیا تو اِرْمِیْ ہو گیا۔ یہاں پر اصلی یاء کو حذف کریں گے کیونکہ دوسری یاء علامت ہے اور علامت حذف نہیں ہوتی۔

اَلْفَاعِلُ رَامٍ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُہٗ رَامِیٌ فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ فِی حَالَتَیِ الرَّفْعِ وَ الْجَرِّ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ وَ لَا تُسْکَنُ فِی حَالَۃِ النَّصْبِ لِخِفَّۃِ النَّصْبِ۔ اَصْلُ رَامُوْنَ رَامِیُوْنَ فَاُسْکِنَتِ الْیَاءُ ثُمَّ حُذِفَتْ لِاِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ ثُمَّ ضُمَّ الْمِیْمُ لِاِسْتِدْعَاءِ

الْوَاوِ الضَّمَّةِ وَ اِذَا اَضَفْتَ التَّثْنِيَةَ اِلٰى نَفْسِكَ فَقُلْتَ رَامِيَایَ فِی حَالَةِ الرَّفْعِ وَ رَامِيَّ فِی حَالَتَیِ النَّصْبِ وَ الْجَرِّ بِاِدْغَامِ عَلَامَةِ النَّصْبِ وَ الْجَرِّ فِی يَاءِ الْاِضَافَةِ وَ اِذَا اَضَفْتَ الْجَمْعَ اِلٰى نَفْسِكَ فَقُلْتَ رَامِیَّ فِی جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَ اَصْلُهٗ فِی حَالَةِ الرَّفْعِ رَامُوْیَ فَاُدْغِمَتْ لِاَنَّهٗ اِجْتَمَعَ الْحَرْفَانِ مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ فِی الْعِلَّةِ۔

ترجمہ:(ناقص یائی سے)اسمِ فاعل رَامٍ(آتا ہے)آخر تک،اس کی اصل رَامِیٌ ہے پس حالتِ رفع اور جر میں یاء کو ساکن کیا گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا، اور حالتِ نصب میں نصب کی خفت کی وجہ سے یاء کو ساکن نہیں کیا جائے گا۔رَامُوْنَ کی اصل رَامِیُوْنَ ہے پس یاء کو ساکن کیا گیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا گیا پھر میم کو ضمہ دیا گیا واؤ کے ضمہ کا مطالبہ کرنے کی وجہ سے، اور جب تو تثنیہ کی اضافت اپنی طرف کرے تو تو کہے رَامِیَایَ حالتِ رفع میں اور رَامِیَّ حالتِ نصب اور جر میں اضافت کی یاء میں علامتِ نصب و جر کے ادغام کے ساتھ،اور جب تو جمع کی اضافت اپنی طرف کرے تو تو کہے رَامِیَّ تمام احوال میں، اور اس کی اصل حالتِ رفع میں رَامُوْیَ ہے پس ادغام کیا گیا اس لئے کہ علت میں دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے تھے۔

سوال: رَامٍ اسمِ فاعل کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: رَامٍ اصل میں رَامِیٌ تھا فَاعِلٌ کے وزن پر، حالتِ رفع اور جر میں نونِ تنوین کو ظاہر کر کے لکھا تو رَامِیُنْ ہوا اب یاء پر ضمہ دشوار لہذا یاء کو ساکن کیا تو اجتماعِ ساکنین ہوا گیا

کیونکہ یاء اور نونِ تنوین دونوں ساکن ہیں اس لئے یاء کو گرا دیا تو رِامِنْ ہوا اب نونِ تنوین کو حرکت کی صورت میں لکھا تو رَامٍ ہو گیا۔

سوال: رَاَیْتُ رَامِیاً میں جو حالتِ نصب ہے اس میں یاء کو ساکن کیوں نہیں کرتے ؟

جواب: اس لئے کہ یاء پر فتحہ خفیف ہے اور حرفِ علت کو ثقل کی وجہ سے ساکن کیا جاتا ہے جب کہ یہاں پر کوئی ثقل موجود نہیں ہے۔

سوال: رَامُوْنَ صیغہ جمع مذکر اسمِ فاعل میں تعلیل کیسے ہوئی ہے ؟

جواب: رَامُوْنَ اصل میں رَامِیُوْنَ تھا فَاعِلُوْنَ کے وزن پر پس یاء کو ساکن کیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا پھر میم کو ضمہ دیا تا کہ کسرہ سے واؤ کی طرف خروج لازم نہ آئے نیز واؤ اپنے ما قبل ضمہ چاہتی ہے تو رَامُوْنَ ہو گیا۔

سوال: رَامِیَانِ تثنیہ کے صیغہ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں گے تو کیسے پڑھیں گے ؟

جواب: حالتِ رفع میں رَامِیَانَ، اور حالتِ نصب و جر میں رَامِیَیْنِ ہو گا، اب جب یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو اضافت کی وجہ سے تثنیہ کا نون گر جائے گا تو حالتِ رفع میں رَامِیَایَ اور حالتِ نصب و جر میں رَامِیَیَّ ہو جائے گا کیونکہ حالتِ نصب و جر میں یاء کا یاء میں ادغام کریں گے جیسے رَامِیَیْ یَ۔

سوال: اسمِ فاعل جمع رَامِیُوْنَ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کر کے تینوں حالتوں میں رَامِیَّ پڑھتے ہیں ایسا کیوں ؟

جواب: اسمِ فاعل جمع کا صیغہ تعلیل کے بعد رَامُوْنَ حالتِ رفع میں، اور حالتِ نصب و جر میں رَامِیْنَ ہوتا ہے پس اضافت کی وجہ سے جمع کا نون گر جاتا ہے لہذا حالتِ رفع میں رَامُوْیَ ہو گیا پس واؤ اور یاء جمع ہو گئے اور ان میں سے پہلا ساکن ہے لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کیا تو رَامُیَّ ہو گیا اب یاء کی مناسبت سے میم کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو رَامِیَّ ہو گیا۔ اور حالتِ نصب و جر میں رَامِیْنَ تھا پس اضافت کی وجہ سے نونِ جمع گر گیا تو رَامِیْ یَ ہو گیا پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو رَامِیَّ ہو گیا۔

سوال: حالتِ رفع میں واؤ کو یاء سے بدلا گیا ہے اس کے بر عکس کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: یاء کو واؤ سے اس لئے نہیں بدلا گیا کہ یاء خفیف ہے نیز یہ مدغم فیہ ہے اسی لئے یاء کو واؤ سے نہیں بدلا گیا ہے۔

اَلْمَفْعُوْلُ مَرْمِیٌّ اِلٰی آخِرِہٖ اَصْلُہٗ مَرْمُوْیٌ فَاُدْغِمَ کَمَا اُدْغِمَ فِی رَامِیَّ وَ اِذَا اَضَفْتَ التَّثْنِیَةَ اِلٰی یَاءِ الْاِضَافَةِ فَقُلْتَ مَرْمِیَّایَ فِی الرَّفْعِ وَفِی حَالَةِ النَّصْبِ وَ الْجَرِّ مَرْمِیَّیَّ بِاَرْبَعِ یَاءاتٍ وَ اِذَا اَضَفْتَ الْجَمْعَ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ فَقُلْتَ مَرْمِیِّیَّ اَیْضاً بِاَرْبَعِ یَاءاتٍ فِی کُلِّ الْاَحْوَالِ، اَلْمَوْضِعُ مَرْمِیً اَلْاَصْلُ فِیْہِ اَنْ یَاتِیَ عَلٰی وَزْنِ مَفْعِلٍ اِلَّا اَنَّھُمْ فَرُّوْا عَنْ تَوَالِی الْکَسْرَاتِ، اَلْآلَةُ مِرْمیً، اَلْمَجْھُوْلُ رُمِیَ یُرْمٰی اِلٰی آخِرِہٖ وَلَا یُعَلُّ رُمِیَ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ، وَ اَصْلُ یُرْمٰی یُرْمَیُ فَقُلِبَتِ الْیَاءُ اَلِفاً کَمَا فِی رَمیٰ۔

ترجمہ:(ناقصِ یائی سے)اسمِ مفعول مَرْمِیٌّ(آتا ہے)آخر تک،اس کی اصل مَرْمُوْیٌ ہے پس ادغام کیا گیا جیسے کہ دَامِیٌّ میں ادغام کیا گیا،اور جب آپ تثنیہ کی اضافت یاءِ متکلم کی طرف کریں تو کہیں مَرْمِیَّایَ حالتِ رفع میں،اور حالتِ نصب و جر میں مَرْمِیِّیَّ چار یاء کے ساتھ،اور جب آپ جمع کی اضافت یاءِ متکلم کی طرف کریں تو کہیں مَرْمِیِّیَّ تمام احوال میں چار یاء کے ساتھ،(ناقصِ یائی سے)اسمِ ظرف مَرْمًی،اس میں اصل مَفْعِلٌ کے وزن پر آنا ہے مگر اہلِ صرف پے درپے کسرہ کے آنے سے بچتے ہیں،(ناقص یائی سے)مجہول رُمِیَ یُرْمٰی(آتا ہے)آخر تک،اور رُمِیَ میں فتحہ کے خفت کی وجہ سے تعلیل نہیں کی جاتی،اور یُرْمٰی کی اصل یُرْمَیُ ہے پس یاء کو الف سے بدلا گیا جیسے کہ رَمٰی میں۔

سوال:اسمِ مفعول مَرْمِیٌّ کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب:اسمِ مفعول مَرْمِیٌّ اصل میں مَرْمُوْیٌ تھا پس واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا پھر میم کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دے دیا گیا تو مَرْمِیٌّ ہو گیا۔

سوال:اسمِ مفعول کے تثنیہ کے صیغہ مَرْمِیَّانِ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں تو کیسے پڑھیں گے؟

جواب:اسمِ مفعول کے تثنیہ کے صیغہ مَرْمِیَّانِ کو جب یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو اضافت کی وجہ سے نونِ تثنیہ گر جائے گا لہذا اب حالتِ رفع میں مَرْمِیَّایَ ہو جائے گا اور حالتِ نصب و جر میں مَرْمِیِّیَّ ہو گا کیونکہ مَرْمِیَّیْنِ سے مَرْمِیَّیْ یَ ہو گا اور پھر ادغام کے بعد

مَرْمِيِّيَّ ہو جائے گا، پس یاء چار بار آئے گی، ایک یاء واؤ سے بدل کر آئی ہے، دوسری یاء لام کلمہ ہے اور تیسری یاء تثنیہ کی علامت ہے اور چوتھی یاء متکلم کی ہے۔

سوال: اسمِ مفعول جمع مذکر کے صیغہ مَرْمِيُّوْنَ کو جب یائے متکلم کی طرف اضافت کریں گے تو کیسے پڑھیں گے؟

جواب: مَرْمِيُّوْنَ حالتِ رفع میں ہے جبکہ حالتِ نصب و جر میں مَرْمِيِّيْنَ ہے پس اضافت کی وجہ سے نونِ جمع گر جائے گا اب حالتِ رفع میں مَرْمِيُّوْيَ بنے گا اب واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیں گے تو مَرْمِيِّيَّ ہو جائے گا۔ اور حالتِ نصب و جر میں مَرْمِيِّيْ يَ بنے گا پس اب یائے متکلم کا اس سے پہلی والی یاء میں ادغام کر دیں گے تو مَرْمِيِّيَّ۔ ہو جائے گا، پس یہ تینوں حالتوں میں چار یاء کے ساتھ آئے گا۔

سوال: اسمِ ظرف مَرْمًى کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اسمِ ظرف مَرْمًى اصل میں مَرْمَيٌ تھا جو تنوین کے اظہار کے ساتھ مَرْمَيُنْ ہو گا، پس یاء پر ضمہ دشوار و ثقیل لہذا ضمہ کو گرا دیں گے پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیں گے تو مَرْمَنْ یعنی مَرْمًى ہو جائے گا۔

سوال: مَرْمًى بابِ ضَرَبَ يَضْرِبُ سے ہے اور ضَرَبَ يَضْرِبُ کا اسمِ ظرف مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے لہذا اسمِ ظرف مَرْمِيٌ آنا چاہئے تھا، مگر ایسا کیوں نہیں آتا؟

جواب: اگر مَرْمًى کو مَرْمِيٌ کے وزن پر لاتے تو تین کسرہ جمع ہو جاتے کیونکہ یاء خود دو کسروں کے برابر ہے اور عین کلمہ بھی مکسور ہوتا اس طرح توالیٔ کسرات لازم آتا، پس توالیٔ

کسرات سے بچنے کے لئے عین کلمہ کو فتحہ دے دیا گیا تو مَرْمیً ہو گیا۔ اور یہ قاعدہ عام ہے چاہے ناقص کا عین کلمہ مضارع میں مکسور ہو یاء مفتوح ہو یاء مضموم ہو ان سب صورتوں میں عین کلمہ کو فتحہ دیا جائے گا توالیٔ کسرات سے بچنے کے لئے۔

سوال: اسمِ آلہ مِرْمیً کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اسمِ آلہ مِرْمیً اصل میں مِرْمَیٌ تھا یعنی مِرْمَیُنْ، پس یاء پر ضمہ ثقیل لہذا ضمہ کو گرا دیا اور پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا تو مِرْمَنْ یعنی مِرْمیً ہو گیا۔

سوال: فعلِ ماضی مجہول رُمِیَ میں تعلیل نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: چونکہ ماضی مجہول رُمِیَ میں یاء پر فتحہ ہے جو کہ خفیف حرکت ہے اس لئے تعلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال: یُرْمٰی مضارع مجہول میں تعلیل کس طرح ہوئی ہے؟

جواب: یُرْمٰی اصل میں یُرْمَیُ تھا یاء متحرک ما قبل مفتوح اس لئے یاء الف سے بدل گئی تو یُرْمَا یعنی یُرْمٰی ہو گیا۔

وَ حُکْمُ غَزَا یَغْزُوْ مِثْلُ رَمٰی یَرْمِیْ فِی کُلِّ الْاَحْکَامِ اِلَّا اَنَّھُمْ یُبَدِّلُوْنَ الْوَاوَ یَاءً فِی نَحْوِ اَغْزَیْتُ تَبْعاً لِ یُغْزِی مَعَ اَنَّ الْیَاءَ مِنْ حُرُوْفِ الْاِبْدَالِ، وَ حُرُوْفُھَا: (اِسْتَنْجَدَہُ یَوْمَ صَالَ زَطٌّ) اَلْھَمْزَۃُ اُبْدِلَتْ وُجُوْباً مُطَّرِداً مِنَ الْاَلِفِ فِی نَحْوِ صَحْرَاءِ لِاَنَّ ھَمْزَتَھَا اَلِفٌ فِی الْاَصْلِ کَاَلِفِ سُکْرٰی ثُمَّ زِیْدَتْ قَبْلَھَا اَلِفٌ لِمَدِّ الصَّوْتِ ثُمَّ جُعِلَتْ ھَمْزَۃً لِوُقُوْعِھَا طَرَفاً

بَعْدَ اَلِفٍ زَائِدَةٍ، وَ مِنْ ثَمَّ لَا يَجُوْزُ جَعْلُهَا هَمْزَةً فِي صَحَارٰى يَعْنِي لَوْ كَانَتْ فِي الْاَصْلِ هَمْزَةً لَجَازَ صَحَارِئُ بِالْهَمْزَةِ فِي صُوْرَةٍ مَّا كَمَا يَجُوْزُ فِي نَحْوِ خَطِيَّةٍ، وَ مِنَ الْوَاوِ وُجُوْباً مُطَّرِداً فِي نَحْوِ اَوَاصِلَ فِرَاراً عَنْ اِجْتِمَاعِ الْوَاوَاتِ، وَفِي نَحْوِ قَائِلٍ كَمَا مَرَّ، وَفِي نَحْوِ كِسَاءٍ لِوُقُوْعِ الْحَرَكَاتِ الْمُخْتَلِفَةِ عَلَى الْوَاوِ۔

ترجمہ: اور غَزَا يَغْزُوْ کا حکم تمام احکام میں رَمٰی یَرْمِیْ کے مثل ہے مگر اہلِ صرف اَغْزَيْتُ کے جیسے میں واؤ کو یاء سے بدلتے ہیں یُغْزِیْ کی اتباع کرتے ہوئے باوجود اس کے کہ یاء حروفِ ابدال میں سے ہے، اور حروفِ ابدال یہ ہیں (اِسْتَنْجَدَهُ يَوْمَ صَالَ زَطٌّ)، الف کو وجوبی طور پر ہمزہ بنادیا جاتا ہے صَحْرَاء کے جیسے میں اس لئے کہ اس کا ہمزہ اصل میں الف تھا سُکْرٰی کے الف کے جیسے پھر اس سے پہلے آواز کو کھینچنے کے لئے الف کی زیادتی کی گئی پھر اس کو الفِ زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ سے بدل دیا گیا، اور اسی وجہ سے جائز نہیں ہے صَحَارٰی میں اس کو ہمزہ بنانا یعنی اگر اصل میں ہمزہ ہوتا تو ضرور صَحَارِئُ ہمزہ کے ساتھ تمام صورتوں میں جائز ہوتا جیسے کہ جائز ہے خَطِيَّةٌ کے جیسے میں، اور واؤ کو وجوبی طور پر ہمزہ بنادیا جاتا ہے اَوَاصِلُ کے جیسے میں چند واؤ کے اجتماع سے بچتے ہوئے، اور قَائِلٌ جیسی مثال میں جیسا کہ گزرا، اور کِسَاءٌ کے جیسے میں واؤ پر مختلف حرکات کے واقع ہونے کی وجہ سے۔

سوال: غَزَا۔ يَغْزُوْ میں تعلیل کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: غَزَا یَغْزُوْ میں رَمٰی یَرْمِیْ کی طرح تعلیل ہو گی ، البتہ اس کے بابِ افعال میں فعلِ مضارع یُغْزِیْ کی مناسبت سے فعلِ ماضی میں بھی واؤ کو یاء سے بدل کر اَغْزَوْتَ کو اَغْزَیْتَ پڑھیں گے یعنی اس کے فعلِ مضارع میں عین کلمہ کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدلتے ہیں لیکن فعلِ ماضی اَغْزَوْتَ میں تعلیل کا کوئی سبب نہیں صرف فعلِ مضارع کی مناسبت سے واؤ کو یاء سے بدلا گیا ہے ، اور واؤ ان حروف میں سے ہے جن کو ایک دوسرے سے بدلا جاتا ہے۔

سوال: حروفِ اِبْدَال کون کون سے ہیں ؟

جواب: حروفِ اِبْدَال پندرہ ہیں۔(۱) ہمزہ۔(۲) سین۔(۳) تاء۔(۴)نون۔(۵) جیم۔(۶) دال۔(۷) ہاء۔(۸) یاء۔(۹) واؤ۔(۱۰) میم۔(۱۱) صاد۔(۱۲) الف۔(۱۳)لام۔ (۱۴)زاء۔(۱۵) طاء۔ اور ان کا مجموعہ اَسْتَنْجِدُہُ یَوْمَ صَالَ زُطٌّ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ: جس دن زنگیوں نے حملہ کیا اس دن میں اس سے مدد چاہوں گا۔

سوال: بعض اوقات الف کو ہمزہ سے بدلتے ہیں اور یہ بدلنا واجب بھی ہوتا ہے اور قیاس کے مطابق بھی، لہذا کوئی مثال پیش کریں۔

جواب: اس کی مثال صَحْرَاءُ ہے اس کے آخر میں جو ہمزہ ہے وہ اصل میں الف تھا کیونکہ اس کی اصل صَحْرٰی ہے آخر میں الفِ تانیث تھا جیسے حُبْلٰی ۔ سُکْرٰی میں ہے پس صَحْرٰی کے کثرتِ استعمال کی وجہ سے لغت میں توسیع کرتے ہوئے بنائے مقصورہ کے ساتھ ساتھ بنائے ممدودہ بنانے کے لئے اس الفِ مقصورہ سے پہلے ایک الف کا اضافہ کیا تو صَحْرَاٰی ہوا

پھر الفِ مقصورہ کو ہمزہ سے بدل دیا تو صَحرَاءُ ہو گیا کیونکہ الفِ مقصورہ الفِ زائدہ کے بعد طرف میں واقع ہوا ہے اور چونکہ یہ ہمزہ اصلی نہیں اس لئے صَحرَاءُ کی جمع صَحَادِیٌّ کو کسی صورت میں بھی صَحَادِءُ نہیں پڑھ سکتے، اگر یہ ہمزہ اصلی ہوتا تو جس طرح خَطِیءَۃٌ پڑھتے ہیں اسی طرح اسے بھی صَحَادِءُ پڑھنا درست ہوتا جبکہ ایسا نہیں ہے۔

سوال: ایسی کوئی مثال بتائیں جس میں واؤ کو ہمزہ سے بدلنا واجب ہو اور قیاس کے مطابق بھی ہو۔

جواب: اَوَاصِلُ میں ہمزہ اصل میں واؤ تھا جو کہ وَاصِلَۃٌ کی جمع ہے فَوَاعِلُ کے وزن پر وَوَاصِلُ آتا ہے چونکہ عطف کی صورت میں تین واؤ جمع ہو جاتی ہیں جو کہ ثقل کا باعث ہے پس پہلی واؤ کو ہمزہ سے بدل کر اَوَاصِلُ کر دیا تاکہ ثقل دور ہو جائے۔

اسی طرح قَاوِلٌ کی واؤ کو ہمزہ سے بدلنا واجب اور قیاس کے مطابق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر وہ واؤ اور یاء جو الفِ زائدہ کے بعد واقع ہو اسے ہمزہ سے بدلنا واجب ہے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو الف جمع ہو جائیں تو دوسرے کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں پس قَاوِلٌ میں واؤ متحرک ما قبل مفتوح ہے لہذا واؤ کو الف سے بدلا تو قَاالٌ ہو گیا پھر دوسرے الف کو ہمزہ سے بدلا تو قَاءِلٌ ہو گیا جیسے کہ کَسَاءٌ میں جو کہ اصل میں کَسَاوٌ تھا پس کَسَاءٌ میں واؤ کو گرانے کی وجہ یہ بھی ہے کہ واؤ کے آخر میں ہونے کی وجہ سے اس پر مختلف حرکات آتی تھیں لہذا اس خرابی سے بچنے کے لئے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا۔

وَ مِنَ الْیَاءِ وُجُوْباً مُطَّرِداً، نَحْوُ بَائِعٍ کَمَا مَرَّ وَ جَوَازاً مُطَّرِداً مِنَ الْوَاوِ الْمَضْمُوْمَۃِ فِی نَحْوِ اُجُوْہٍ وَ اَدْؤُرٍ لِثِقْلِ الضَّمَّۃِ عَلَی الْوَاوِ وَ مِنَ الْوَاوِ الْغَیْرِ الْمَضْمُوْمَۃِ، نَحْوُ اِشَاحٍ وَ اَحّدُ اَحّدُ فِی الْحَدِیْثِ وَ مِنَ الْیَاءِ فِی (قَطَعَ اللّٰہُ اَدَیْہِ) لِثِقْلِ الْحَرَکَۃِ عَلَی الْیَاءِ وَ مِنَ الْھَاءِ نَحْوُ مَاءٍ اَصْلُہٗ مَاہٌ، وَ مِنْ ثَمَّ یَجِیْءُ جَمْعُہٗ مِیَاہٌ، وَ مِنَ الْاَلِفِ نَحْوُ فَقَدْ ھِیْجَتْ شُوْقُ الْمُشْتَئِقِ، وَ نَحْوُ قِرَاءَۃِ مَنْ قَرَأَ: (وَلَا الضَّأَلِّیْنَ) الفاتحۃ-۱-۷، وَ مِنَ الْعَیْنِ نَحْوُ اُبَابٍ بِحَرٍّ ضَاحِكٍ زَھُوْقٍ لِاِتِّحَادِ مَخْرَجِھِنَّ۔

ترجمہ: اور یاء کو وجوبی طور پر ہمزہ بنا دیا جاتا ہے جیسے بَائِعٌ جیسے کہ گزرا، اور واوِ مضموم کو وجوبی طور پر ہمزہ بنا دیا جاتا ہے اُجُوْہٌ اور اَدْؤُرٌ کے جیسے میں واوٗ پر ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، اور واوِ غیر مضموم کو بھی ہمزہ بنا دیا جاتا ہے جیسے اِشَاحٌ اور اَحّدُ اَحّدُ حدیث میں، اور یاء کو ہمزہ بنا دیا جاتا ہے قَطَعَ اللّٰہُ اَدَیْہِ میں یاء پر حرکت کے ثقیل ہونے کی وجہ سے، اور ہاء کو ہمزہ بنا دیا جاتا ہے جیسے مَاءٌ کہ اس کی اصل مَاہٌ ہے اسی وجہ سے اس کی جمع مِیَاہٌ آتی ہے، اور الف کو ہمزہ بنا دیا جاتا ہے جیسے فَقَدْ ھِیْجَتْ شُوْقُ الْمُشْتَئِقِ، اور جیسے اس شخص کی قرائت جس نے (وَلَا الضَّأَلِّیْنَ) الفاتحہ-۱-۷- پڑھا، اور عین کو جوازی طور پر ہمزہ بنا دیا جاتا ہے جیسے اُبَابٍ بِحَرٍّ ضَاحِكٍ زَھُوْقٍ، ان کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے۔

سوال: یاء کو ہمزہ سے بدلنا واجب اور قیاس کے موافق ہو اس کی کوئی مثال بیان کریں۔

جواب: بَائِعٌ جو اصل میں بَایِعٌ تھا اس کی یاء کو ہمزہ سے بدلنا واجب اور قیاس کے موافق ہے جو کہ قَائِلٌ میں بیان ہوا۔

سوال: جن میں (۱) واوِ مضموم۔(۲) واوِ غیر مضموم۔(۳) یاء۔(۴) ہاء۔(۵) الف۔(۶) عین۔ کو ہمزہ سے بدلنا جائز بھی ہو اور قیاس کے مطابق بھی ہو اس کی مثال مع تعلیل بیان کریں۔

جواب: اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ وُجُوْہٌ: وَجْہٌ کی جمع۔ اَدْوُرٌ۔ دَارٌ کی جمع۔ ان مثال میں واوٗ پر ضمہ ثقیل ہے لہذا ان واوٗ کو ہمزہ سے بدل کر اُجُوْہٌ۔ اَدْؤُرٌ پڑھنا جائز ہے۔

(۲)۔۔۔ وِشَاحٌ۔ وِحّدٌ: میں واوِ غیر مضموم کو خفت کی وجہ سے ہمزہ سے بدل کر اِشَاحٌ۔ اَحّدٌ پڑھنا جائز ہے کیونکہ حرفِ علت پر کسرہ ثقیل ہوتا ہے۔

نوٹ: سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرتِ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو حالتِ تشہد میں دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اَحّدْ اَحّدْ یعنی ایک انگلی سے اشارہ کرو، ایک انگلی سے اشارہ کرو۔

(۳)۔۔۔ یَدَیْہِ: میں چونکہ حرفِ علت یاء ضعیف ہے اور اس پر حرکت کا ہونا ثقل پیدا کرتی ہے لہذا یاء کو ہمزہ سے بدل کر اَدَیْہِ پڑھنا جائز ہے۔

(۴)۔۔۔ مَاهٌ: کے ہاء کو ہمزہ سے بدل کر مَاءٌ پڑھنا جائز ہے کیونکہ ہمزہ اور ہاء کا مخرج ایک ہے، اسی لئے آسانی کی خاطر ہاء کو ہمزہ سے بدل دیتے ہیں اسی وجہ سے مَاءٌ کی جمع مِیَاهٌ ہاء کے ساتھ آتی ہے کیونکہ مِیَاهٌ کی واحد مَاهٌ ہے۔

(۵)۔۔۔ مُشْتَئِقٌّ :جوکہ اصل میں مُشْتَوِقٌ تھا پس واوَ متحرک ما قبل مفتوح لہذا واوَ کو الف سے بدلا تو مُشْتَاقٌ ہو گیا اب الف کو ہمزہ سے بدل کر مُشْتَاِقٌ پڑھنا جائز ہے۔ اسی طرح جو لوگ وَلَا الضَّالِّیْنَ میں ضاد کے بعد الف کے بجائے ہمزہ پڑھتے ہیں ان کے نزدیک بھی الف کو ہمزہ سے بدلا جاتا ہے اور یوں وہ لوگ وَلَا الضَّأَلِّیْنَ پڑھتے ہیں۔

(٦)۔۔۔ اُبَابٌ :جو اصل میں عُبَابٌ تھا چونکہ ہمزہ، عین، الف، اور ہاء کا مخرج ایک ہے یعنی حلق اس لئے یہ ایک دوسرے سے بدل جاتے ہیں پس عین کو ہمزہ سے بدل کر اُبَابٌ پڑھنا جائز ہے۔

وَ السِّیْنُ اُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ اِسْتَخَذَ اَصْلُهٗ اِتَّخَذَ عِنْدَ سِیْبَوَیْه لِقُرْبِهِمَا فِی الْمَهْمُوْسِیَّةِ، التَّاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ تُخَمَةٍ وَ اُخْتٍ لِقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا وَ مِنَ الْیَاءِ نَحْوُ ثِنْتَانِ وَ اَسْنَتُوْا حَتّٰی لَا یَقَعَ الْحَرَکَةُ عَلَی الْیَاءِ وَ مِنَ السِّیْنِ نَحْوُ سِتٍّ اَصْلُهٗ سِدْسٌ وَ نَحْوُ ع: عَمْرُو بْنُ یَرْبُوْعٍ شِرَارُ النَّاتِ، وَ مِنَ الصَّادِ نَحْوُ لِصْتٍ لِقُرْبِهِنَّ فِی الْمَهْمُوْسِیَّةِ وَ مِنَ الْبَاءِ نَحْوُ الذَّعَالَةِ، النُّوْنُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ صَنْعَانِی لِقُرْبِ النُّوْنِ مِنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ، وَ مِنَ اللَّامِ نَحْوُ لَعَنَّ لِقُرْبِهِمَا فِی الْمَجْهُوْرِیَّةِ۔

ترجمہ: اور تاء کو جوازی طور پر سین بنا دیا جاتا ہے جیسے اِسْتَخَذَ کہ اس کی اصل اِتَّخَذَ ہے سیبویہ کے نزدیک ان دونوں کے صفت مہموسیت میں قریب ہونے کی وجہ سے، اور واو کو جوازی طور پر تاء بنا دیا جاتا ہے جیسے تُخْمَۃٌ اور اُخْتٌ دونوں کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور یاء کو تاء بنا دیا جاتا ہے جیسے ثِنْتَانِ وَاَسْنَتُوْا تاکہ یاءِ ضعیف پر حرکت واقع نہ ہو، اور سین کو جوازاً تاء بنا دیا جاتا ہے سِتٌّ کہ اس کی اصل سِدْسٌ ہے، اور جیسے شعر: عَمْرُو بْنُ يَرْبُوْعٍ شِرَارُ النَّاتِ، اور صاد کو جوازاً تاء بنا دیا جاتا ہے جیسے لِصْتٌ ان کے صفتِ مہموسیت میں قریب ہونے کی وجہ سے، اور باء کو جوازاً تاء بنا دیا جاتا ہے جیسے اَلذَّعَالَۃُ، اور واؤ کو جوازاً نون بنا دیا جاتا ہے جیسے صَنْعَانِیٌّ نون کا حروفِ علت سے قریب ہونے کی وجہ سے، اور لام کو جوازاً نون بنا دیا جاتا ہے جیسے لَعَنَّ ان دونوں کے صفتِ مجہوریت میں قریب ہونے کی وجہ سے۔

سوال: بعض اوقات تاء کو سین سے اور (۱) واؤ۔(۲) یاء۔(۳) سین۔(۴) صاد۔(۵) باء۔ کو تاء سے بدلتے ہیں ان سب کی مثالیں مع علت بیان کریں۔

جواب: اِتَّخَذَ کو اِسْتَخَذَ پڑھنا جائز ہے۔ سیبویہ کے نزدیک چونکہ تاء اور سین دونوں حرف صفتِ ہمس میں ایک دوسرے سے قریب ہیں اس لئے تاء کو سین سے بدل دیا گیا ہے۔

(۱)۔۔۔وَخْمَۃٌ: کو تَخْمَۃٌ پڑھنا جائز ہے واؤ اور تاء کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے لہذا واؤ کو تاء سے بدل دیا۔ اسی طرح اَخُوٌ سے مؤنث بناتے وقت واؤ کو تاء سے بدل کر اُخْتٌ پڑھتے ہیں۔

(۲)۔۔۔ ثِنْتَانِ :اصل میں ثِنْیَانِ یاء کے ساتھ تھا۔ اَسْنَتُوْا اصل میں اَسْنَیُوْا یاء کے ساتھ تھا پس ان دونوں مثالوں میں یاء کو حرکت سے بچانے کے لئے کہ یاء ضعیف ہے لہذا یاء کو تاء سے بدل کر ثِنْتَانِ اور اِسْنَتُوْا پڑھتے ہیں۔

(۳)۔۔۔ سِتٌّ :اصل میں سُدُسٌ تھا پس دوسری سین کو تاء سے بدلا پھر دال کو بھی تاء سے بدلا قریب المخرج ہونے کی وجہ سے پھر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا اور سین کو کسرہ دے دیا تو سِتٌّ ہو گیا۔

نوٹ: چونکہ سِتٌّ کی تصغیر سُدَیْسٌ اور جمع تکسیر اَسْدَاسٌ آتی ہے پس ان سے پتا چل گیا کہ سِتٌّ کی اصل سُدُسٌ ہے۔ اسی طرح شاعر کے شعر :ع عَمْرُو بْنُ یُرْبُوْعٍ شِرَارُ النَّاتِ میں النَّاتِ اصل میں النَّاسُ تھا پس یہاں پر بھی سین تاء سے بدل کر آئی ہے۔

(۴)۔۔۔ لِصَتٌّ :اصل میں لِصَصٌّ ہے جو کہ لِصٌّ کی جمع تھا پس صاد کو تاء سے بدل دیا کیونکہ یہ دونوں صفتِ ہمس میں مشترک ہیں۔

(۵)۔۔۔ الذُّعَالَۃُ :اصل میں الذُّعَالَبُ تھا پس باء کو تاء سے بدل دیا تو الذُّعَالَۃُ ہو گیا۔

سوال:(۱)واؤ اور (۲)لام کو نون سے بدلنے کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب:اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ واؤ کو نون سے بدلنے کی مثال صَنْعَانِیٌّ ہے کہ اس کی اصل صَنْعَاوِیٌّ ہے پس واؤ کو نون سے بدلا تو صَنْعَانِیٌّ ہو گیا، اس کی یہ وجہ ہے کہ نون کو حروفِ علت سے قرب حاصل ہے اس لئے حروفِ علت کو نون سے بدل دیتے ہیں۔

(۲)۔۔۔ لام کو نون سے بدلنے کی مثال لَعَنَّ ہے جو اصل میں لَعَلَّ تھا پس لام اور نون کے صفتِ جہر میں مشترک ہونے کی وجہ سے لام کو نون سے بدل دیتے ہیں۔

وَ الْجِيْمِ أُبْدِلَتْ مِنَ الْيَاءِ الْمُشَدَّدَةِ نَحْوُ اَبُوْ عَلِجٍّ حَتّٰى لَا يَقَعَ الْحَرَكَاتُ الْمُخْتَلِفَةُ عَلَى الْيَاءِ وَ أُبْدِلَتِ الْجِيْمُ مِنَ الْيَاءِ الْغَيْرِ الْمُشَدَّدَةِ حَمْلاً عَلَى الْمُشَدَّدَةِ نَحْوُ لَاهُمَّ اِنْ كُنْتَ قَبِلْتَ حَجَّتِجْ، فَلَا يَزَالُ شَاحِجٌ يَاتِيْكَ بِجْ ،اَلدَّالُ أُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ فُزْدُ وَ اِجْدَمَعُوْا لِقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا، اَلْهَاءُ أُبْدِلَتْ مِنَ الْهَمْزَةِ نَحْوُ هَرَقْتُ وَ مِنَ الْاَلِفِ نَحْوُ حَيَّهَلْهُ وَ اَنَهْ وَ مِنَ الْيَاءِ فِى هٰذِهِ اَمَةِ اللهِ لِمُنَاسِبَتِهَا بِحُرُوْفِ الْعِلَّةِ فِى الْخِفَاءِ وَ مِنْ ثَمَّ لَا تُمْنَعُ الْاِمَالَةُ فِى مِثْلِ لَنْ يَضْرِبَهَا وَ تُمْنَعُ فِى اَكَلْتُ عِنَباً، وَ مِنَ التَّاءِ وُجُوْباً مُطَّرِداً فِى نَحْوِ طَلْحَةَ لِلْفَرْقِ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ التَّاءِ الَّتِى فِى الْفِعْلِ۔

ترجمہ: اور یاءِ مشددہ کو جوازاً جیم بنادیا جاتا ہے جیسے اَبُوْعَلِجٍّ تاکہ یاءِ ضعیف پر مختلف حرکات واقع نہ ہوں، اور یاءِ غیر مشددہ کو بھی جیم بنادیا جاتا ہے یاءِ مشددہ پر محمول کرتے ہوئے جیسے لَاهُمَّ اِنْ كُنْتَ قَبِلْتَ حَجَّتِجْ، فَلَا يَزَالُ شَاحِجٌ يَاتِيْكَ بِجْ، اور تاء کو جوازاً دال بنادیا جاتا ہے جیسے فُزْدُ اور اِجْدَمَعُوْا ان دونوں کے مخرج کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور ہمزہ کو جوازاً ہاء بنادیا جاتا ہے جیسے هَرَقْتُ، اور الف کو جوازاً ہاء بنادیا جاتا ہے جیسے حَيَّهَلْهُ اور اَنَهْ، اور یاء کو جوازاً ہاء بنادیا جاتا ہے فِى هٰذِهِ اَمَةِ اللهِ میں خفاء میں حروفِ علت سے مناسبت کی وجہ سے، اور اسی وجہ سے امالہ کو منع نہیں کیا جاتا ہے لَنْ يَضْرِبَهَا کی مثل میں، اور اَكَلْتُ عِنَباً کی مثل میں امالہ منع کیا جائے

گا، اور تاء کو وجوباً ہاء بنادیا جاتا ہے طَلْحَۃُ کے جیسے میں اس تاء اور اس تاء کے درمیان فرق کرنے کے لئے جو فعل میں ہوتا ہے۔

سوال: بعض اوقات (۱) یائے مشدد اور (۲) غیرِ مشدد کو جیم سے بدلا جاتا ہے اس کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ یائے مشدد کو جیم سے بدلنے کی مثال اَبُوْعَلِجٍّ ہے جو اصل میں اَبُوْعَلِيٍّ تھا، چونکہ یاء آخر میں واقع ہوئی ہے اس لئے اسے جیم سے بدلا تاکہ یاء حرفِ علت ضعیف پر مختلف حرکات واقع نہ ہوں۔

(۲)۔۔۔ یائے مشدد کی مناسبت سے یائے غیرِ مشدد کو بھی بعض اوقات جیم سے بدل دیتے ہین جیسے شاعر کا شعر: ع لَاهُمَّ اِنْ كُنْتَ قَبِلْتَ حَجَّتِجْ فَلَا يَزَالُ شَاحِجٌ يَاتِيْكَ بِجْ۔ ترجمہ: (اے اللہ اگر تو نے میرا حج قبول کر لیا ہے تو میری یہ سواری خچر ہمیشہ مجھے تیری بارگاہ میں لائے گی)۔ یہاں حَجّتِجْ اصل میں حَجَّتِيْ تھا اور بِجْ اصل میں بِيْ تھا پس یاء کو جیم سے بدلا گیا۔

سوال: تاء کو دال سے بدلنے کی مثال مع علت بیان کریں؟

جواب: تاء کو دال سے بدلنے کی مثال فُزْدُ ہے جس کی اصل فُزْتُ فَوْزٌ سے واحد متکلم کا صیغہ ہے، اور اِجْدَمَعُوْا ہے جس کی اصل اِجْتَمَعُوْا اجتماع سے صیغہ جمع مذاکر غائب فعلِ ماضی معروف ہے، پس تاء کو دال سے دونوں کے مخرج کے ایک ہونے کی وجہ سے بدلا گیا ہے۔

سوال: کبھی ہمزہ اور الف اور یاء کو ہاء سے بدلا جاتا ہے اس کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: ہمزہ کو ہاء سے بدلنے کی مثال هَرَقْتُ ہے کہ اس کی اصل اَرَقْتُ ہے۔ اور الف کو ہاء سے بدلنے کی مثال حَيَّهَلَهُ ہے کہ اس کی اصل حَيَّهَلَا ہے۔ اور اَنَهْ بھی ہے کہ اس کی اصل اَنَا ہے۔ اور یاء کو ہاء سے بدلنے کی مثال هُذِّهْ ہے کہ اس کی اصل هُذِّیْ ہے۔ ہمزہ، الف اور یاء کو ہاء سے بدلنے کی علت یہ ہے کہ ہاء خفیف ہونے میں حروفِ علت سے مناسبت رکھتا ہے، پس مناسبت رکھنے کی وجہ سے ہمزہ، الف اور یاء کو ہاء سے بدلنا جائز ہے۔

سوال: ہاء کے خفیف ہونے کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ بعض اوقات اسے کالعدم تصور کیا جاتا ہے مثلاً لَنْ يَّضْرِبَهَا میں الف سے پہلے ہاء کو کالعدم قرار دیں گے اور اس کے ما قبل باء سے پہلے والا حرف مکسور ہونے کی وجہ سے امالہ ہو سکتا ہے جبکہ عِنَباً میں الف سے پہلے باء ہے جو خفیف نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم قرار نہیں دی جائے گی اور یہاں امالہ نہیں ہو گا۔

سوال: امالہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: الف کو یاء اور زبر کو زیر کی طرف مائل کر کے پڑھنے کو امالہ کہتے ہیں۔

سوال: کیا کسی صورت میں تاء کو ہاء سے بدلنا واجب اور قیاس کے موافق بھی ہوتا ہے؟

جواب: جی ہاں! طَلْحَۃُ میں تاء کو ہاء سے بدلنا واجب اور قیاس کے موافق ہے تا کہ اس تاء اور فعل ماضی طَلْحَتْ کی تاء میں فرق کیا جاسکے۔

اَلْیَاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْاَلِفِ وُجُوْباً مُطَّرِداً نَحْوُ مُفَیْتِیْحٍ وَ مِنَ الْوَاوِ وُجُوْباً مُطَّرِداً نَحْوُ مِیْقَاتٍ لِکَسْرَۃِ مَا قَبْلَھُمَا، وَ مِنَ الْھَمْزَۃِ جَوَازاً مُطَّرِداً نَحْوُ ذِیْبٍ وَ مِنْ اَحَدِ حَرْفَیِ التَّضْعِیْفِ نَحْوُ تَقَضِّیَ الْبَازِیْ لِمَا مَرَّ، وَ مِنَ النُّوْنِ نَحْوُ اُنَاسِیٍّ وَ دِیْنَارٍ لِقُرْبِ الْیَاءِ مِنَ النُّوْنِ، وَ مِنَ الْعَیْنِ نَحْوُ ضَفَادِی لِثِقْلِ الْعَیْنِ وَ کَسْرَۃِ مَا قَبْلَھَا وَ مِنَ التَّاءِ نَحْوُ اِیْتَصَلْتُ، لِاَنَّ اَصْلَہٗ وَاوٌ وَ مِنَ الْبَاءِ نَحْوُ الثُّعَالِی وَ مِنَ السِّیْنِ نَحْوُ السَّادِی وَ مِنَ الثَّاءِ نَحْوُ الثَّالِی لِکَسْرَۃِ مَا قَبْلَھَا۔

ترجمہ: اور الف کو وجوباً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **مُفَیْتِیْحٌ**، اور واؤ کو وجوباً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **مِیْقَاتٌ** ان دونوں کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے، اور ہمزہ کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **ذِیْبٌ**، اور مضاعف کے دو حرفوں میں سے ایک کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **تَقَضِّیَ الْبَازِیْ** اس وجہ سے جو گزرا، اور نون کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **اُنَاسِیٌّ وَدِیْنَارٌ** یاء کے نون سے قریب ہونے کی وجہ سے، اور عین کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **ضَفَادِی** عین کے ثقل اور عین کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے، اور تاء کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے **اِیْتَصَلْتُ** اس لئے کہ اس کی اصل واؤ ہے، اور باء کو یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **الثُّعَالِی**، اور سین کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **السَّادِی**، اور ثاء کو جوازاً یاء بنادیا جاتا ہے جیسے **الثَّالِی** اس کے ماقبل کسرہ ہونے کی وجہ سے۔

سوال: مُفَیْتِیْحٌ میں تعلیل کیسے ہوئی اور اس کی حیثیت کیا ہے؟

جواب: مُفَیْتِیْحٌ جو کہ مِفْتَاحٌ کا اسمِ تصغیر ہے، اور تصغیر بناتے وقت پہلے حرف کو ضمہ دیا، دوسرے حرف یعنی فاء کے بعد یائے تصغیر داخل کیا، تیسرے حرف یعنی تاء کو کسرہ دیا، اب الف کا ما قبل مکسور ہو گیا لہذا الف کو یاء سے بدل دیا تو مُفَیْتِیْحٌ ہو گیا، اور یہ بدلنا واجب اور قیاس کے موافق ہے ورنہ تو اسمِ تصغیر نہیں بنے گا۔

سوال: واؤ کو وجوباً اور قیاساً یاء سے بدلنے کی کیا مثال ہے؟

جواب: اس کی مثال مِیْقَاتٌ ہے جو اصل مین مِوْقَاتٌ تھا، پس واؤ کا ما قبل مکسور تھا لہذا واؤ کو یاء سے بدل دیا کیونکہ واؤ ما قبل مکسور ثقل کو پیدا کرتا ہے لہذا ثقل کو دور کرنے کے لئے ایسا کرنا واجب اور قیاس کے موافق ہے۔

سوال: (۱) ہمزہ مضاعف کے ایک حرف (۲) نون، (۳) عین، (۴) تاء، (۵) باء، (۶) سین، (۷) اور (۸) ثاء کو بعض مقامات پر یاء سے بدلا گیا ہے ان تمام کی مثالیں مع علت بیان کریں۔

جواب: اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ ہمزہ کو یاء سے بدلنا جائز اور قیاس کے موافق ہے جیسے ذِیْبٌ کہ اصل میں ذِئْبٌ تھا پس ہمزہ ساکن ما قبل مکسور تھا لہذا ہمزہ کو یاء سے بدل دیا۔

(۲)۔۔۔ نون کو یاء سے بدلنے کی مثال اُنَاسِیٌّ ہے جس کی اصل اُنَاسِیْنُ ہے جو کہ اِنْسَانٌ کی جمع۔ اور جیسے سَرَاحَانُ جمع سَرَاحِیْنُ ہے پس یہاں نون کو یاء سے بدلا گیا کیونکہ دونوں میں خفت

کے لحاظ سے قرب ہے، پھر یاء کا یاء میں ادغام کیا تو اُنَاسِیٌّ ہو گیا، اسی طرح دِیْنَارٌ اصل میں دِنَّنَارٌ تھا کیونکہ اس کی جمع دَنَانِیْرُ آتی ہے، پس نو کو یاء سے بدلا نون کے ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے تو دِیْنَارٌ ہو گیا۔

(۳)۔۔۔ عین کو یاء سے بدلنے کی مثال ضَفَادِیْ ہے جو اصل میں ضَفَادِعُ تھا، یہ ضِفْدَعٌ کی جمع ہے پس عین ثقیل ہے اور اس کے ما قبل کسرہ ہے لہذا عین کو یاء سے بدل کر ثقل کو دور کر دیا گیا۔

(۴)۔۔۔ تاء کو یاء سے بدلنے کی مثال اِیْتَصَلَتْ ہے جو اصل میں اِوْتَصَلَتْ ہے پس واؤ کو تاء سے بدلا تو اِتَّصَلَتْ دو تاء کے ساتھ ہو گیا پھر پہلی تاء کو یاء سے بدلا ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے تو اِیْتَصَلَتْ ہو گیا۔

(۵)۔۔۔ باء کو یاء سے بدلنے کی مثال الثَّعَالِیْ ہے جو اصل میں الثَّعَالِبُ تھا چونکہ باء اور یاء قریب المخرج ہیں اس لئے باء کو یاء سے بدل کر ثَعَالِیْ پڑھتے ہیں۔

(۶)۔۔۔ سین کو یاء سے بدلنے کی مثال السَّادِیْ ہے جو اصل میں السَّادِسُ تھا پس سین کو یاء سے بدلا تو السَّادِیْ ہو گیا، پس سین کے ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے سین کو یاء سے بدل دیا۔

(۷)۔۔۔ ثاء کو یاء سے بدلنے کی مثال الثَّالِیْ ہے جو اصل میں الثَّالِثُ تھا پس ثاء کو یاء سے بدلا تو الثَّالِیْ ہو گیا، یہاں پر ثاء کے ما قبل کسرہ ہونے کی وجہ سے ثاء کو یاء سے بدل دیا۔

اَلْوَاوُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْاَلِفِ وُجُوْباً مُطَّرِداً نَحْوُ ضَوَارِبَ لِقُرْبِهِمَا فِی الْعُلْیَةِ وَ اِجْتِمَاعِ السَّاکِنَیْنِ، وَ مِنَ الْیَاءِ نَحْوُ مُوْقِنٍ لِضَمَّةِ مَا قَبْلَهَا وَ مِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازاً مُطَّرِداً نَحْوُ لُوْمٍ لِمَا مَرَّ، اَلْمِیْمُ اُبْدِلَتْ مِنَ الْوَاوِ نَحْوُ فَمٍ اَصْلُهٗ فُوْهٌ لِاِتِّحَادِ مَخْرَجِهِمَا وَ مِنَ اللَّامِ

نَحْوُ قَوْلِہٖ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (وَ لَیْسَ مِنَ امْبِرِ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ) لِقُرْبِہِمَا فِی الْمَجْھُوْرِیَّۃِ، وَ مِنَ النُّوْنِ السَّاکِنَۃِ نَحْوُ عَمْبَرٍ وَ مِنَ الْمُتَحَرِّکَۃِ فِی نَحْوِ وَ کَفَّکَ الْمُخَضَّبِ الْبِنَامِ لِقُرْبِہِمَا فِی الْمَجْھُوْرِیَّۃِ وَ مِنَ الْبَاءِ نَحْوُ مَا زِلْتُ رَاتِماً لِاتِّحَادِ مَخْرَجِھِمَا۔

ترجمہ: اور الف کو وجوباً واؤ بنا دیا جاتا ہے جیسے ضَوَارِبُ صفتِ عُلیہ میں دونوں کے قریب ہونے اور اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے، اور یاء کو وجوباً واؤ بنا دیا جاتا ہے جیسے مُوْقِنٌ یاء کے ما قبل ضمہ ہونے کی وجہ سے، اور ہمزہ کو جوازاً واؤ بنا دیا جاتا ہے جیسے لُوْمٌ اس وجہ سے جو گزرا، اور واؤ کو میم بنا دیا جاتا ہے جیسے فَمٌ کہ اس کی اصل فُوْہٌ ہے ان دونوں کے مخرج کے متحد ہونے کی وجہ سے، اور لام کو جوازاً میم بنا دیا جاتا ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان (وَلَیْسَ مِنَ امْبِرِ امْصِیَامُ فِی امْسَفَرِ) صفتِ مجہوریت میں دونوں کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور نونِ ساکنہ کو میم بنا دیا جاتا ہے جیسے عَمْبَرٌ اور نونِ متحرکہ کو بھی میم بنا دیا جاتا ہے وَکَفَّکَ الْمُخَضَّبِ الْبِنَامِ کے جیسے میں صفتِ مجہوریت میں دونوں کے قریب ہونے کی وجہ سے، اور باء کو میم بنا دیا جاتا ہے جیسے مَا زِلْتُ رَاتِماً ان دونوں کے مخرج میں اتحاد ہونے کی وجہ سے۔

سوال: (۱) الف، (۲) یاء، اور (۳) ہمزہ کو بعض اوقات واؤ سے بدلتے ہیں اس کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ الف کو واؤ سے بدلنے کی مثال ضَوَارِبُ ہے جو کہ ضَارِبَۃٌ کی جمع تکسیر ہے، اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تیسری جگہ جمع تکسیر کا الف داخل کرتے ہیں، یہاں جب تیسری جگہ

الفِ جمع تکسیر لائیں تو دو الف جمع ہو گئے اور یہ دونوں ساکن ہیں جیسے ضَاْاْرِبُ ان میں سے کسی ایک کو حذف بھی نہیں کر سکتے کیونکہ اس طرح واحد اور جمع کے درمیان التباس لازم آئے گا لہذا پہلے الف کو واؤ سے بدل دیا تو ضَوَارِبُ ہو گیا۔

(۲)۔۔۔ یاء کو واؤ سے بدلنے کی مثال مُوْقِنٌ ہے جو اصل میں مُیْقِنٌ تھا اِیْقَانٌ سے اسمِ فاعل ہے، پس یاء کا ماقبل مضموم تھا اس لئے یاء کو واؤ سے بدل دیا تو مُوْقِنٌ ہو گیا۔

(۳)۔۔۔ ہمزہ کو واؤ سے بدلنے کی مثال لُوْمٌ ہے جو اصل میں لُؤْمٌ تھا پس ہمزہ ساکن کو تخفیف کی غرض سے واؤ سے بدل دیا تو لُوْمٌ ہو گیا۔

یہ تبدیلی جائز اور قیاس کے موافق بھی ہے جیسے کہ گزرا۔

سوال: (۱) واؤ، (۲) لام، (۳) نونِ ساکن، (۴) نونِ متحرک (۵) باء کو بعض اوقات میم سے بدلتے ہیں ان کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱)۔۔۔ واؤ کو میم سے بدلنے کی مثال فَمٌ ہے جو کہ اصل میں فَوْہٌ تھا کیونکہ اس کی جمع اَفْوَاہٌ آتی ہے پس ہاء کو خلافِ قیاس حذف کر دیا اور واؤ کو میم سے بدل دیا تو فَمٌ ہو گیا، واؤ کو میم سے اس لئے بدلتے ہیں کہ دونوں کا مخرج ایک ہے۔

(۲)۔۔۔ لام کو میم سے بدلنے کی مثال یہ ہے کہ حدیث شریف مین ہے لَیْسَ مِنَ امْبِرِ امْصِیَامِ فِی امْسَفَرِ۔ پس امْبِر اصل میں اَلْبِرّ تھا اور امْصِیَامِ اصل میں الصِّیَامِ تھا اور امْسَفَرُ اصل میں السَّفَرُ تھا یہاں لام کو میم سے بدلا گیا ہے کیونکہ صفتِ جہر میں دونوں شریک ہیں۔

(۳)۔۔۔ نونِ ساکن کو میم سے بدلنے کی مثال عَمْبَرٌ ہے جو اصل میں عَنْبَرٌ تھا پس نونِ ساکن کو میم سے بدلا گیا ہے۔

(۴)۔۔۔ اسی طرح نونِ متحرک کو میم سے بدلنے کی مثال اَلْبَنَامُ ہے جو اصل میں اَلْبَنَانُ تھا ،چونکہ نون اور میم صفتِ جہر میں شریک ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے قریب ہیں۔

(۵)۔۔۔ باء کو میم سے بدلنے کی مثال رَاتِمٌ ہے جو اصل میں رَاتِبٌ ہے رَاتِبٌ کا معنی ثابت قدمی ہے چونکہ میم اور باء دونوں ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں لہذا مخرج میں ایک ہونے کی وجہ سے باء کو میم سے بدل دیتے ہیں۔

اَلصَّادُ اُبْدِلَتْ مِنَ السِّیْنِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ) لقمان:۱۳۔۰۲۔ لِقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا، اَلْاَلِفُ اُبْدِلَتْ مِنْ اُخْتَیْهِمَا وُجُوْباً مُطَّرِداً نَحْوُ قَالَ وَ بَاعَ، وَ مِنَ الْهَمْزَةِ جَوَازاً مُطَّرِداً نَحْوُ رَاسٍ کَمَا مَرَّ، اَللَّامُ اُبْدِلَتْ مِنَ النُّوْنِ نَحْوُ اُصَیْلَالٍ، وَ مِنَ الضَّادِ نَحْوُ اِلْطَجَعَ لِاِتِّحَادِهِنَّ فِی الْمَجْهُوْرِیَّةِ، اَلزَّاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ السِّیْنِ نَحْوُ یَزْدِلُ، وَ مِنَ الصَّادِ نَحْوُ قَوْلِ الْحَاتِمِ هٰکَذَا فَزْدِیْ اَنَهْ، الطَّاءُ اُبْدِلَتْ مِنَ التَّاءِ وُجُوْباً مُطَّرِداً فِی الْاِفْتِعَالِ نَحْوُ اِضْطَرَبَ وَ فِی فَحَصْطُ لِقُرْبِ مَخْرَجِهِمَا، وَ الْمَوْضِعُ الَّذِی لَمْ یُقَیِّدْ فِیْهِ مِنَ الصُّوَرِ الْمَذْکُوْرَةِ یَکُوْنُ جَائِزاً غَیْرَ غَیْرِ مُطَّرِدٍ۔

ترجمہ: **اور سین کو جوازاً صاد بنا دیا جاتا ہے جیسے اللہ تعالی کا فرمان (وَ اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَهٗ)** لقمان:۱۳۔۰۲۔ **ان دونوں کے مخرج میں قریب ہونے کی وجہ سے،اور واؤ اور یاء کو وجوباً الف بنا دیا**

جاتا ہے جیسے قَالَ اور بَاعَ، اور ہمزہ کو جوازاً الف بنا دیا جاتا ہے جیسے رَاسٌ جیسے کہ گزرا، اور نون کو جوازاً لام بنا دیا جاتا ہے جیسے اُصَیْلَالٌ، اور ضاد کو جوازاً لام بنا دیا جاتا ہے جیسے اِلْطَجَعَ صفتِ مجہوریت میں ان کے متحد ہونے کی وجہ سے، اور سین کو جوازاً زاء بنا دیا جاتا ہے جیسے یَزْدِلُ، اور صاد کو جوازاً زاء بنا دیا جاتا ہے جیسے حاتم طائی کا قولہ کَذَا فَزْدِیْ اَنَہٗ، اور تاء کو وجوباً طاء بنا دیا جاتا ہے بابِ افتعال میں جیسے اِضْطَرَبَ، اور فَحَصْطُ میں ان دونوں کے مخرج میں قرب ہونے کی وجہ سے، اور وہ جگہ جہاں ابدال کو مقید نہ کیا گیا ہو مذکورہ صورتوں میں سے تو وہاں ابدال بغیر موافقت کے جائز ہو گا۔

سوال: بعض اوقات سین کو صاد سے بدل دیتے ہیں اس کی مثال اور تبدیلی کی وجہ بیان کریں۔

جواب: قرآنِ پاک میں ہے وَاَصْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ میں اَصْبَغَ اصل مین اَسْبَغَ تھا سین کو صاد سے بدل کر اَصْبَغَ پڑھتے ہیں جس کا معنی کامل کرنا ہے چونکہ سین اور صاد کا مخرج قریب قریب ہے اس لئے سین کو صاد سے بدل دیتے ہیں۔

سوال: واؤ اور یاء کو الف سے بدلنا واجب اور قیاس کے موافق ہو ایسی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: واؤ کو الف سے بدلنے کی مثال قَالَ ہے جو اصل میں قَوَلَ تھا۔ پس قَوَلَ میں واؤ متحرک ما قبل مفتوح تھا اس لئے واؤ کو الف سے بدل دیا۔

اور یاء کو الف سے بدلنے کی مثال بَاعَ ہے جو اصل میں بَیَعَ تھا۔ پس بَیَعَ میں یاء ما قبل متحرک مفتوح تھا اس لئے یاء کو الف سے بدل دیا۔

سوال: رَاسٌ کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: رَاسٌ اصل میں رَأْسٌ تھا پس ہمزہ کو الف سے بدلا تو رَاسٌ ہو گیا، یہ تبدیلی محض جائز ہے واجب نہیں۔

سوال: نون اور ضاد کو لام سے بدلنے کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: نون کو لام سے بدلنے کی مثال اُصَیْلَالٌ ہے یہ اصل میں اُصَیْلَانٌ تھا جو اُصْلَانٌ کی تصغیر ہے اور اُصْلَانٌ اَصِیْلٌ کی جمع ہے۔ اور ضاد کو لام سے بدلنے کی مثال اِلْطَجَعَ ہے جو اصل میں اِضْطَجَعَ تھا پس ضاد کو لام سے بدل دیا، یہ تبدیلی اس لئے جائز ہے کہ لام اور ضاد اور نون صفتِ جہر میں متحد ہیں۔

سوال: کبھی سین اور صاد کو زاء سے بدلا جاتا ہے لہذا اس کی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: سین کو زاء سے بدلنے کی مثال یَزْدُلُ ہے جو اصل میں یَسْدُلُ تھا پس سین کو زاء سے بدل دیا۔ اور صاد کو زاء سے بدلنے کی مثال فَزْدِیْ ہے جو اصل میں فَصْدِیْ تھا پس صاد کو زاء سے بدل دیا۔ یہ تبدیلی تینوں کے صفتِ صفیر میں متحد ہونے کی وجہ سے ہے۔

سوال: نَحْوُ قَوْلِ الْحَاتِمِ هٰكَذَا فُزْدِیْ سے کیا مراد ہے؟

جواب: ایک واقعہ کے اندر حاتم طائی نے فُزْدِیْ کہا جس کی تفصیل یہ ہے کہ حاتم طائی کو ایک بار کسی نے گرفتار کر کے خیمہ میں قید کر دیا، اتنے میں اس قید کرنے والے کے پاس ایک مہمان آگیا، اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز نہ تھی کہ مہمان کی ضیافت کرے، لہذا اس قید کرنے والے نے حاتم سے کہا کہ مہمان کے لئے ایک اونٹ کو فصد لگاؤ تا کہ میں اس گوشت کو بھون کر مہمان کو کھلاؤں، پس حاطم نے ایک اونٹ کو نحر کیا تو اس قید کرنے والے نے کہا میں نے تجھے فصد لگانے کو کہا تھا نہ کہ نحر کرنے کو لہذا تو نے نحر کیوں کیا، حاتم طائی نے کہا: کَذَا فُزْدِیْ یعنی میرا فصد انتہائی سخاوت کی وجہ سے ایسے ہی ہوتا ہے کہ میں ایک مہمان کے لئے پورے کا پورا اونٹ ہی نحر کر دیتا ہوں۔ اس نے پوچھا تو کون ہے جواب دیا میں حاتم ہوں لہذا اس نے نام سنتے ہی حاتم کو چھوڑ دیا۔

سوال: تاء کو طاء سے بدلنا واجب ہو اور قیاس کے بھی مطابق ہو ایسی مثال مع علت بیان کریں۔

جواب: تاء کو طاء سے بدلنے کی مثال اِضْطَرَبَ ہے جو اصل میں اِضْتَرَبَ تھا اسی طرح فَحَصْطُ اصل میں فَحَصْتُ تھا فعلِ ماضی واحد متکلم کا صیغہ ہے ان دونوں مثالوں میں تاء کو طاء سے بدلنا واجب ہے دونوں کے قریب المخرج ہونے کی وجہ سے۔

نوٹ: ان مذکورہ بالا مثالوں میں جہاں وجوب اور مطابق ہو قیاس یا جواز اور موافق کی قید نہیں وہاں تبدیلی کرنا غیرِ قیاس ہے جیسے کہ پیچھے گزرا۔

اَلْبَابُ السَّابِعُ فِی اللَّفِیْفِ

لفیف کا بیان

یُقَالُ لَهُ اللَّفِیْفُ لِلَفِّ حَرْفَيِ الْعِلَّةِ فِیْهِ وَ هُوَ عَلٰی ضَرْبَیْنِ مَفْرُوْقٌ وَ مَقْرُوْنٌ، اَلْمَفْرُوْقُ مِثْلُ وَقٰی یَقِیْ، حُکْمُ فَائِهَا کَحُکْمِ وَعَدَ یَعِدُ وَ حُکْمُ لَامِهَا کَحُکْمِ رَمٰی یَرْمِیْ وَ کَذٰلِكَ حُکْمُ اَخْوَاتِهِمَا، اَلْاَمْرُ قِ قِیَا قُوْا قِیْ قِیْنَ، وَ تَقُوْلُ بِنُوْنِ التَّاکِیْدِ قِیَنَّ قِیَانِّ قُنَّ قِنَّ قِیَانِّ قِیْنَانِّ، وَ بِالْخَفِیْفَةِ قِیَنْ قُنْ قِنْ، اَلْفَاعِلُ وَاقٍ، اَلْمَفْعُوْلُ مَوْقِیٌّ، اَلْمَوْضِعُ مَوْقًی، اَلْاٰلَةُ مِیْقًی، اَلْمَجْهُوْلُ وُقِیَ یُوْقٰی۔

ترجمہ: اس میں دو حرفِ علت ہونے کی وجہ سے اس کو لفیف کہا جاتا ہے، اور لفیف دو قسموں پر ہے لفیفِ مقرون اور لفیفِ مفروق، لفیفِ مفروق: وَقٰی یَقِیْ، اس کے فاء کلمہ کا حکم وَعَدَ یَعِدُ کے حکم کے جیسے ہے، اور اس کے لام کلمہ کا حکم رَمٰی یَرْمِیْ کے حکم کے جیسے ہے، اور ایسے ہی ان دونوں کے اخوات کا حکم، (لفیفِ مفروق سے) فعلِ امر قِ قِیَا قُوْا قِیْ قِیْنَ (آتا ہے)، اور آپ نونِ تاکید کے ساتھ کہیں قِیَنَّ قِیَانِّ قُنَّ قِنَّ قِیَانِّ قِیْنَانِّ، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ قِیَنْ قُنْ قِنْ، (لفیفِ مفروق سے) اسمِ فاعل وَاقٍ (آتا ہے)، اور اسمِ مفعول مَوْقِیٌّ (آتا ہے)، اور اسمِ ظرف مَوْقًی (آتا ہے)، اور اسمِ آلہ مِیْقًی (آتا ہے)، اور فعلِ مجہول وُقِیَ ۔ یُوْقٰی (آتا ہے)۔

سوال: لفیف کو لفیف کہنے کی وجہ بیان کریں؟ نیز لفیف کسے کہتے ہیں؟

جواب: جس کلمۂ واحدہ میں دو حرفِ علت ہوں اسے لفیف کہتے ہیں۔ لفیف لَفٌّ سے نکلا ہے جس کا معنی لپیٹنا ہے چونکہ لفیف میں دو حرفِ علت موجود ہوتے ہیں اس لئے اسے لفیف کہتے ہیں۔

سوال: لفیف کی کتنی اور کون کون سی قسمیں ہیں؟

جواب: لفیف کی دو قسم ہیں:

(۱)۔۔۔لفیفِ مفروق: جس کلمہ کا فاء اور لام کلمہ حرفِ علت ہو جیسے وَقٰی۔ پس وَقٰی اصل میں وَقَیَ تھا۔

(۲)۔۔۔لفیف مقرون: یعنی جس کلمہ کا عین اور لام کلمہ حرفِ علت ہو جیسے طَوٰی۔ اور پس طَوٰی اصل میں طَوَیَ تھا۔

سوال: وَقٰی یَقِیْ کے فاء کلمہ کا حکم، وَعَدَ یَعِدُ کی طرح اور لام کلمہ کا حکم رَمٰی یَرْمِیْ کی طرح ہے اس کا کیا مطلب؟

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح وَعَدَ فعلِ ماضی میں فاء کلمہ یعنی واوَ باقی رہتی ہے اسی طرح وَقٰی میں فاء کلمہ یعنی واوَ باقی رہے گی۔ اور جس طرح یَعِدُ فعلِ مضارع میں فاء کلمہ یعنی واوَ حذف ہو جاتا ہے اسی طرح یَقِیْ میں فاء کلمہ یعنی واوَ حذف ہو جائے گا۔

اور جس طرح رَمٰی فعلِ ماضی میں لام کلمہ یعنی یاء ما قبل مفتوح کی وجہ سے الف ہو جاتی ہے اسی طرح وَقٰی میں لام کلمہ یعنی یاء ما قبل مفتوح کی وجہ سے الف ہو جائے گی۔

اور جس طرح یَرْمِیْ فعلِ مضارع میں لام کلمہ یعنی یاء ما قبل مکسور ہونے اور یاء پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے ساکن ہو جاتی ہے اسی طرح یَقِیْ میں لام کلمہ یعنی یاء ما قبل مکسور ہونے اور یاء پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے ساکن ہو جائے گی۔

سوال: وَکَذٰلِكَ حُکْمُ اَخَوَاتِهِمَا کا کیا مطلب ہے؟

جواب: اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وَقٰی یَقِیْ کے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کا فاء کلمہ وَعَدَ یَعِدُ کے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول کے فاء کلمہ کی طرح بر قرار رہے گا جیسے: وَاعِدٌ۔ مَوْعُوْدٌ۔ وَاقٍ۔ مَوْقِیٌّ۔ پس ان مثالوں میں فاء کلمہ بر قرار ہے اور جس طرح رَمٰی یَرْمِیْ کے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول میں لام کلمہ حذف ہو جاتا ہے اسی طرح وَقٰی یَقِیْ کے اسمِ فاعل اور اسمِ مفعول میں لام کلمہ حذف ہو جائے گا جیسے وَاقٍ۔ مَوْقِیٌّ۔ رَامٍ۔ مَرْمِیٌّ۔

سوال: قِ فعلِ امر میں کیسے تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: قِ تَقِیْ سے بنا ہے اور تَقِیْ اصل میں تَوْقِیُ تھا پس واؤ کسرہ اور علامتِ مضارع مفتوحہ کے درمیان واقع ہوئی جو ثقل باعث ہے لہذا واؤ کو گرا دیا اور یاء پر ضمہ دشوار ہوتا ہے لہذا یاء سے ضمہ کو گرا دیا تو تَقِیْ بن گیا۔ اور فولِ امر حاضر معروف بنانے کے لئے علامتِ مضارع کو گرا دیا اور آخر سے حرفِ علت یاء کو گرا دیا تو قِ بن گیا۔

سوال: اسمِ فاعل وَاقٍ میں کس طرح تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: وَاقٍ اصل میں وَاقِیٌ یعنی وَاقِیُنْ تھا یاء پر ضمہ ثقیل ہونے کی وجہ سے ضمہ کو گرا دیا تو دو ساکن جمع ہو گئے پھر اجتماعِ ساکنین سے بچنے کے لئے یاء کو گرا دیا تو وَاقِنْ یعنی وَاقٍ ہو گیا۔

سوال: مَوۡقِیٌّ اسم مفعول میں کیسے تعلیل ہوئی ہے؟

جواب: مَوۡقِیٌّ اصل میں مَوۡقُوۡیٌ تھا مَفۡعُوۡلٌ کے وزن پر، پس واؤ اور یاء جمع ہوئے اور ان میں سے پہلا ساکن تھا لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا پھر یاء کے ما قبل کو کسرہ دیا یاء کی مناسبت کی وجہ سے تو مَوۡقِیٌّ ہو گیا۔

سوال: اسمِ ظرف مَوۡقیً کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اسمِ ظرف مَوۡقیً اصل میں مَوۡقَیٌ یعنی مَوۡقَیُنۡ تھا پس یاء پر ضمہ دشوار تھا لہذا ضمہ کو گرا دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو گرا دیا تو مَوۡقَنۡ یعنی مَوۡقیً ہو گیا۔

سوال: وَقٰی یَقِیۡ یعنی فَعَلَ یَفۡعِلُ کا اسمِ ظرف مکسور عین مَوۡقِیٌ آنا چاہئے تھا جب کہ مَوۡقیً آتا ہے ایسا کیوں؟

جواب: اگر وَقٰی یَقِیۡ سے اسمِ ظرف مَوۡقِیٌ آتا تو توالئ کسرات لازم آتا یعنی تین کسرہ، کیونکہ یاء دو کسرہ کے قائم مقام ہے اور عین کلمہ میں بھی کسرہ ہوتا تو یوں تین کسرہ جمع ہو جاتے اس لئے اس کو مَفۡعَلٌ کے وزن پر لایا گیا ہے۔

سوال: اسمِ آلہ مِیۡقیً کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اسمِ آلہ مِیۡقیً اصل میں مِوۡقَیٌ مِفۡعَلٌ کے وزن پر تھا جو نونِ تنوین کے اظہار کے وقت مِوۡقَیُنۡ تھا پس یاء پر ضمہ ثقیل ہے لہذا ضمہ کو حذف کر دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو حذف کر دیا تو مِوۡقَنۡ بنا اور پھر واؤ کا ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء سے بدلا تو مِیۡقَنۡ یعنی مِیۡقیً ہو گیا۔

اَلْمَقْرُوْنُ نَحْوُ طَوٰی یَطْوِیْ اِلٰی آخِرِھِمَا، حُکْمُھُمَا کَحُکْمِ النَّاقِصِ وَ لَا یُعَلُّ عَیْنُھُمَا لِمَا مَرَّ فِیْ بَابِ الْاَجْوَفِ، اَلْاَمْرُ اِطْوِ اِطْوِیَا اِطْوُوْا اِطْوِیْ اِطْوِیَا اِطْوِیْنَ، وَ تَقُوْلُ بِنُوْنِ التَّاکِیْدِ: اِطْوِیَنَّ اِطْوِیَانِّ اِطْوُنَّ اِ طْوِنَّ اِطْوِیَانِّ اِطْوِیْنَانِّ، وَ بِالْخَفِیْفَةِ: اِطْوِیَنْ اِطْوُنْ اِطْوِنْ، وَ تَقُوْلُ فِی الْاَمْرِ مِنْ رَوِیَ یَرْوٰی: اِرْوَ اِرْوَیَا اِرْوَوْا اِرْوَیْ اِرْوَیَا اِرْوَیْنَ، وَ بِنُوْنِ التَّاکِیْدِ: اِرْوَیَنَّ اِرْوَیَانِّ اِرْوَوُنَّ اِرْوَیِنَّ اِرْوَیَانِّ اِرْوَیْنَانِّ، وَ بِالْخَفِیْفَةِ: اِرْوَیَنْ اِرْوَوُنْ اِرْوَیِنْ، وَ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْرِفَ اَحْکَامَ نُوْنَیِ التَّاکِیْدِ فِی النَّاقِصِ وَ اللَّفِیْفِ فَانْظُرْ اِلٰی حُرُوْفِ الْعِلَّةِ اِنْ کَانَتْ اَصْلِیَّةٌ مَحْذُوْفَةً فِی الْوَاحِدِ تُرَدُّ، لِاَنَّ حَذْفَھَا کَانَ لِلسُّکُوْنِ وَھُوَ انْعَدَمَ بِدُخُوْلِ النُّوْنِ وَ تُفْتَحُ لِخِفَّةِ الْفَتْحَةِ نَحْوُ اِطْوِیَنْ وَ اُغْزُوَنْ وَ اِرْوَیَنْ کَمَا فِیْ نَحْوِ وَاغْزُوَا وَارْمِیَا اِطْوِیَا، وَ اِنْ کَانَتْ ضَمِیْراً فَانْظُرْ فِیْمَا قَبْلَھَا اِنْ کَانَ مَفْتُوْحاً تُحَرِّكُ لِطَرُوِّ حَرَکَتِھَا وَ خِفَّةِ مَا قَبْلَھَا نَحْوُ اِرْوَوُنْ وَ اِرْوَیِنْ کَمَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ) البقرة:۲۔۲۳۷، وَ اِنْ کَانَ غَیْرَ مَفْتُوْحٍ تُحْذَفُ لِعَدْمِ الْخِفَّةِ فِیْمَا قَبْلَھَا نَحْوُ اِطْوُنْ کَمَا فِیْ نَحْوِ اُغْزُوْا الْقَوْمَ وَ یَا امْرَأَةُ اُغْزِیْ الْقَوْمَ۔

ترجمہ: اور لفیفِ مقرون جیسے طَوٰی یَطْوِی ان دونوں کے آخر تک، اور ان دونوں کا حکم ناقص کے حکم کے جیسے ہے، اور ان دونوں کے عین کلمہ کی تعلیل نہیں کی جاتی ہے اس وجہ سے جو کہ گزرا اجوف کے باب میں، (لفیفِ مقرون سے) فعلِ امر اِطْوِ اِطْوِیَا اِطْوُوْا اِطْوِیْ اِطْوِیَا اِطْوِیْنَ (آتا ہے)، اور آپ نونِ تاکید کے ساتھ کہیں اِطْوِیَنَّ اِطْوِیَانِّ اِطْوُنَّ اِطْوِنَّ اِطْوِیَانِّ

اِطْوِیْنَانِّ، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ اِطْوِیَنْ، اِطْوُنْ، اِطْوِنْ، اور آپ رَوِیَ یَرْوٰی سے فعلِ امر میں کہیں اِرْوَ، اِرْوَیَا، اِرْوَوْا، اِرْوَیْ، اِرْوَیَا، اِرْوَیْنَ، اور نونِ تاکید کے ساتھ اِرْوَیَنَّ، اِرْوَیَانِّ، اِرْوَوُنَّ اِرْوَیِنَّ، اِرْوَیَانِّ، اِرْوَیْنَانِّ، اور نونِ خفیفہ کے ساتھ اِرْوَیَنْ، اِرْوَوُنْ، اِرْوَیِنْ، اور جب آپ ناقص اور لفیف میں تاکید کے دونوں نونوں کے احکام جاننے کا ارادہ کریں تو آپ حروفِ علت کی طرف نظر کریں پس اگر صیغۂ واحد میں اصلی کو حذف کیا گیا ہو تو وہ واپس لوٹ آئے گا اس لئے کہ اس کا حذف کرنا سکون کی وجہ سے تھا اور وہ نون کے داخل ہونے کی وجہ سے منعدم ہو گیا، اور فتحہ کی خفت کی وجہ سے نون کے ما قبل کو فتحہ دیا گیا جیسے اِطْوِیَنْ وَاُغْزُوَنْ وَاِرْوَیَنْ جس طرح وَاغْزُوَا وَارْمِیَا اِطْوِیَا میں (آخر کو فتحہ دیا گیا ہے)، اور اگر حرفِ علت ضمیر ہو تو آپ حرفِ علت کے ما قبل کی طرف نظر کریں پس اگر حرفِ علت کا ما قبل مفتوح ہو تو اس کی حرکت کے تابع حرکت دی جائے گی اور اس کے ما قبل کے خفیف ہونے کی وجہ سے جیسے اِرْوَوُنْ وَاِرْوَیِنْ، جیسے کہ اللہ تعالی کے فرمان میں (وَلَاتَنْسَوُا الْفَضْلَ) البقرۃ:۲-۲۳۷، اور اگر وہ مفتوح نہ ہو تو اس کے ما قبل میں خفت پیدا کرنے کی وجہ سے حذف کر دیا جائے گا جیسے اِطْوُنْ جس طرح اُغْزُوُا الْقَوْمَ وَیَا امْرَأَۃُ اُغْزِیْ الْقَوْمَ کے جیسے میں۔

سوال: لفیفِ مقرون طَوٰی، یَطْوِیْ کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اس میں تعلیل کا وہی حکم ہے جو ناقص کا ہے یعنی فعلِ ماضی میں یاء کو الف سے بدل دیا جائے گا جیسے: طَوَیَ سے طَوٰی۔ اور فعلِ مضارع میں یاء کو ساکن کر دیں گے جیسے یَطْوِیُ سے یَطْوِیْ۔

سوال: امر حاضر معروف اِطْوِ کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اِطْوِ فعلِ امر حاضر معروف فعلِ مضارع معروف سے بنا ہے پس یَطْوِیْ سے علامتِ مضارع تاء کو حذف کیا اور شروع میں ہمزۂ وصل لے آئیں تاکہ ابتداء بالسکون لازم نہ آئے اور آخر سے حرفِ علت یاء کو گرا دیا تو اِطْوِ ہو گیا۔

سوال: اِطْوُوْا فعلِ امر حاضر معروف صیغہ جمع مذکر کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اِطْوُوْا اصل میں اِطْوِیُوْا تھا پس یاء پر ضمہ ثقیل تھا لہذا اسے گرا دیا اب اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے یاء کو بھی گرا دیا پھر پہلی واؤ مابعد واؤ کی وجہ سے پہلی واؤ کو ضمہ دیا تو اِطْوُوْا ہو گیا۔

سوال: اِطْوِیْ صیغہ واحد مؤنث حاضر فعلِ امر معروف کی تعلیل کس طرح ہو گی؟

جواب: اِطْوِیْ اصل میں اِطْوِیِیْ، اِفْعِلِیْ کے وزن پر تھا پس پہلی یاء کا کسرہ گرا دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے پہلی یاء کو بھی گرا دیا تو اِطْوِیْ ہو گیا۔

سوال: ناقص اور لفیف میں اگر نونِ تاکید لائیں تو اس کے احکام کیا ہوں گے؟

جواب: ناقص اور لفیف میں نونِ تاکید کے احکام معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر حرفِ علت اصلی محذوف ہے تو وہ نونِ تاکید کے وقت واپس آجائے گا کیونکہ اسے سکون کی وجہ سے حذف کیا گیا تھا اور اب نونِ تاکید کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا ہے یہی وجہ ہے کہ اِطْوِ سے جب تثنیہ کا صیغہ بنائیں گے تو سکون کے ختم ہو جانے کی وجہ سے یائے محذوفہ واپس آجاتی ہے جیسے اِطْوِیَا۔ اور اس حرفِ علت کو خفت کی وجہ سے فتحہ کی حرکت دیں گے جیسے:

اِطْوِیَنَّ۔اُغْزُوَنَّ۔اِرْوَیَنَّ۔ پس اِطْوِیَنَّ میں حرفِ علت یاء واپس آ گئی، اور اُغْزُوَنَّ میں واؤ حرفِ علت واپس آ گئی، اور اِرْوَیَنَّ میں حرفِ علت یاء واپس آ گئی، اور ان تینوں کو فتحہ کی حرکت دی گئی ہے، جبکہ یہ نونِ تاکید سے پہلے اِطْوِ۔اُغْزُ۔اِرْوَ تھے۔

اور اگر محذوف حرفِ علت ضمیر ہو تو اس کو حرکت دینے کے معاملہ میں اس کے ما قبل کو دیکھیں گے اگر اس کا ما قبل مفتوح ہو تو اس حرفِ علتِ محذوفہ کو حرکت دیں گے ورنہ تو نہیں جیسے اِرْوَوُنَّ، پس واوِ مضمومہ محذوف تھی نونِ تاکید کی وجہ سے واپس آئی ہے اور اس کو حرکت دی گئی ہے کیونکہ اس کا ما قبل مفتوح ہے اور اس کو ضمہ کی حرکت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ واوِ جمع مذکر حاضر کی ضمیر ہے، نونِ تاکید سے پہلے صیغہ اِرْوَوْ تھا۔اِرْوَیَنَّ پس یائے مکسور محذوف تھی نونِ تاکید کی وجہ سے واپس آئی ہے اور اس کو حرکت دی گئی ہے کیونکہ اس کا ما قبل مفتوح ہے اور اس کو کسرہ کی حرکت اس لئے دی گئی ہے کہ یہ یاء واحد مؤنث کی ضمیر ہے، نونِ تاکید سے پہلے صیغہ اِرْوَیْ تھا۔

اور ارشادِ خداوندی ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ۔ پس لَا تَنْسَوُا اصل میں لَا تَنْسَوْا تھا جب الْفَضْلَ لائیں تو واؤ بھی ساکن اور لامِ تعریف بھی ساکن اب ہم نے واؤ کے ما قبل کو دیکھا تو وہ مفتوح تھا لہذا واؤ کو حرکت دے دی اور اگر واؤ کا ما قبل مفتوح نہ ہوتا تو پھر واؤ کو حرکت نہ دیتے، اور رہی یہ بات کہ واؤ کو ضمہ کیوں دیا تو اس لئے کہ واؤ جمع مذکر کی ضمیر ہے لہذا اس مناسبت سے ضمہ دیا کہ جمع مذکر میں ضمہ آتا ہے جیسے لَا تَضْرِبُوْا۔

اور اگر حرفِ علت کا ما قبل مفتوح نہ ہو بلکہ مضموم یا مکسور ہو تو اس حرفِ علت کو حذف کر دیں گے جیسے اِطْوُنَّ کہ واؤ مفتوح نہیں تھالہذا حرفِ علت یاء کو حذف کر دیا جو اصل میں اِطْوُوْا تھا پس نونِ تاکید کے وقت واؤ ضمیر کو حذف کر دیا اور اِطْوُنَّ کر دیا اگرچہ یہ واؤ علامت ہے اور علامت کا حذف کرنا صحیح نہیں لیکن جب اس علامت پر دلالت کرنے والی کوئی دوسری چیز موجود ہو تو حذف کر سکتے ہیں اور یہاں پر واؤ کے حذف ہونے پر اس کے ما قبل یعنی واؤ کا ضمہ دلالت کر رہا ہے۔

اور اُغْزُوْ الْقَوْمَ میں بھی اتصال کی وجہ سے واؤ ضمیر کو قراءۃً حذف کیا گیا ہے نہ کہ کتابۃً۔ اصل میں اُغْزُوْا تھا اسی طرح یَا اِمْرَأَۃُ اُغْزِیْ الْقَوْمَ میں یاء کو قراءۃً حذف کیا گیا ہے لیکن کتابۃً بر قرار رکھا گیا ہے اور اس کو قراءۃً حذف کرنے کی وجہ وہی ہے کہ اس کا ما قبل مفتوح نہیں ہے اگرچہ اس کے مابعد کی وجہ سے اس کا سکون ختم ہو گیا ہے۔

اَلْفَاعِلُ طَاوٍ وَلَا یُعَلُّ وَاوُہٗ کَمَا فِی طَوٰی وَ تَقُوْلُ مِنَ الرَّیِّ رَیَّانِ رَیَّانَانِ رِوَاءٌ رَیَّا رَیَّیَانِ رِوَاءٌ اَیْضاً وَ لَا تُجْعَلُ وَاوُھُمَا یَاءً کَمَا فِی سِیَاطٍ حَتّٰی لَا یَجْتَمِعَ الْاِعْلَالَانِ قَلْبُ الْوَاوِ الَّتِی ھِیَ عَیْنٌ یَاءً وَ قَلْبُ الْیَاءِ الَّتِی ھِیَ لَامٌ ھَمْزَۃً وَ تَقُوْلُ فِی تَثْنِیَۃِ الْمُؤَنَّثِ فِی النَّصْبِ وَ الْخَفْضِ رَیَّیَیْنِ مِثْلُ عَطْشَیَیْنِ وَ اِذَا اَضَفْتَ اِلٰی یَاءِ الْمُتَکَلِّمِ قُلْتَ رَیَّیَّ بِخَمْسِ یَاءَاتٍ، الْاُوْلٰی مُنْقَلِبَۃٌ عَنِ الْوَاوِ الَّتِی ھِیَ عَیْنُ الْفِعْلِ، وَ الثَّانِیَۃُ لَامُ الْفِعْلِ وَ

الثَّالِثَةُ مُنْقَلِبَةٌ عَنْ اَلِفِ التَّانِيْثِ وَ الرَّابِعَةُ عَلَامَةُ النَّصْبِ وَ الْخَامِسَةُ يَاءُ الْمُتَكَلِّمِ۔

ترجمہ: (لفیفِ مقرون سے) اسمِ فاعل طَاوٍ ا(آتا ہے)، اور اس کے واؤ کی تعلیل نہیں کی جائے گی جیسے کہ طَوٰی میں (تعلیل نہیں ہوئی)، اور آپ اَلرَّیٌّ سے (صفتِ مشبہ میں) کہیں رَیَّانٌ رَیَّانَانِ رِوَاءٌ رَیَّا رَیَّیَانِ رِوَاءٌ، اور ان دونوں کے واؤ کو یاء نہیں بنایا جاتا جیسے کہ سِیَاطٌ میں تا کہ دو تعلیل جمع نہ ہوں، (۱) تعلیل جو واؤ عین کلمہ کے مقابلہ میں ہے اس کو یاء سے بدلنا اور (۲) تعلیل جو یاء لام کلمہ کے مقابلہ میں ہے اس کو ہمزہ سے بدلنا، اور آپ تثنیہ مؤنث کو حالتِ نصب و جر میں کہیں رَیَّیَیْنِ، عَطْشَیَیْنِ کے مثل میں، اور جب آپ حالتِ نصب و جر میں یاءِ متکلم کی طرف اضافت کریں تو کہیں رَیَّیَیَّ پانچ یاء کے ساتھ، پس پہلی یاء وہ ہے جو اس واؤ سے بدلی ہوئی ہے جو فعل کا عین کلمہ ہے، اور دوسری یاء فعل کا لام کلمہ ہے، اور تیسری یاء الفِ تثنیہ بدلی ہوئی ہے، اور چوتھی یاء علامتِ نصب ہے، اور پانچوی یاء متکلم کی یاء ہے۔

سوال: اسمِ فاعل طَاوٍ اصل میں طَاوِیٌ تھا اس کے واؤ کو ہمزہ سے قَائِلٌ کی طرح کیوں نہ بدلا گیا؟

جواب: چونکہ اسمِ فاعل طَاوٍ کی اصل فعلِ ماضی طَوٰی میں واؤ کو الف سے نہیں بدلا گیا ہے اس لئے طَوٰی کی اتباع میں طَاوِیٌ کی واؤ کو بھی ہمزہ سے نہیں بدلا گیا، اور طَاوٍ کی تعلیل وَاقٍ کی طرح ہو گی جو سوال نمبر ۶ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

سوال: الرَّیُّ سے صفتِ مشبہ کس وزن پر آئے گا؟

جواب: الرَّیُ سے صفتِ مشبہ آتا ہے اور وہ فَعْلَانٌ کے وزن پر جیسے رَیَّانٌ آتا ہے، رَیَّانٌ اصل میں رَیْیَانٌ تھا پس یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو رَیَّانٌ ہو گیا اور واحد مؤنث رَیَّا آتی ہے فَعْلٰی کے وزن پر۔

سوال: رَیَّانٌ کی اصل کیا ہے؟

جواب: رَیَّانٌ اصل میں رَوْیَانٌ تھا پس واؤ اور یاء جمع ہوئے اور ان می سے پہلا ساکن تھا لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا تو رَیَّانٌ ہو گیا۔

سوال: اسمِ فاعل جمع مذکر رِوَاءٌ میں واؤ کو یاء سے کیوں نہیں بدلا گیا جیسے سِوَاطٌ کی واؤ کو یاء سے بدل کر سِیَاطٌ بنایا جاتا ہے؟

جواب: اگر رِوَاءٌ میں واؤ کو یاء سے بدلیں گے تو دو تعلیل جمع ہو جائیں گی۔

(۱)۔۔۔واؤ کو یاء سے بدلنا۔

(۲)۔۔۔لام کلمہ یاء کو ہمزہ سے بدلنا۔ اس لئے لام کلمہ یاء کو ہمزہ سے بدلا گیا ہے تا کہ دو تعلیل والی خرابی لازم نہ آئے۔

سوال: رَیَّا اسمِ فاعل تثنیہ مؤنث کو حالتِ نصب وجر میں کیسے پڑھیں گے؟

جواب: حالتِ نصب وجر میں یاء چار بار آتی ہے جیسے رَیَّیَیْنِ عَطْشَیَیْنِ کے وزن پر۔

سوال: اگر تثنیہ مؤنث کے صیغہ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا جائے تو کیسے پڑھیں گے؟

جواب: اگر تثنیہ مؤنث کے صیغہ کو یائے متکلم کی طرف مضاف کریں گے تو اس صورت میں یاء پانچ بار آئے گی جیسے رَیَّیَیَّ، پس پہلی یاء اس واؤ سے بدلی ہوئی ہے جو کہ عین کلمہ ہے اور دوسری یاء لام کلمہ ہے، اور تیسری یاء الفِ تثنیہ سے بدل کر آئی ہے، اور چوتھی یاء علامتِ نصب ہے، اور پانچوی یاء یائے متکلم مضاف الیہ ہے۔

اَلْمَفْعُوْلُ: مَطْوِیٌّ، وَ الْمَوْضِعُ:: مَطْوًی، اَلْآلَۃُ: مِطْوًی، وَ الْمَجْهُوْلُ: طُوِیَ یُطْوٰی وَ حُکْمُ لَامِ هٰذِهِ الْاَشْیَاءِ کَحُکْمِ النَّاقِصِ، وَ حُکْمُ عَیْنِهِنَّ کَحُکْمِ طَوٰی یَطْوِیْ فِی الَّتِی اِجْتَمَعَ فِیْهَا اِعْلَالَانِ بِتَقْدِیْرِ اِعْلَالِهَا وَ فِی الَّتِی لَمْ یَجْتَمِعْ فِیْهَا اِعْلَالَانِ یَکُوْنُ حُکْمُهَا اَیْضاً کَحُکْمِ طَوٰی لِلْمُتَابَعَةِ نَحْوُ طَوِیَا وَ طَاوِیَانِ۔

ترجمہ: (لفیفِ مقرون سے) اسمِ مفعول مَطْوِیٌّ (آتا ہے) اور اسمِ ظرف: مَطْوًی (آتا ہے) اور اسمِ آلہ مِطْوًی (آتا ہے) اور فعلِ مجہول طُوِیَ یُطْوٰی (آتا ہے) اور ان اشیاء کے لام کلمہ کا حکم ناقص کے حکم کے جیسے ہے، اور ان کے عین کا حکم طَوٰی یَطْوِیْ کے حکم کے جیسے ہے جس میں دو اعلال جمع ہو گئے تھے اس کے تقدیراً اعلال کی وجہ سے، اور جس میں دو اعلال جمع نہ ہوئے تھے اس کا حکم بھی طَوٰی کے حکم کے جیسے ہے، اور مبالغہ کے لئے جیسے طَوِیَا وَ طَاوِیَانِ۔

سوال: اسمِ مفعول مَطْوُوْیٌ سے مَطْوِیٌّ کیسے بنا؟

جواب: مَطْوُوْیٌ میں واؤ اور یاء جمع ہوئے تھے، پہلا ساکن تھا لہذا واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر دیا اور ما قبل واؤ کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دے دیا تو مَطْوِیٌّ ہو گیا۔ یہاں اسمِ مفعول، اسمِ ظرف، اور اسمِ آلہ وغیرہ کے لام کلمہ کا حکم وہی ہے جو ناقص کے لام کلمہ کا ہے اور عین کلمہ

کا حکم وہی ہے جو ان کی ماضی اور مضارع طَوٰی یَطْوِیْ کا ہے۔ جہاں دو اعلال جمع ہوں تو عین کلمہ کو نہیں بدلیں گے، اور جہاں دو اعلال جمع نہیں ہوتے مثلاً طَوَیَا اور طَاوِیَانِ وغیرہ میں تو وہاں واؤ میں تعلیل ہو سکتی ہے لیکن طَوٰی کی اتباع میں نہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب و رسولہ اعلم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم۔

تمت بالخیر

یہ کتاب بنام شفیق المصباح فی حلّ مراح الارواح کا آغاز ۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۷ ہجری بمطابق ۲۶ اکتوبر ۲۰۱۶ عیسوی بروز پیر شریف کو کیا گیا تھا بحمدہ تعالی محنتِ شاقہ کے بعد آج بروز جمعۃ المبارک گزار کر ہفتہ کی رات ۱۱:۲۵ میں ۸ صفر المظفر ۱۴۳۷ ہجری بمطابق ۲۰ نومبر ۲۰۱۵ عیسوی کو ۲۶ دن میں پایۂ تکمیل کو پہونچی۔

اللہ الوالی اپنی بارگاہِ عالی میں بوسیلۂ محبوبِ بے مثالی صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرمائے اور اس کے پڑھنے والوں کو نافعۂ جلیلہ عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

سگِ عطار ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری

جامعۃ المدینہ فیضانِ مدینہ ڈھاکہ بنگلہ دیش

نونِ تثنیہ اور تنوین میں فرق

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نونِ تثنیہ تنوین کے قائم مقام ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح تنوین اضافت کے وقت گر جاتی ہے ایسے ہی نونِ تثنیہ بھی اضافت کے وقت گر جاتی ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: نونِ تثنیہ کو تنوین کے قائم مقام سمجھنا غلط ہے کہ دونوں کے احکام جدا جدا ہیں اور کسی ایک چیز کا کسی دوسری چیز سے ایک یا دو امر میں مشابہ ہونا قائم مقام ہونے کی دلیل نہیں ہے، ورنہ تو فعل کو اسم کے قائم مقام ہونا چاہئے کیونکہ جس طرح اسم مرفوع اور منصوب ہوتا ہے ایسے ہی فعل بھی مرفوع اور منصوب ہوتا ہے، پس اگرچہ تنوین اور نونِ تثنیہ بصورتِ اضافت ساقط ہونے میں یکساں ہیں مگر دیگر احکام میں جدا ہیں جیسے:

(۱)۔۔۔ تنوین الف ولام کی وجہ سے گر جاتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ الف و لام کی وجہ سے نہیں گرتا۔

(۲)۔۔۔ وقف کی صورت میں تنوین پڑھنے میں نہیں آتی جبکہ نونِ تثنیہ پڑھنے میں بہرِ حال آتی ہے۔

(۳)۔۔۔ تنوین حالتِ رفع میں دو پیش کی شکل میں اور حالتِ نصب میں دو زبر کی شکل میں اور حالتِ جر میں دو زیر کی شکل میں ہوتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ فی کلّ حالٍ مکسور ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔ تنوین واحد و جمع مکسر میں آتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ صرف صیغہ تثنیہ میں آتا ہے۔

(۵)۔۔۔ تنوین صرف اسم پر آتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ اسم اور فعل دونوں میں آتا ہے۔

(٦)۔۔۔ تنوین کو نون ساکن کی صورت میں لکھ سکتے ہیں جبکہ نونِ تثنیہ کو تنوین کی صورت میں نہیں لکھا جا سکتا۔

(٧)۔۔۔ تنوین نونِ ساکن ہوتا ہے جبکہ نونِ تثنیہ متحرک بالکسر ہوتا ہے۔

ان چیزوں کا بیان جن سے ثقل لازم آتا ہے

(۱)۔۔۔ چند واؤ کا جمع ہونا جیسے وَوَوْجَلُ۔ لہذا اس میں ایک واؤ کو تاء سے بدل کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے وَتَوْجَلُ۔

(۲)۔۔۔ دو ہمزہ کا جمع ہونا جیسے أُأَكْرِمُ۔ لہذا اس میں ایک ہمزہ کو حذف کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے أُكْرِمُ۔

(۳)۔۔۔ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج کرنا جیسے اِنْصُرْ۔ لہذا اس میں حرفِ مکسور کو مضموم کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اُنْصُرْ۔

(۴)۔۔۔ کلمۂ واحدہ میں چار حرکات کا جمع ہونا جیسے يَضَرِبُ۔ لہذا اس میں ایک حرف کو ساکن کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے يَضْرِبُ۔

(۵)۔۔۔ قلّتِ استعمال۔

(۶)۔۔۔ تین نون کا جمع ہونا جیسے يَضْرِبْنَنَّ۔ لہذا اس میں نونِ اوّل کے بعد الفِ فاصل لا کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے يَضْرِبْنَانِّ۔

(۷)۔۔۔ متجانسین کا جمع ہونا جیسے فَرَرَ۔ لہذا اس میں دونوں کا آپس میں ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے فَرَّ۔

(۸)۔۔۔ متقاربین کا جمع ہونا جیسے اِطْتَلَبَ۔ لہذا اس میں ادنی کو اعلی سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِطَّلَبَ۔

(۹)۔۔۔ یائے ضعیف پر ضمہ کا ہونا جیسے یَرْمِیُ۔ لہذا اس میں یائے ضعیف کو ساکن کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے یَرْمِیْ۔

(۱۰)۔۔۔ توالیٔ کسرات کا ہونا یعنی تین کسروں کا جمع ہونا جیسے اِیْتِسَرَ۔ کہ یاء خود دو کسروں کے قائم مقام ہے اور ایک کسرہ ما قبل ہے۔ لہذا اس میں یاء کو تاء سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِتَّسَرَ۔

(۱۱)۔۔۔ نونِ تثنیہ کا مضاف الیہ کے ساتھ جمع ہونا جیسے مُسْلِمَانِ یَ۔ لہذا اس میں نونِ تثنیہ کو حذف کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمَایَ۔

(۱۲)۔۔۔ نونِ جمع کا مضاف الیہ کے ساتھ جمع ہونا جیسے مُسْلِمُوْنَ یَ۔ لہذا اس میں نونِ جمع کو حذف کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمُوْیَ۔

(۱۳)۔۔۔ واؤ اور یاء کا جمع ہونا اور ان میں سے پہلے کا ساکن ہونا جیسے مُسْلِمُوْیَ۔ لہذا اس میں واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمُیَّ۔

(۱۴)۔۔۔ یاء کے ما قبل ضمہ کا ہونا جیسے مُسْلِمُیَّ۔ لہذا اس میں یاء کے ما قبل کو کسرہ دے کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمِیَّ۔

(۱۵)۔۔۔ حرفِ ضعیف کو حرکت دینا جیسے الف کو متحرک کرنا۔ لہذا اس میں حرفِ ضعیف کو ساکن کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا۔

(۱۶)۔۔۔ حرفِ علت پر کسرہ کا واقع ہونا جیسے وِشَاحٌ۔ لہذا اس میں حرفِ علت کو ہمزہ سے بدل کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِشَاحٌ۔

(۱۷)۔۔۔ واوَ ما قبل مکسور ہونا جیسے اِوْتَصَلَ۔ لہذا اس میں واوَ کو تاء سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِتَّصَلَ۔

ان چیزوں کا بیان جن سے خفّت پیدا ہوتی ہے

(۱)۔۔۔ کسی حرف کو حذف کر کے جیسے تُاَکْرِمُ سے تُکْرِمُ۔

(۲)۔۔۔ حرفِ مکسور اور حرفِ مضموم کو مفتوح کرنا۔

(۳)۔۔۔ حرفِ صحیح کو حرفِ علت سے بدلنا جیسے تَقَضُّضَ سے تَقَضِّیَ۔

(۴)۔۔۔ دو ہم جنس حرف میں ادغام کرنا جیسے مَدَدَ سے مَدَّ۔

(۵)۔۔۔ متقاربین میں سے ادنیٰ کو اعلیٰ سے بدل دینا اور پھر ادغام کرنا جیسے اِطْتَلَبَ سے اِطَّلَبَ۔

(۶)۔۔۔ کثرتِ استعمال کی وجہ سے کلمہ میں ردّ و بدل کیا جاتا ہے۔